جسے وسعتیں بھی نہ پاسکیں
وہ نبی کا پاک مقام ہے

سیرۃ مبارکہ رسالتمآب صلعم

حصہ دوم

یعنی

محدث جلیل علامہ سید جمال حسینی کی شہرۂ آفاق نادر روزگار کتاب روضۃ الاحباب
تالیف ۸۸۸ھ کا ترجمہ بے مثل اور جدید ترین ترتیب اور فکر افروز فقیہانہ حواشی کے ساتھ
سیرت پاک پر قابل تحسین کارنامہ از قلم

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

ناشر

مکتبہ عبادیہ، نہٹور- ضلع بجنور (یوپی)

سول ایجنٹ

مدنی دار التالیف بجنور (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	"سیرت مبارکہ رسالتمآب صلعم"
صفحات	٣٦٨
قیمت غیر مجلد	
" مجلد	
سن طباعت	١٩٧٦ء
تعداد	پانچ سو

ملنے کا پتہ :- مدنی دارالتالیف بجنور

" مکتبہ تجلی دیوبند

" مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی

" کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

روشن ہے ترے نور سے سورج بھی قمر بھی
دیکھے ترا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی

دُعا

خداوندعالم کے حضور میں ملتجی ہوں کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے میری اس کوشش اور محنت کو شرف قبول و دوام عطا فرمائے۔ ان ہی کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اُن ہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُنکی
اُن ہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُنکی

عزیزالرحمٰن غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارشات

حمد و ثنا اور صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض گذار ہوں کہ "سیرت رسالتمآب صلعم" کا پورا مسودہ ایک کاتب کے سپرد کر دیا تھا۔ پورا سال گذار کر بھی اس شریف مرد نے ہمیں صرف نئو صفحات کتابت کر کے دئے جو حصہ اول کے شروع میں ہیں تھکا دینے والے انتظار سے عاجز آ کر اپنے معاونین کے انتظار کی خاطر ایک معتدبہ رقم کو اسی مرد شریف پر چھوڑا، اور درمیان کتاب سے دوسرے کاتب سے کام شروع کرایا کہ شاید اول الذکر بندۂ خدا کو خوف خدا آئے اور ادائیگی رقم کے بہانہ اور مواخذۂ آخرت سے ڈر کر وہ کام پورا کر دے، مگر ہمارا خیال صرف وہم ثابت ہوا، اور اس کی بدنیتی کو نہ بدل سکا۔ اسی وجہ سے خلاف دستور درمیان کتاب میں نمبر صفحات درست کرنے کی غرض سے یہ چند صفحات شامل کئے ہیں جو اگرچہ اضافہ ہیں لیکن مفید

جس وقت کتابت شروع کرائی تھی اس وقت کاغذ مارکیٹ میں مناسب قیمت پر مل جاتا تھا لیکن اب ہر چیز غائب ہے۔ لوگوں کی جیب میں چھپے ہوئے کاغذ ہیں لیکن چھاپنے کے لئے کاغذ نہیں یہ تماشائے عجیب نہیں تو کیا ہے؟ اور جو اس سے خالی ہے وہ صرف خدا

کی مقررکردہ عمر کو محض اسی کے سہارے پورا کر رہے ہیں۔

شامتِ اعمالِ ماصورت نادر گرفت

اعمالکم عمالکم — تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں

مہنگائی جو ۲ سال میں گھنٹوں اور ساعتوں کے حساب سے بڑھی ہے اس کا درجہ سینکڑوں میں نہیں ہزاروں سے شمار ہونے لگا ہے۔ عرب اسرائیل جنگ ہوئی اور عربوں نے وہ کارنامہ انجام دیا جس نے موجودہ زمانہ کے فرعونوں اور نمرودوں کا سر جھکا دیا اور لاہور میں وحدت کلمہ کی بنیاد پر جمع ہو کر لیڈران عالم ہی کے نہیں ملک میں وارثان مشائخ عظام اور اور خود ساختہ رہنمایان ملت کے نظریات اور تفکرات کو بدل دیا۔ اس وقت اقبال کی روح نے ان کو آواز دی ہے۔

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پہ نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

بہر حال دوسرے حصہ کی کتابت ہو چکی، پہلا حصہ باقی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ طباعت میں اولیت کس حصّہ کو حاصل ہوتی ہے اور کون سا حصہ پڑھنے کو قارئین کرام کے ہاتھ میں پہلے آتا ہے اور کونسا حصہ بعد میں، اسی وجہ سے حواشی اور سیرت پاک کا تعارف اس جگہ کرا رہا ہوں جبکہ کتاب کا تعارف حصہ اول کے شروع میں کرا چکا ہوں۔

سیرت پاک پر کتابیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں ہی نے نہیں بلکہ ہر مذہب کے ماننے والوں اور کسی بھی مذہب کے نہ ماننے والوں نے بھی لکھی ہیں، سیرت پاک کے عنوان پر جس قدر کتابیں اسلامی لٹریچر میں موجود ہیں اور کسی عنوان پر نہیں ہیں سرور کائنات کو ہر انسان نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھا اور اپنی اپنی فہم کے مطابق سمجھا مگر آپ کے جلووں کی نیرنگیاں ختم نہ ہوئیں اور ختم نہ ہوں گی اور ہر زمانہ اور ہر ضرورت انسانی میں وہاں سے رہنمائی حاصل ہوتی رہے گی

راقم الحروف نے سیرت پاک کے عنوان پر ان صفحات کو سیاہ کر کے (جہاں تک نظر کرتا ہوں) ایک ضرورت کو پورا کیا ہے۔ خواہ مخواہ کا اضافہ نہیں۔ سیرت پاک کو مطالعہ کرنے

کے بعد اگر قاری الجھن میں مبتلا ہو جائے اور تقاضۂ وقت کے مطابق اس کو علاج اور ذکر حاصل نہ ہو سکے وہ ہمارے نزدیک تضیع اوقات ہے اور زبردستی فہرست میں نام شمار کرانا ہے۔

یوں دعویٰ تقویٰ نہیں درگاہ خدا میں!
بُت جس سے ہوں خوش ایسا گناہگار نہیں ہوں

مسلمانوں کے عروج و زوال پر نظر رکھنے والے اور اس کے علل و اسباب بتلا کر لائحہ عمل اور علاج تجویز کرنے والے بہت ہوئے ہیں لیکن دکھتی ہوئی رگوں پر بہت کم لوگوں نے ہاتھ رکھا ہے سیرت پاک سے غلط استدلال کر کے اپنی منشا کے صغریٰ و کبریٰ ترتیب دیکر سیکولرازم اور نیشنلزم کو ثابت کرنے والے زمزم سے وضو کرنے والے نہیں گنگ و جمن سے وضو کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ سیرت پاک کو صحیح طور پر سمجھ کر پڑھنے والا اگر متعین شدہ راستہ پر کھڑا ہو جائے تو اسی طرف ہدایتوں کی ہوا چلتے ہوئے پائیگا۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ زوال اور ناکامیوں کے سائے وہاں موجود نہ ہوں گے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین   ہم نے آپ کو رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

جس طرح آپ کا وجود مسعود سراسر رحمت ہے آپ سے متعلق ہر چیز کے اندر رحمت ہے آپکی اتباع میں سراسر رحمت اور آپ کے دیئے ہوئے تصورات و نظریات کو اختیار کرنے میں دنیا میں بھی رحمت و راحت۔ آخرت میں نجات، نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے

وما ارسلناک الا کافۃ للناس   ہم نے آپکو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اگر دنیا میں کسی انسان کو ضروریات زندگی میں کوئی شکایت ہے اور پریشانی ہے وہ اسکی اپنی کمائی ہوئی ہے اور چشمہ فیض سے دور رہنے کی دلیل ہے۔ انسانوں نے اپنے نظریات پر اعتماد کیا اور انسانیت سے عاری نظریات کے حکیم داناؤں پر اعتماد کر لیا ہے اور اب حال یہ ہے

"ڈور کو سلجھا رہے ہیں اور سرا ملتا نہیں"

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک
سلطنت اقوام عالم کی ہے اک جادوگری

لیکن اسلام اور اس کے داعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت اور سلطنت

سے لیکر خانقاہ اور درسگاہ تک خلوت سے لیکر مجلس اور بازاروں تک انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی غرضکہ حیات انسانی کے تمام شعبوں کے لئے دو اصول دیئے ہیں جن کو مضبوطی سے تھام لینے کے بعد انسانیت اور ارض وسما میں رونق آجاتی ہے اور انسانی عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی ہے کہ وہ تنقید کر سکے وہ بنیادی اصول ہیں "الیقین باللہ اور اتباع رسول" قرآن اور سیرت کا ہم نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے اور غور وفکر کے بعد ہم جس نتیجے پر پہونچے ہیں وہ یہی ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کا خلاصہ یہی ہے۔

الیقین باللہ

انسان کے اندر کے بگاڑ کے بعد اس کے کارناموں سے جو دنیا میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کا علاج الیقین باللہ ہے یا وہ دستور ہے کہ جس کی بنیاد الیقین باللہ پر ہے۔ عالم میں فساد اور اصلاح کی تاریخ جب سے شروع ہوئی ہے اس وقت سے لیکر اب تک الیقین باللہ کی لافانی قوت اور ناقابل انکار تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

موجودہ زمانہ کا بگاڑ اور خرابیاں سب کے سامنے ہیں اور ان خرابیوں اور بگاڑ کے علل واسباب پر اگر غور کیا جائے تو سب کے آخر میں الیقین باللہ کا فقدان ملیگا۔ انسان جب بھی اس بنیاد سے ہٹ کر محض اپنی عقل کے سہارے نام نہاد ترقیوں کی طرف چلتا ہے تو غیر شعوری طور پر بگاڑ کی لائنوں پر پڑ جاتا ہے اور انجام کار اس جگہ جا کھڑا ہوتا ہے کہ اس کے بچاؤ کے لئے بجز الیقین باللہ کے سوا کوئی راہ نہیں ہوتی۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر بسنے والا ایک حیوان بنایا ہے اور اسکی حیات کو باقی رکھنے والی سب اشیاء زمین میں ودیعت فرما دی ہیں۔ انسان اگر ایمانداری سے ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے تو تنگی معاش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ زمینی وسعت انسانی آبادی سے کہیں زیادہ ہے اور خدائے بزرگ وبرتر کا یہ اعلان ہے

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔	زمین پر ہر رینگنے والے کا رزق اللہ پر ہے۔

انسانوں نے اس پر کنٹرول کر کے جن بدعنوانیوں اور خرابیوں کو راہ دی ہے۔ ان کو شمار

کرنا بھی مشکل ہے ترقی پسندی کی اس اندھی دوڑ نے انسانوں کی زندگیوں کو خود ان پر تنگ کردیا ہے اور اب اس کے سوا کیا علاج ہے کہ انسان اپنے کو خدا کے سامنے جواب دہ جان کر قدم اٹھائے تو اسی تنگی معیشت سے اسی آن میں فراخی اور وسعت پیدا ہو جائیگی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کی ابتدا اسی سے فرمائی ہے۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْن — انسانو! خدا کو یکتا اور ایک مانو فلاح پا جاؤ گے۔

عقل کے چکر میں پھنسے ہوئے کافر اور فسادات کے سرغنے اس راز کو مدتوں تک نہ سمجھ سکے اور جب سمجھ گئے تو بگاڑ کی جگہ امن و سکون کا انقلاب لے آئے۔ انسانیت کو رونق حاصل ہو گئی۔ یہ سب کچھ اسی زمین پر ہوا ہے اور یہی اس کا آج بھی علاج ہے اب اسکو اختیار کر لیا جائے تو بہتر ورنہ ہزاروں خرابیوں کے بعد اسی کو اختیار کیا جائے گا دور اول کے بگڑے ہوؤں نے یہی کیا ہے اور یہی تاریخ بعثت انبیاء سے ثابت ہے۔

اطاعت رسول

خدا کی اس زمین پر بگڑے ہوئے انسانوں کو ان کی فلاح کے لئے ایمان باللہ یا الیقین باللہ کی دعوت سب سے اول "رسول" ہی نے دی۔ اور ان کے بعد پیچھے اور داعی قسم کے مومنین نے یہ حیرت انگیز قسم کی دعوت اولاً خدا کا مقرر کردہ رسول ہی دے سکتا تھا، کوئی دوسرا نہیں۔ اس لئے ابتداء دعوت ہی سے یہ دستور رہا ہے کہ یہ ہلکی پھلکی، لیکن فلاح انگیز دعوت انسانوں نے اپنے منصوبوں کے مقابلہ میں آسانی سے قبول نہیں کی اور بالکل اسی طرح داعی (رسول) کا مذاق اڑایا ہے جس طرح آجکل منصوبوں اور پلانوں کے لوگ اڑایا کرتے ہیں لیکن تاریخ دعوت یہ ہے کہ اسی انبوہ کثیر میں سے کوئی اس دعوت کو ماننے والا بھی نکل آتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان ہی حالات کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ چنانچہ حصہ اول کے حالات کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے۔

الیقین باللہ اور اطاعت رسول بنیادی طور پر لازم اور ملزوم ہیں مشرکین مکہ نے جب اس پر غور کیا تو انھیں تامل ہوا۔ ان کے نزدیک اولاً تو الیقین باللہ ہی قابل غور

ایک مسئلہ تھا۔ دوسرے اس سے زیادہ سخت اس چیز کے داعی کی رسالت کو تسلیم کرنا تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ خدا کے منکر تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الیقین باللہ کے جو معنی بتلائے تھے اس کے مقابلہ میں وہ یہ کہتے تھے۔

مَا وجدنا علیہ آباءنا — ہم نے اسی پر اپنے آباء کو پایا ہے

اس کے نتیجہ میں الیقین باللہ کے انکار کے ساتھ انکار رسول بھی تھا، ورنہ جہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا تعلق تھا اس کو سب تسلیم کرتے تھے لیکن الیقین باللہ کے داعی کی حیثیت سے انکار کرتے تھے اس کے لئے انھوں نے ایک بہانہ تلاش کر لیا تھا

مَا لهٰذا الرسول یاکل — یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور

الطعام ویمشی فی الاسواق — بازاروں میں پھرتا ہے۔

اہل عرب "نفس رسالت" کے نظریہ سے واقف تھے لیکن اپنے پڑوسیوں (شام ویمن کے نصاریٰ) کی صحبت کی وجہ سے رسالت کا جو حدود اربعہ انھوں نے متعین کر لیا تھا۔ اس چوکھٹہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فٹ نہیں پا رہے تھے اس وجہ سے آپ کے رسول ہونے کا انکار تھا۔ بہرحال آپ کی عدم اطاعت دو وجہ سے تھی

۱۔ الیقین باللہ۔ ان کے نظریہ ما وجدنا علیہ آباءنا کے خلاف تھا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مفروضہ نظریہ کے مطابق نہیں تھے۔

لیکن جب چند دانشمندوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا اور الیقین باللہ اور اطاعت رسول کے برکات انھوں نے دیکھے تو ایمان لائے اور پھر ان ہی ایمان والوں نے محض اطاعت ہی کے ذریعہ جو فلاحی انقلاب دنیا میں پیدا کیا ویسا فلاحی انقلاب بجز اس فلسفہ کے یہ منصوبہ بند اور ازموں کے غلام لا نہیں سکتے۔ کیا ان ازموں پر عقیدہ رکھنے والے غور فرمائیں گے۔

رسالت کے بعد خلافت اور امارت

مذکورہ بالا فلسفہ الیقین باللہ کو قبول کر لینے کے بعد اطاعت رسول کی ضرورت اور لازمیت سامنے آ چکی ہے لیکن اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تعلیمات کا ان

چند پہلوؤں پر غور کرنا چاہیئے جس سے فلاح دارین حاصل ہوا ور دنیا کے بگاڑ اور فساد کو فلاح اور سکون سے بھر دیا جائے۔

موجودہ دور جو نام نہاد ارتقائی دور کہلاتا ہے اس کا نظام موجودہ زمانہ کے اہل دانش نے "کثرت اور حق خود اختیاری" پر رکھا ہے جس کے تسلسلی بگاڑ کا انجام وہی ہے جو نظروں کے سامنے ہے۔ یہ نظام اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا۔ اسلام کا نظام جو فلاح اور سکون کا ضامن ہے وہ ہے "اطاعت" یعنی ہر چھوٹا بڑے کی مانے گا جس کا لازماً نتیجہ سکون اور فلاح ہے اسلامی اصطلاح میں اس کا نام قیام امارت اور خلافت ہے جس کو مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیدیا گیا ہے۔

لا اسلام الا بامارۃ ولا امارۃ الا بطاعۃ — اسلام بلا امیر کے نہیں اور امیر بلا طاعت کے نہیں

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قیام امارت اور خلافت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے مقدم رکھا گیا، اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت قائم ہو گئی تو قبائل نے عدم اطاعت کا اعلان کر دیا۔ اس کو اہل تاریخ اور سیرت نے ارتداد سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہ حقیقتہً بغاوت تھی ارتداد نہیں تھا (جیسا کہ آئندہ صفحات میں ہم نے ثابت کیا ہے) اگر قیام خلافت نہ ہوتا تو وہی قدیم انتشاری دور یعنی قبائلی نظام اور وہی ذہنیت ابھر آتی جیسا کہ آج خلافت کے برباد ہونے کے بعد جغرافیائی ذہنیت ابھر آئی ہے جو جاہلیت اولیٰ کی ایک شکل ہے۔ حیرت ہمیں اس پر ہے کہ بعض علماء کا اس پر عقیدہ ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں بکثرت اس کا توڑ ملتا ہے۔ آپ نے لوگوں کو انفرادی زندگی سے ہٹا کر اجتماعی زندگی پر اور اجتماعی زندگی کو امیر کے تابع قرار دیدیا ہے انفرادی نماز کے مقابلہ میں جماعت کے ساتھ امام کی اقتدا میں نماز بدرجہا مراتب بلند ہے حدث فی الصلوٰۃ میں امام کی جگہ فوراً ہی خلیفہ کا تقرر، صلوٰۃ خوف میں امام واحد کا وجود، دو مسافروں میں ایک مامور اور ایک امیر، اور تنہا آدمی کو شیطان فرمایا ہے۔ یہ تمام صورتیں اسلام کے کسی نظریہ کی غمازی کر رہی ہیں جس کو آج ذہنوں سے نکال دیا گیا ہے۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ان نظریات کو رکھا جاتا ہے تو ہمارے ہم جنسوں کے ذہن قبول نہیں کرتا۔ اور وہ مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور امیر کے لئے وہی کتابی شرائط نکال لاتے ہیں ہم کہتے ہیں اگر امارت کلی کا قیام ممکن نہیں ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جزوی امارت بھی ملتی ہے۔ آپ نے لشکروں کا امیر مقرر فرمایا۔ لشکر میں بھی مختلف کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا اور ہر شعبہ کے نگران اعلیٰ کا نام امیر رکھا۔ ایک غیر مسلم حکومت (نجاشی حبشہ) میں حضرت جعفرؓ مہاجرین حبشہ کے امیر تھے۔ مگر ہماری جماعتوں کا یہ حال ہے کہ ان کو پریسیڈنٹ (صدر) سکرٹری (ناظم) جیسے جدید القابات سے دلچسپی ہے۔ اسی ڈھانچے کے سربراہ کا "امیر" نام رکھنے سے عار ہے۔

بہرحال ہم نے اپنی کتاب کے حواشی میں متعدد مقامات پر قدیم مباحث سے ہٹ کر اسلام کے بنیادی افکار کو ابھارا ہے تاکہ لوگوں کو تنبہ ہو۔ ہمارے نزدیک اعمال سے قبل افکار کی اصلاح ضروری ہے۔ لوگ جس فکر کے ہوں گے ان کے اعمال اسی فکر کے تابع ہوں گے جدید افکار سے متاثر ہو کر اگر اسلامی مراسم کو ادا بھی کیا گیا تو ان اعمال کے بعد جو فلاحی فائدہ نکل سکتا تھا وہ ہرگز نہ نکلے گا اور یہ بڑے خسارہ کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

غرضکہ کتاب کے حواشی اور اس کی ترتیب جدید میں خوب محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرمائے اور قیامت تک اس سے لوگوں کو فائدہ پہونچائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

والسلام

عزیز الرحمٰن غفرلہٗ

مدنی دارالافتا

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور

۲-۷-۲ ۔ ۹۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات سنہ ۷ھ

١ غزوہ خیبر
٢ حرمت متعہ
٣ فتح فدک
۴ سریہ ابی بکر صدیق رض
۵ سریہ بشیر رض
۶ سریہ غالب
۷ عمرۃ القضا
۸ عقد میمونہ رض
۹ اسلام جبلہ غسانی
۹ اسلام فروہ جذامی

ترتیب

حالات ۷ھ

غزوۂ خیبر جب آپ حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح خیبر کا مژدہ سنایا

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجّل لکم ھذہٖ[1]

اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ بہت مال غنیمت حاصل کرو گے۔ پہلے تمہارے لئے یہ ہے

یعنی خیبر، آپ نے بیس روز مدینہ میں قیام فرمایا، اور اپنے صحابہ سے فرمایا کہ خیبر کے لئے لشکر کا انتظام کرو۔ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ وہی چلیں جن کو جہاد عزیز ہو نہ کہ مال غنیمت۔ روایت ہے کہ آپ نے عبداللہ بن ابی سلول کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، کیونکہ وہ بھی ہمراہی جاتا تھا۔

منافقین مدینہ یہود مدینہ اور منافقین نے جب یہ سُنا تو توقف کیا اور مسلمانوں کو ورغلانا شروع کیا۔ ایک یہودی کا، ایک مسلمان عبداللہ بن ابی خدرد[رض] پر پانچ درہم قرضہ تھے۔ اس نے تقاضہ کیا۔ عبداللہ نے کہا تھوڑا صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کریگا میں تمہارا قرضہ ادا کردوں گا اس نے کہا خیبر کی جنگ کو اب تک کی لڑائیوں پر قیاس نہ کرو۔ توریت کی قسم دس ہزار بہادر وہاں موجود ہیں۔ عبداللہ نے کہا، خدا کے دشمن ہماری امن میں رہتے ہوئے ہمیں بزدلی سکھاتا ہے۔ غرضکہ دونوں کا جھگڑا دربار رسالت میں پیش ہوا۔ آپ نے حضرت عبداللہ سے فرمایا۔ اس کا قرضہ دو۔ بولے میں نے دو کپڑے تین درہم میں فروخت کئے ہیں، دو درہم اور کہیں سے فراہم کرکے اس کو دیدوں گا۔ سلمہ بن اسلم[رض] نے مجھ کو کپڑا دیدیا ہے، وہ پہن کر میں غزوۂ خیبر میں شرکت کرونگا

خیبر کو روانگی آپ نے مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر کیا اور ایک ہزار چار سو مجاہدین ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ حضرت ام سلمہ[رض] اور بیس مستورات اور تھیں جنکو زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے ہمراہ لیا گیا تھا۔ مقدمۃ لشکر پر، عکاشہ بن محصن کو میمنہ پر عمر بن خطاب[رض] کو اور میسرہ پر حضرت علی[رض] کو مقرر فرمایا۔ لیکن یہ روایت بے اصل ہے۔ کیونکہ حضرت علی[رض] شروع سے ساتھ

[1] حاشیہ صفحہ ۲ پر

نہ تھے۔ وہ بعد میں آکر شریک ہوئے اور جھنڈا دیا گیا۔ اور خیبر اُن کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ لشکر میں ۲۰۰ سو گھوڑے اور بے شمار اونٹ تھے تین گھوڑے خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ قبیلہ اشجع کے ۲ دو آدمی رہنمائی کے لئے ساتھ تھے۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے یہود خیبر کو اطلاع دی کہ لشکر اسلام آرہا ہے۔ تم لوگ سامان حرب اور تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہو اور مسلمان کم ہیں۔ ان سے باہر نکل کر جنگ کرو۔ یہود خیبر نے اپنے دو آدمیوں کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس کو اپنے حلیف بنی غطفان کے پاس طلب امداد کے لئے بھیجا کہ اگر خیبر میں ہم جیت گئے تو آدھی پیداوار خیبر کی تمھیں دی جائے گی۔ لیکن غطفان نے مسلمانوں کے خوف سے قبول نہ کیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جب آپ مقام رجیع میں پہونچے کہ وہاں سے غطفان یک شبانہ روز کی راہ پر ہے غطفان نے یہودیوں کی امداد کے لئے تیاری شروع کردی تھی لیکن راستہ میں جب انھوں نے محسوس کیا کہ پیچھے مسلمانوں نے ان کے اہل وعیال پر حملہ کردیا تو واپس ہوگئے۔ اور یہودی مایوس رہ گئے۔

بہرحال یہود نے اپنے سردار سلام بن مشکم سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ عبداللہ بن ابی سلول کی رائے درست نہیں ہے۔ ہمیں قلعوں میں محصور ہو جانا چاہیئے۔ روایت ہے حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں جب ہم مدینہ سے باہر آئے، تو کسی آدمی نے عامر بن سنان بن اکوعؓ سے حدی خوانی کو کہا۔ انھوں نے عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار " اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا "، پڑھے۔ اونٹ بھی خوب مست ہو کر تیز رفتاری سے چلے اور لوگوں کو بھی فرحت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کون ہے؟ عرض کیا گیا۔ عامر بن سنان ابن اکوعؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ رحم فرمائے یا فرمایا " اللہ مغفرت فرمائے۔ آپ کی عادت شریفہ تھی جس کے بارے میں یہ فرماتے تھے وہ شہید ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور اس کے لئے شہادت لازم ہوگئی۔ آپ اس کے لئے دعا فرماتے

صفحہ ۱۹ کا حاشیہ } لہ سورۂ فتح۔ اکلیل علی مدارک التنزیل میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ آیت مبارکہ میں فتح خیبر مراد ہے۔ ج ۶ ص ۲۰۷

کہ اس کی عمر دراز ہوتی تاکہ ہم اس سے اور مستفید ہوتے۔ بہرحال عامر خیبر میں شہید[1] ہو گئے اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عامرؓ خاموش ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ان اشعار کو شروع کیا، اور کچھ اضافہ بھی کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ اس پر رحم فرمائے۔ وہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔

روایت ہے کہ جب آپ مقام "صہبا" میں پہونچے۔ کھانا طلب فرمایا اور بعد فراغت سب نے وضو کر کے نماز ادا کی۔ آپ نے رہبروں کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا، اس وقت ہم غطفان اور خیبر کے درمیان ہیں لہٰذا اب نہایت احتیاط کے ساتھ رہنمائی کرو۔ ان دو[2] رہبروں میں سے ایک کا نام حسیل تھا۔ اس نے ایک جگہ پہونچ کر کہا۔ یہاں سے بہت سے راستے ادھر اُدھر کو جاتے ہیں۔ سب ہی راستوں سے خیبر پہونچا جا سکتا ہے۔ آپ فرمائیں کہ کس راہ کو اختیار کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ایک راستہ کا نام لو۔ عرض کیا حزن۔ فرمایا یہ راستہ بھی ٹھیک نہیں۔ بشاش فرمایا یہ بھی ٹھیک نہیں۔ حاطب۔ فرمایا، یہ بھی ٹھیک نہیں۔ مرحب۔ فرمایا یہ راستہ ٹھیک ہے اس سے چلنا چاہئے۔ حضرت عباد بن بشرؓ، لشکر کے نگراں تھے، اُنھوں نے یہودیوں کا ایک جاسوس پکڑ لیا اور دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ ہم کو بنی غطفان کی طرف بھیجا گیا تھا، وہ دس ہزار بہادروں کے ساتھ خیبر کی مدد کو آ رہے ہیں۔ حضرت عباد نے خبر کو غلط جانا اور اس کو مارنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ اگر امن ہو تو عرض کروں؟ فرمایا۔ امن ہے۔ جاسوس نے بتلایا، یہودی تم سے بہت خوفزدہ ہیں اور قلعہ بند ہو چکے ہیں۔ مجھے تمہارے لشکر کی تعداد دریافت کرنے بھیجا تھا۔ حضرت عباد نے جاسوس کو حضور کی خدمت میں پیش کیا اور سب حال بتلایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو اپنے پاس محفوظ رکھو تاکہ اس کی صداقت ظاہر ہو جائے۔

---

[1] اس واقعہ میں لطیف اشارہ ہے کہ وجد و سماع اسوۂ پیغمبراں نہیں ہے جو لوگ اس طریقہ کو اختیار کرتے ہیں اُسوۂ رسول سے روگرداں ہیں۔ العیاذ باللہ [2] یہ عربی تہذیب ہے کہ ان کے اسماء سے حقائق کا پتہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ عجمی تہذیب ہے کہ گیدڑ کا نام شیر رکھ دیا جائے۔ بہرحال اتباع رسول یہ ہے کہ ہر چیز میں مستحسن چیز کو اختیار کیا جائے۔

خیبر میں داخلہ

روایت ہے کہ آپ وادی حوضہ سے خیبر کے قلعوں کے درمیان داخل ہوئے تھے۔ داخل ہوتے وقت آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اللھم رب السمٰوٰت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین ورب الریاح اسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر ما فیھا واعوذبک من شرھا ومن شر ما فیھا۔

روایت ہے کہ جب خیبر میں داخل ہونے کے قریب ہوئے تو تھوڑا توقف فرمایا، اور سب صحابہؓ کو یہ دعا پڑھنے کا امر فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اللہ کی برکت کے ساتھ داخل ہوجاؤ[1]۔ اور روانہ ہوگئے۔ جب "منزلہ" مقام پر پہونچے، تو اترے اور نماز کے لئے قبلہ مقرر کرکے نماز تہجد ادا کی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے منزلہ میں استراحت بھی فرمائی ہے۔ اور صبح کی نماز غلس سے ادا فرمائی۔

روایت ہے کہ اس شب اہل خیبر بہت غافل سوئے حالانکہ روزانہ پہرہ دیا کرتے تھے اس دن ان کے مرغ نے اذان نہ دی۔ صبح ہوتے ہی لشکر اسلام دیکھا تو انتہائی خوف ان پر طاری ہوگیا۔ آپ نے ان کی پریشانی دیکھ کر ارشاد فرمایا:۔

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا انزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین	اللہ اکبر، خیبر برباد ہوگیا، اور ہم جب بھی کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں، تو کافروں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔

یہ آپ نے تفاؤلاً فرمایا تھا یعنی فتح ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ وحی کے ذریعہ معلوم ہوگیا ہوگا۔ یا آپ نے یہود کے آلات ھدم دیکھ کر فرمایا ہوگا

اہل خیبر سے جنگ

یہود قلعہ میں داخل ہو گئے۔ دروازہ بند کرلیا اور سلام بن مشکم کو خبر دی۔ وہ بیمار تھا مگر اس نے تدبیر حرب کی۔ اور کہا

---

[1] یہ اسلامی تہذیب ہے کہ شہر میں داخلہ کے لئے احسن طریقہ مقرر فرمایا۔ نہ یہ کہ جانوروں کی طرح داخل ہوجائیں۔

جنگ میں قتل ہونا قیدی ہونے سے بہتر ہے۔ لہٰذا جنگ کا ارادہ کرو۔ اہل و عیال کو تو قلعہ "کتیبہ" میں رکھا۔ اور رسد و خوراک قلعہ "ناعم" میں بند کی۔ اور فوجیوں کو "قلعہ نطاۃ" میں رکھا اور سب قلعوں کو مضبوط کر دیا۔ اسی قلعہ میں اس کی موت واقع ہوئی تھی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہودی جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے صحابہ کو وعظ کیا۔ حضرت حباب بن منذرؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ فرمایا۔ کہو۔ عرض کیا یہ جنگ ہمارے مناسب نہیں ہے "قلعہ نطاۃ" سے بہت قریب ہے۔ ان کے تیر آسانی سے ہم تک آجاتے ہیں۔ ہمارے نہیں پہونچ پاتے۔ وہ ہمارے تمام حالات کو دیکھتے رہتے ہیں اور ہم نہیں دیکھ پاتے۔ یہ جگہ درختوں کی ہے۔ ان کی وجہ سے آب و ہوا بھی بدبودار ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہاری رائے ٹھیک ہے۔ کوئی جگہ تلاش کرو۔ تاکہ رات کو وہیں پہونچ جائیں۔ چنانچہ حباب بن منذرؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے "مقام رجیع" کو لشکرگاہ کے لئے پسند کیا۔ کہ وہاں سے آکر قلعوں پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ تین دن تو پورے دن تیر باری رہی۔ مسلمان یہودیوں ہی کے تیر اٹھا کر ان پر برساتے۔ اس میں پچاس مسلمان زخمی ہوئے۔ اتفاق سے اس دن محمود بن مسلمہؓ نے بہت شجاعت سے کام لیا۔ لیکن چونکہ گرمی بہت تھی۔ اس وجہ سے ایک جگہ زیریں قلعہ خالی دیکھ کر لیٹ گئے۔ اوپر سے یہودیوں نے ان کے اوپر پتھر گرا دیا جس سے ان کا سر پھٹ گیا ایک یہودی نیچے آیا اور ان کی پیشانی کی کھال تراش کر لے گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی کی کھال اُن کی پیشانی پر لگا دی اور پٹی باندھ دی۔ مگر عمر پوری ہو چکی تھی شہید ہو گئے۔ روایت ہے کہ حباب بن منذر نے مشورہ دیا کہ یہودیوں کی کھجوروں کے درخت کاٹے جائیں تاکہ اُن کو تکلیف ہو۔ آپ نے کاٹنے کا امر فرما دیا۔ حضرت ابوبکر

لے اس مثال سے دلالۃً یہ چیز ثابت ہے کہ بڑوں اور بزرگوں کی رائے اور تجویز سے اخلاص اور دلائل کے ساتھ اختلاف جائز ہے۔ فقہ اسلامی میں امام ابو حنیفہؒ سے صاحبینؒ کا اختلاف اور پھر امام صاحبؒ کا اختلاف انکے قول کی طرف رجوع اسلام میں بہترین مثال ہے۔ ماشاء اللہ اس سے ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا۔

صدیق رض حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ، خیبر کی فتح کا خدا نے وعدہ کیا ہے۔ ان درختوں سے اپنا ہی نقصان ہوگا۔ آپ نے حضرت ابوبکر رض کی رائے تصویب فرمائی اور چار درخت کاٹے جا چکے تھے کہ آپ نے روک دیا۔ نطاۃ قلعہ کے علاوہ دوسرے قلعوں کے درخت کاٹ دیئے گئے تھے [۱]

جب رات ہوئی تو "رجیع" آکر قیام کیا۔ اور منزل کا خلیفہ [۲] حضرت عثمان رض کو مقرر کیا گیا۔ اور روزانہ قلعہ کے پاس آکر جنگ کی جاتی تھی۔ آپ نے دو جھنڈے بنائے تھے۔ ایک سیاہ جس کا نام عقاب تھا۔ یہ حضرت عائشہ رض کے دروازہ کا پردہ تھا، اور دوسرا سفید، اس کا نام "لوایہ" تھا۔ مسلمانوں کا شعار "یا منصور" تھا۔

روایت ہے کہ جن ایام میں خیبر میں داخلہ ہوا، ہوا گرم تھی۔ خیبر کی کھجوریں کھا کر اکثر صحابہ رض کو بخار آگیا۔ آپ کی دعا سے وہ شکایت دور ہوگئی۔

غلام حبشی کا واقعہ روایت ہے کہ عامر یہودی کے پاس ایک حبشی غلام تھا۔ بکریوں کو چرانے قلعہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ جب واپس ہوا تو دیکھا کہ تمام اہل قلعہ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ دریافت کیا تو بتلایا۔ ہم اس شخص سے جنگ کر رہے ہیں جس نے دعویٰ پیغمبری کیا ہے۔ اتفاق سے اس کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوئی اور وہ بکریاں لیکر لشکر اسلام کی طرف آگیا۔ اور آپ سے عرض کیا، آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ فرمایا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" عرض کیا، اس سے کیا ہوگا، فرمایا، تو جنت میں داخل ہو جائے گا [۳] وہ فوراً ہی مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کیا، میرے پاس یہ بکریاں امانت ہیں کیا کروں؟ فرمایا ان کو لشکر اسلام سے باہر نکال دے اور زور سے آواز دے اور دو چار ڈھیلے ان کی طرف

---

[۱] ۔ حضرت عمر رض لشکر کو بھیجتے وقت وصیت فرمایا کرتے تھے کہ درختوں اور کھیتوں کو نہ کاٹا جائے۔ (زاد المعاد)

[۲] یہ مثال اور غزوات، سرایا اور وفود میں تقرر امیر اور خلیفہ کا اہتمام، مسلمانوں کی کامیابی اور ترقی کے لئے راستہ متعین کر رہا ہے کہ اس نظام کے اختیار کئے بغیر فلاح ممکن نہیں ہے۔

[۳] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جنت کا تصور عرب میں موجود تھا اسی وجہ سے ایک بدوی کو بھی اس کے حصول کی ضرورت تھی۔

پھینک دے، اُمید ہے کہ امانت مستحق کے پاس پہونچ جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور وہ بکریاں اس یہودی کے گھر پہونچ گئیں، تب وہ جانا کہ غلام مسلمان ہوگیا ہے۔ غلام نے یہ کیا کہ ہتھیار لیکر صفِ قتال میں آیا اور جنگ کرتا ہوا شہید ہوگیا۔ اس کی لاش کو حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو فرمایا "کم عمل اجر زیادہ" اور آپ نے فرمایا، اس کے سرہانے میں دو حورعین دیکھ رہا ہوں۔

فتح قلعہ نطاۃ

ایک شب حضرت عمر رض لشکر کی نگہبانی پر مقرر تھے کہ انھوں نے ایک یہودی کو گرفتار کیا، چاہتے تھے کہ اس کو قتل کریں عرض کیا۔ آپ مجھے اپنے نبی کے پاس لے چلیں، میں ان سے کہوں گا۔ یہودی کو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو وہ بولا اگر جان کی امان ہو تو عرض کروں۔ آپ نے فرمایا، امن ہے۔ یہودی نے کہا۔ اہل خیبر آپ سے بہت خائف ہیں۔ اور آج کی شب میں قلعہ نطاۃ کو خالی کر کے "قلعہ شق" میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ صبح ہوتے ہی قلعہ پر قبضہ کرلیں۔ آپ نے فرمایا، انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ دوسرے روز آپ نے قلعہ نطاۃ کو فتح کرلیا۔ اور اس کے قلعہ "شق" کو فتح کیا۔ تلخیص المغازی اور بعض دوسری کتابوں میں ہے کہ سب سے پہلے آپ نے قلعہ "نطاۃ" کو فتح کیا۔ لیکن محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ سب سے پہلے آپ نے قلعہ "ناعم" کو فتح کیا۔ واللہ اعلم

حضرت عامر کی شہادت

روایت ہے کہ "قلعہ مرحب" پر جنگ ہو رہی تھی کہ مرحب یہودی نے مبارزت طلب کی۔ عامر بن اکوع رض مقابلہ کے لئے آئے مرحب نے جب وار کیا تو اُس کو انھوں نے ڈھال پر لے لیا۔ اور اپنا وار کیا۔ یہودی دراز قد تھا اور یہ پستہ قد تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تلوار ان ہی کی پنڈلی میں آکر لگی اور یہ شدید زخمی ہوگئے اور اسی میں ان کی شہادت ہوئی۔ مقام رجیع میں ان کو اور محمود بن مسلمہ رض دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کردیا گیا۔

روایت ہے کہ جب آپ خیبر سے واپس ہوئے تو سلمہ بن اکوع رض کو بہت ملول پایا۔ دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسید بن حضیر رض اور دوسرے صحابہ رض یہ کہتے ہیں کہ عامر کی وفات چونکہ اپنی تلوار کے زخم سے ہوئی ہے اس وجہ سے عامر کے اعمال باطل ہوگئے۔ ارشاد فرمایا، وہ مجاہد ہے۔ جہاد میں شہید ہوا ہے اور وہ جنت میں ہے۔

ایک معجزہ

روایت ہے کہ خیبر کے قلعوں کے حصار کے دنوں میں ایک دن مسلمانوں پر کھانے میں تنگی ہوئی۔ اتفاق سے قلعہ سے باہر بیس بکریاں پھر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا، کون ہے؟ جو ان بکریوں کو لائے تاکہ ہمارے کھانے کا انتظام ہو۔ حضرت ابوالیسر رضؓ نے عرض کیا، میں۔ یارسول اللہ اور فوراً ہرن کی مانند دوڑتے ہوئے گئے۔ اور دو بکریاں پکڑ لائے جن کو ذبح کیا گیا۔ تمام فوجیوں نے اس کا گوشت کھایا۔ آپ نے ابوالیسر رضؓ کے لئے دعا کی۔ محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے ابوالیسر رضؓ نے عمر طویل پائی اور مسلمانوں کو ان سے بہت فائدہ پہونچا۔

حرمت حمار اور متعہ

روایت ہے کہ ایک دن قلعہ خیبر کے باہر بیس یا تیس گدھے چر رہے تھے مسلمان اُن کو پکڑ لائے اور ذبح کیا اور اُن کا گوشت پکایا۔ جس وقت ہانڈیاں جوش مار رہی تھیں تو آپ ادھر سے گذرے۔ آپ نے دریافت کیا تو عرض کیا گیا، یہ گدھوں کا گوشت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

گدھا شکاری جانور ہے۔ شکاری پرندوں کا گوشت اور نکاح متعہ حرام ہے

فتح قلعہ صعب

ایک دن معتب بن بشر اسلمی رضؓ نے شکایت کی کہ ہمارے قبیلہ کے لوگوں کے پاس کچھ کھانے کو نہیں رہا، دن بہت سختی کے ساتھ گذر رہے ہیں۔ آپ نے دعا کی۔ الٰہی کوئی بڑا قلعہ فتح فرما۔ تاکہ لوگوں کے کھانے کا انتظام ہو۔ آپ نے لشکر کو جمع کیا اور جھنڈا حباب بن منذر رضؓ کو مرحمت فرمایا۔ اور حکم دیا کہ یکبارگی حملہ کیا جائے۔ چنانچہ گروہ اسلمی قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ دہاں سے بہت سا سامان کھانے کا ملا۔ خمیر کے مشکیزے بھرے ہوئے تھے جو قلعہ سے لائے گئے۔ اتفاق سے مسلمانوں میں سے ایک شخص دو عبداللہ رضؓ کو صبر نہ ہو سکا۔ اور اس نے اس میں سے کھایا۔ جس کی اطلاع حضور کو دی گئی۔ آپ خفا ہوئے اور جوتوں سے ان کی تادیب فرمائی کیونکہ یہ چند بار ایسا کر چکے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا "اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ایسا مت کہو۔ یہ خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں۔[ل]

ل معلوم ہوا کہ کسی کلمہ گو پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

فتح قموص بیان کیا گیا ہے کہ جن ایام میں قموص کا محاصرہ کیا گیا۔ ان ہی دنوں میں آپ کے سر مبارک میں درد شقیقہ ہو گیا۔ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ آپ میدان جنگ میں تشریف نہیں لے جا سکتے تھے۔ آپ نے جھنڈا حضرت ابوبکر رض کو مرحمت فرمایا۔ انھوں نے شدید جنگ کی مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت عمر رض کو جھنڈا مرحمت فرمایا مگر فتح نہ ہو سکی۔ یہ بھی روایت ہے کہ پہلے روز عمر رض کو اور دوسرے روز حضرت ابوبکر رض کو جھنڈا مرحمت فرمایا تب آپ نے ایک رات کو ارشاد فرمایا

صبح کو جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ کو دوست رکھتا ہے اور
اللہ اُسے دوست رکھتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دیگا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اے محمد بن مسلمہ رض" کل کو تیرے بھائی کا قاتل قتل ہو جائے گا۔ حضرت سہل بن ساعدی رض کہتے ہیں کہ جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا تو رات بھر صحابہ رض کو انتظار رہا۔ کہ دیکھئے! وہ کون قسمت والا ہے جس کو صبح کو جھنڈا عطا ہوگا۔ بریدہ بن حصیب رض کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک ہی کو اپنے بارے میں یہ اُمید تھی۔ قریش کی رائے تھی کہ جھنڈا حضرت علی رض کو ملے گا۔ مگر وہ آشوب چشم کی وجہ سے پیر بھی نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ جب انھوں نے سنا تو دُعا کی:۔

اللّٰهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت	الٰہی! تو جس کو منع کرے اُسے کوئی نہیں دے سکتا۔ اور جسے دے اُس کو کوئی نہیں روک سکتا۔

حضرت علی رض اس مرض کی وجہ سے مدینہ سے بعد میں روانہ ہو رہے تھے۔ ایاس بن سلمہ رض کہتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی سب حضور کے خیمہ کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رض کہتے ہیں میں حضور کے سامنے سر جھکائے اسی اُمید میں بیٹھا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے فرمایا میں نے اس دن کے علاوہ کبھی امارت کو پسند نہیں کیا

جنگ علی رض آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ اور دریافت کیا علی رض کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ فرمایا ان کو لاؤ۔ ایک آدمی اُن کا ہاتھ پکڑ کر لایا۔ آپ نے ان کا سر آغوش میں لیا، اور لعاب دہن آنکھوں میں لگایا اور ملا۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں یہ دُعا آپ نے میرے لئے ہی کی تھی:۔

اللّٰھم اذھب عنا الحر و البرد الٰہی ہم سے گرمی، سردی دور کر دے۔

اسی وقت شفا کلی حاصل ہوئی۔ اور پھر کبھی میرے سر اور آنکھوں میں درد نہیں ہوا۔ میں سخت گرمیوں میں موٹے کپڑے اور سردیوں میں ہلکے کپڑے پہن لیتا تھا۔ مجھے گرمی سردی نہیں ستاتی تھی۔ آپ نے اپنا زرہ پہنایا۔ ذوالفقار ہاتھ میں دی اور جھنڈا مرحمت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا جاؤ ان سے جنگ کرو۔ میں نے عرض کیا، میں اس وقت تک اُن سے جنگ کروں گا جب تک وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

قسم خدا کی، ایک آدمی کو تیری وجہ سے اگر ہدایت مل جائے

تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹ سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت علی رضؓ روانہ ہوئے اور قلعہ کے سامنے جھنڈا گاڑ دیا۔ یہودیوں نے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ فرمایا۔ میں علی بن ابی طالبؓ ہوں۔ یہ سُنکر یہود گھبرا گئے اور بولے قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہو جائیگا۔ سب سے پہلے حارث قلعہ سے اپنا لشکر لیکر باہر آیا، اور مسلمانوں میں سے سات کو شہید کر دیا۔ حضرت علی رضؓ اس کے مقابل ہوئے اور اُس کو ایک ہی وار میں جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد مرحب جو بہادران خیبر میں یکتا تھا، اپنا لشکر لیکر باہر آیا۔ یہ دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔ دو تلواریں تھیں۔ سر پر خود اوڑھے ہوئے تھا۔ اس کے نیزہ کی انی بھی تین سیر سے زیادہ تھی۔ مسلمانوں میں سے کوئی اس کے مقابلہ کو باہر نہ آیا۔ تب حضرت علیؓ باہر تشریف لائے۔ مرحب نے جب نام دریافت کیا تو خوفزدہ ہو گیا، کیونکہ رات کو اس نے خواب دیکھا تھا کہ ایک شیر نے اُس کو پھاڑ دیا ہے۔ مرحب نے حضرت علی پر وار کیا۔ جس کو انھوں نے ڈھال پر روکا، اور پھر ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار کندھے سے گزرتی ہوئی زمین پر آ کر رُکی اور کافر کی دو پھانکیں ہو گئیں۔ یہ جو روایت ہے کہ مرحب کو محمد بن سلمہؓ نے قتل کیا ضعیف ہے [۱]

یہودی مرحب کے قتل ہوتے ہی قلعہ کی طرف بھاگے اور لشکر اسلام اور حضرت علیؓ نے

---

[۱] زاد المعاد میں ابن قیم نے تحریر فرمایا ہے۔ اصل میں قتل حضرت علیؓ نے ہی کیا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ نے تو اپنے بھائی کے انتقام میں اسکی گردن جسم سے علیحدہ کی تھی۔ اسی وجہ سے راویوں کو اشتباہ ہو گیا ہے۔

ان کا تعاقب کیا۔ بھاگتے ہوئے ایک یہودی نے حضرت علی رضؓ پر وار کیا جس کو انھوں نے روکا، اور ان کی ڈھال زمین پر گر پڑی۔ فوراً ہی دوسرے یہودی نے وہ ڈھال اٹھالی اور ستر یا اسّی یہودیوں نے یکبارگی حضرت علی پر حملہ کیا۔ حضرت علی رضؓ نے جوش میں آکر قلعہ خیبر کے کیواڑ کو اکھاڑ کر ڈھال بنایا اس کیواڑ کو چالیس آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حضرت علی رضؓ کی یہ شجاعت دیکھ کر یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور امن طلب کی۔ آپ نے فرمایا امن ہے۔ تم میں سے ہر آدمی بقدر ایک اونٹ کے خوراک لیکر قلعے سے باہر ہو جائے اور کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لے جائے۔

روایت ہے کہ جب جنگ ختم ہوگئی تو حضرت علی رضؓ نے اس کیواڑ کو پھینک دیا جو اسّی یا ستر قدم پر جاکر پڑا۔ چالیس آدمیوں نے چاہا کہ اس کو اٹھائیں مگر نہ اٹھا سکے[1]۔ جب حضور کو اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے اور حضرت علی کے استقبال کے لئے خیمہ سے باہر تشریف لائے، اور آغوش میں لیا۔ اور فرمایا "علی! میں تجھ سے راضی ہوں۔ حضرت علی پر گریہ طاری ہو گیا۔ دریافت کیا علی! یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا۔ بولے خوشی کا۔ آپ نے فرمایا، میں ہی تنہا تجھ سے راضی نہیں بلکہ خدا بھی راضی ہے اور جبرئیل اور میکائیل بھی راضی ہیں۔ اس کے بعد آپ قلعہ قموص میں تشریف لائے۔

خیبر کا خزانہ

کنانہ بن ابی الحقیق کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ رؤسائے خیبر میں سے تھا۔ آپ نے دریافت کیا وہ خزانہ جو مدینہ سے لائے تھے کہاں ہے۔ عرض کیا وہ تو سامان جنگ اور حوادثات میں ختم ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ بتلا دو۔ خزانہ بہت ہے اور وقت کم گذرا ہے۔ اگر جھوٹ ثابت ہوا تو تمھیں امن نہ دی جائے گی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ نے شادی یا کسی جشن کے موقعہ پر اپنے زیورات کنانہ کے پاس رہن رکھ دیے تھے، قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ ان زیورات کو یہ اپنے ساتھ لے آیا تھا جس وقت قلعہ نطاۃ فتح ہوا تھا اُس وقت ایک اونٹ کی کھال میں بھر کر سی دیا اور ایک جنگل میں اُس کو گاڑ دیا۔

روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ کو خبر دی کہ ہم نے فلاں جنگل میں کنانہ کو پھرتے دیکھا تھا۔ آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضؓ کے ساتھ ایک جماعت کو کیا۔ اور اس خزانہ مدفونہ کو اس جنگل سے برآمد کر لیا۔

---

[1] یہ حدیث موضوع ہے اس کا راوی شیعہ ہے اور اس واقعہ کے تمام طرق غلط اور منکر ہیں۔ تذکرۃ الموضوعات ص ۹۶

آپ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ رضؓ کے سپرد فرمایا کہ اپنے بھائی کے بدلے اس کو قتل کردو لیکن یہود خیبر کی خوشامد کی وجہ سے اس پر احسان کیا کہ قتل نہیں کیا۔

مالِ غنیمت یہود کی عورتوں کو باندی بنالیا گیا۔ ان کا اموال اکٹھا کیا گیا۔ تمام قلعوں سے بےشمار ہتھیار، کھانا اور سامان اور بےشمار بکریاں ہاتھ آئیں۔ بےشمار توریت کے نسخے ہاتھ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ یہودیوں ہی کو دیدئے جائیں[۱]۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص مال غنیمت میں خیانت نہ کرے، کیونکہ یہ عار اور عیب کی بات ہے اور دوزخ کی آگ ہے۔ اتفاق سے ایک حبشی غلام نے جو آپ کا خادم تھا، ایک جانور کی رسی اُٹھالی، اس کا نام کرکرہ تھا۔ ایام خیبر میں اس کا انتقال ہوگیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا "اس پر دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے"

روایت ہے کہ ایام خیبر میں ایک آدمی کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا، آپ حضرات ہی اس کے جنازے کی نماز پڑھیں۔ یہ سنکر صحابہ رضؓ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا، اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ دو درھم کی قیمت کا ایک دانہ چرالیا تھا[۲]۔

جس دن مال غنیمت جمع کیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا، کوئی آدمی اپنا پانی دوسرے کی کھیتی میں داخل نہ کرے۔ (مراد باندیوں سے وطی کرنا ہے۔ اور ارشاد فرمایا جب تک ان باندیوں کی عدت پوری نہ ہو جائے اُس وقت تک ان سے وطی نہ کرے۔ (عدت سے مراد استبراء رحم ہے)

تقسیم مالِ غنیمت جب سب مال غنیمت جمع ہو چکا تو آپ نے زید بن ثابت رضؓ کو فرمایا لشکر کی شمار کی جائے۔ کل ایک ہزار چار سو لشکری تھے۔ آپ نے پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دئیے[۳]۔ اور جو عورتیں تیمار داری کے لئے ہمراہ تھیں اُن کو بھی کچھ

---

[۱] اس سے ثابت ہے کہ مذہب باطل کی بھی مذہبی کتابوں کا احترام ضروری ہے [۲] ایسے دیہاتی لوگ آئندہ چل کر سارے عالم کے امین اور رہبر بنے۔ ایسا انقلاب دین حق ہی لا سکتا ہے کیونکہ دین حق کی بنیاد عقیدہ آخرت پر ہوتی ہے اور عقیدہ آخرت ہی ایک ایسی قوت ہے جو جرائم سے باز رکھتی ہے۔ یہ خصوصیت موجودہ نظریات کو حاصل نہیں۔

[۳] حنفی مسلک یہی ہے یہی سیرت رسول اور سیرت صحابہ رضؓ سے ثابت ہے اور یہی معقول بھی ہے

دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کو بھی "پیدل کا حصّہ دیا" اور خمس میں سے ایک حصّہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو بھی مرحمت فرمایا کیونکہ وہ ذوی القربیٰ تھے جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں اور عثمان بن عفان حضور کے پاس گئے اور عرض کیا۔ ہم بھی بنی ہاشم میں سے ہیں کیونکہ ہماری بھی آپ سے قرابت ہے ہم کو بھی مرحمت فرمائیے۔ فرمایا بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ایک ہی ہیں۔ اور آپ نے تشبیک فرماکر ارشاد فرمایا اس طرح ایک ہیں، اور بنی عبد المطلب ہم سے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں جدا نہیں رہے ہیں

یہ بھی روایت ہے کہ جس دن مالِ غنیمت تقسیم ہو رہا تھا۔ اسی دن مہاجرین حبشہ آئے آپ نے حضرت جعفر کو دیکھ کر فرمایا معلوم نہیں ہے مجھے آپ حضرات کے دیکھنے کی زیادہ خوشی ہے یا خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے۔ روایت ہے کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انصاری شریک غزوہ نہ تھے مگر آپ نے ان کو بھی حصّہ دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ حدیبیہ میں شریک تھے۔

حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیمت میں برکت کی دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَلْقِ عَلَیْنَا النَّفَاقَ — الٰہی ہم پر خرچ کرنا مسلط کر دے۔

حضرت فروہ کہتے ہیں۔ ہم نے جب سامان کو فروخت کرنا شروع کیا تو ہمارا اندازہ تھا۔ کہ بہت دنوں میں فروخت ہوگا۔

زہر دینے کا واقعہ صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ جب قموص کو فتح کر لیا تو زینب دختر حارث یہودی اور زوجہ سلام بن مشکم یہودی نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ران اور دست کا گوشت پسند ہے فوراً ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کو بھون کر اس کے گوشت میں خوب زہر ملا دیا۔ اور شام کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے دسترخوان بچھایا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ اور تناول فرمانا شروع کیا۔ ابھی پہلا لقمہ منہ میں رکھ کر چبایا ہی تھا کہ تھوک دیا اور فرمایا۔ مجھ سے ابھی اس گوشت نے کہا ہے کہ اس میں زہر ملا ہے، کوئی نہ کھائے۔ لیکن بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے ایک لقمہ کھا لیا تھا۔ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ناگوار تو مجھے بھی ہوا تھا۔ مگر اس وجہ

سے نہ تھوکا کہ شاید آپ کو کراہت ہو۔ وہ ابھی اپنی جگہ سے اُٹھے بھی نہ تھے کہ ان کے چہرے کا رنگ سبز اور سیاہ ہوگیا اور ایک سال بیمار رہ کر وفات پائی اور یہ بھی روایت ہے کہ فوراً ہی وفات ہوگئی تھی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب اور رؤسا یہود کو طلب فرمایا۔ اور ان سے فرمایا۔ جو کچھ میں دریافت کروں اس کا جواب صحیح صحیح دو۔ دریافت کیا، تمہارے باپ کا نام کیا ہے۔ بولے فلاں، فلاں۔ ارشاد فرمایا غلط۔ بلکہ یہ، یہ ہے۔ عرض کیا بیشک۔ اس کے بعد فرمایا سچ کہنا۔ اگر جھوٹ بولا تو اماں نہ دیا جائے گا۔ تم میں سے گوشت میں زہر کس نے ملایا ہے۔ زینب نے کہا، میں نے۔ دریافت کیا کیوں؟ بولی اس وجہ سے کہ میرے باپ، بھائی، شوہر کو آپ نے قتل کردیا ہے۔ میں نے سوچا اگر آپ نبی نہیں ہیں تو آپ اس کو کھا کر مر جائیں گے اور اگر نبی ہیں تو آپ کو ضرر نہ ہوگا، اور اب میں گواہی دیتی ہوں کہ بیشک آپ خدا کے رسول ہیں۔ روایت ہے کہ آپ نے زینب کو صاف کردیا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے قتل کردیا تھا۔ اس میں اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے بذات خود تو معاف کردیا تھا۔ لیکن ورثائے مقتول نے قصاصاً ان کو قتل کردیا تھا۔ اسی وجہ سے ائمہ شافعیہ کہتے ہیں کہ زہر سے واقع ہوئی موت کا قصاص لیا جائیگا۔ اور معافی سے استدلال کرتے ہوئے ائمہ حنفیہ کہتے ہیں قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ دیت لی جائے گی۔ بعض ائمہ شافعیہ نے کہا ہے کہ قصاصاً قتل نہیں کرایا تھا بلکہ سیاسۃً قتل کرادیا تھا۔ واللہ اعلم

روایت ہے کہ چونکہ آپ نے گوشت کا لقمہ چبا لیا تھا، اسی دن آپ نے "حجامت کرائی" اور ابو ہند نے پچھنے لگائے تھے۔ اور جن جن حضرات نے وہ گوشت چکھ لیا تھا۔ سب نے پچھنے لگوائے۔ گوشت کو زمین کھود کر دبا دیا گیا۔

عقد صفیہ رض

روایت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بھی قیدیوں میں تھیں، اور دحیۂ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں۔ آپ نے ان سے غزوۂ خیبر سے قبل باندی دینے کا وعدہ کرلیا تھا۔ وہ آئے اور عرض کیا کہ وعدہ پورا فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو پسند ہو لے لو۔ انھوں نے حضرت صفیہ کو پسند کیا اور پھر بعد میں آکر عرض کیا وہ صفیہ صاحب جمال

ہیں۔ اور سردار بنی قریظہ و بنی نضیر کی بیٹی ہیں اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے لائق ہیں۔ آپ نے ان کے عوض دوسری باندی مرحمت فرمادی اور یہ بھی روایت ہے کہ سات باندیاں دیں۔ اور حضرت صفیہ کو آزاد کردیا۔ اور ان کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا اور استبرائے رحم تک شب عروسی نہیں فرمائی۔ اور خیبر سے واپسی میں "مقام صہبا" میں صحبت فرمائی۔ حضرت صفیہ کے حالات آئندہ مذکور ہوں گے۔

آراضی خیبر

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جنگ خیبر میں ۱۵ مسلمان شہید ہوئے اور ۹۲ یہودی مقتول ہوئے۔ یہود خیبر نے عذر پیش کیا حضور! آپ ہمیں ملک بدر نہ کریں۔ بلکہ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم خیبر کی آراضی سے خوب واقف اور پیشہ زراعت میں ماہر ہیں۔ آپ ہمیں اس کام پر مامور فرمادیں۔ آپ نے اس شرط کے ساتھ منظور فرمالیا کہ جب ہم چاہیں گے تم سے ملک خالی کرالیں گے۔ اور خیبر کی آراضی کو اس شرط پر سپرد کیا کہ پیداوار کا نصف بیت المال کا اور نصف یہود کا ہوگا۔ ہر سال عبداللہ بن رواحہ جاکر پیداوار کا اندازہ کیا کرتے اور تقسیم کرتے تھے۔

اسلام حجاج بن علاط

جس زمانے میں آپ خیبر میں تھے، حجاج بن علاط السلمیؓ بغرض تجارت شام کو جا رہا تھا۔ مال کثیر ساتھ تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کیا، مکہ مکرمہ میں میرا مال لوگوں پر تقسیم ہے اور بہت مال میری بیوی کے پاس ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ خلاف واقعہ بات کہہ کر اپنا مال حاصل کرلوں آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

حجاج مکہ میں آیا اور تمام قریش سے کہا۔ لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جنگ میں مقتول ہو چکے ہیں۔ اور ان کے احباب گرفتار ہو چکے ہیں اور یہود کے ہاتھ بہت مال آیا ہے۔ وہ اب مسلمانوں کو فروخت کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اموال خریدوں اور مسلمانوں کو خرید کر لاؤں، تاکہ اُن سے یہاں انتقام لیا جائے۔ اس خبر سے مشرکین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سب نے مال جمع کر کے ابن علاط کے حوالے کیا اور اس کی بیوی نے بھی سب خزانہ بتلادیا۔

مسلمانوں کے کانوں میں جب یہ خبر پہونچی تو وہ دل شکستہ ہو گئے اور رو دیئے۔ حضرت عباس بن مطلب کی ٹانگ میں تکلیف تھی وہ صاحب فراش تھے، بہت بےچین ہوئے۔ مگر جرأت سے کام لیا اور کہا کہ خبر غلط معلوم ہوتی ہے۔ اپنے بیٹے قثم سے کہا میری کمر کے پیچھے تکیہ لگادو اور رجزیہ اشعار پڑھو، تاکہ مسلمانوں کا ملال دور ہو۔ سب مسلمان ان کے پاس آکر جمع ہو گئے تھے۔ اور فوراً ہی اپنے غلام کو حجاج کے پاس بھیجا۔ غلام گیا اور حجاج کا جواب لایا کہ اپنے آقا سے کہو فکر نہ کریں اور بات راز میں رکھیں۔ میں دوپہر کو حاضر ہوں گا تخلیہ کریں۔ حجاج دوپہر کو حضرت عباسؓ کے پاس پہونچا اور کہا۔ بشارت ہو خیبر فتح ہو گیا۔ یہودیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندی بنا لیا گیا۔ حضرت صفیہ کو حضور نے خود اپنے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اور ان کو آزاد کر کے عقد زوجیت میں داخل کر لیا ہے۔ یہ حیلہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنا مال نکالنے کے لئے کیا ہے۔ آپ براہ کرم تین دن تک کسی سے ذکر نہ کریں اور بعد تین دن کے آپ کو اختیار ہے۔ حضرت عباسؓ نے غلام کو آزاد کر دیا۔ حجاج اپنا تمام مال لیکر راتوں رات مکہ سے نکل گیا اور مدینہ آگیا۔ بعد تین دن گذرنے کے حضرت عباسؓ حجاج کی بیوی کے پاس آئے۔ اس کی بیوی نے کہا، ابوالفضل! کیا حال ہے؟ فرمایا۔ الحمد للہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے خیبر کو فتح کرا دیا یہودیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندی بنایا۔ اور تیرے خاوند نے جو کچھ کہا ہے وہ تو مال اکٹھا کرنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اگر تو چاہے تو مسلمان ہو کر اس سے جا مل۔ اس کے بعد مسجد حرام میں آئے۔ باوجودیکہ بیمار تھے مگر بہت ہی فرحت کے ساتھ طواف کیا۔ قریش نے جب یہ حال دیکھا، تو دریافت کیا۔ حضرت عباسؓ نے تمام حالات سُنا دیئے جن کو سُنکر کافروں پر بے انتہا غم طاری ہو گیا۔ اور وہ ذلیل ہوئے اور مسلمانوں کے چہرے خوشی سے دمک اُٹھے۔

فتح فدک

اہل سیر نے بیان کیا ہے، آپ نے حوالی خیبر سے محیصہ بن مسعود رضؓ کو فدک بھیجا۔ ... تاکہ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ وہ گئے اور اہل فدک کو سمجھایا۔ اور خیبر کا انجام بتلایا اور اسلام کی دعوت دی۔ دو دن تک وہاں قیام کیا۔ مگر ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب یہ واپس ہونے لگے تو اہل فدک نے کہا، آپ توقف فرمائیں

ہم مشورہ کرتے ہیں۔ اسی اثنار میں قلعہ ناعم "کے فتح ہونے کی خبران کے پاس پہونچی تو وہ بہت گھبرائے اور بولے محیضہ ہماری بات نہ کہنا ہم اتنا زر آپ کو دیں گے۔ انھوں نے کہہ دیا مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ اہل فدک نے اپنے روسار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جنھوں نے نصف آراضی فدک پر آپ سے صلح کرلی اور نصف ان کے پاس رہی۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انھوں نے بقیہ نصف کو پچاس ہزار درہم میں خرید کر اسلامی مملکت میں شامل کردیا۔ اور اہل فدک کو وہاں سے نکال دیا۔ اہل خیبر کے ساتھ بھی حضرت عمرؓ نے یہی معاملہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا، آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا، اگر صلح کے وقت میں موجود ہوتا تو اتنا بھی نہ ہونے دیتا۔ غرضکہ یہود خیبر کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

سورج کا واپس ہونا

جب آپ خیبر سے واپس ہوئے اور مقام "صہبا" میں قیام فرمایا عصر کی نماز کے وقت حضرت علیؓ کی گود میں سر تھا کہ آثار وحی نمودار ہوئے۔ حضرت علی نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی۔ وحی کا سلسلہ دراز ہو گیا کہ سورج غروب ہو گیا جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا، تم نے نماز پڑھی عرض کیا نہیں؟

آپ نے دعا کی۔ الٰہی! علی! تیرے رسول کی طاعت میں تھے ان کے لئے سورج کو واپس کردے۔ اسمار بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج طلوع ہوا، اور اُس کی شعاعیں پہاڑ پر پڑ رہی تھیں اور سب لوگوں نے دیکھا اور حضرت علیؓ نے عصر کی نماز ادا کی۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں، اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ احمد بن صالح نے کہا ہے کہ اہل علم کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ اس حدیث کو محفوظ رکھیں کیونکہ یہ آثار نبوت میں سے ہے۔ قاضی عیاض نے شفار میں امام طحاوی سے یہ بات نقل کی ہے سعد گازرونی جو علمائے شافعیہ میں سے ہیں مختقی میں اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ بعض اہل حدیث نے عمار بن مطر راوی کو ضعیف کہا ہے کیونکہ انھوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لم ترد الشمس الا علی	یوشع بن نون کے علاوہ سورج
یوشع بن نون	کسی کے لئے نہیں لوٹایا گیا

لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ عمار بن مطر کی بعض دوسرے اہل حدیث نے توثیق کی ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے جو تضعیف کی ہے وہ اس قابل نہیں کہ اس کی وجہ سے حدیث کو رد کر دیا جائے۔ اور حدیث ابوہریرہ رضؓ سے اس قدر ظاہر ہو رہا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے صرف یوشع بن نون ہی کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ لہ

غزوہ وادی القریٰ

جب آپ وادی القریٰ میں پہونچے تو وہاں کے سب یہود تیما جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے آپ نے بھی صف بندی فرمائی۔ اور جھنڈا سعد بن عبادہؓ براویت دیگر حباب بن منذر بروایت دیگر سہل بن حنیفؓ بروایت دیگر عباد بن بشر رضؓ کو مرحمت فرمایا۔ پورے دن جنگ رہی۔ اگلے دن صبح کو فتح ہوئی۔ یہودیوں میں سے دس آدمی مقتول ہوئے۔ یہودیوں کے سب اموال پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اتنا کرم فرمایا کہ ان کی آراضی ان کے ہی حوالہ کر دی۔

یہود تیما نے جب وادی القریٰ فدک۔ خیبر کے حالات سنے تو وہ خوف زدہ ہوئے اور صلح کے لئے حاضر ہوئے آپ نے صلح کرلی۔ صحابہؓ جس وادی سے بھی گذرتے تو بلند آواز سے تکبیر کہتے آپ نے فرمایا تم لوگ اس کو پکار رہے ہو جو حاضر ہے اور سنتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور فرمایا میں تم کو جنت کے بیش بہا خزانوں میں سے ایک کلمہ بتاتا ہوں اور وہ یہ کلمہ ہے۔ لاحول الخ

تعریس کی رات

مدینہ منورہ کو واپس ہوتے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شب رات کے آخری حصہ میں آپ نے آرام کرنے کو فرمایا اور

لہ اس حدیث میں درایۃً چند احتمال ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے بھی عصر کی نماز پڑھی تھی۔ اگر پڑھی تھی تو حضرت علی نے آپ کی اقتدا میں دیگر صحابہ رضؓ کے ساتھ جماعت سے کیوں نہیں ادا کی تھی؟ عقل قبول نہیں کرتی کہ حضرت علی سے یہ خطا ہوئی ہو۔ مصنف نے جو کچھ بیان کیا ہے وہی ملا علی قاری نے تذکرۃ الموضوعات میں بیان کیا ہے۔ لیکن علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۹۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے اسکی اصل نہیں ہے اور یہی ابن جوزی نے کہا ہے اس کی سند میں ابن عقدہ رافضی ہے صفحہ ۹۶

فرمایا ، بلال! تم بیدار رہنا اور فجر کا خیال رکھنا۔ چنانچہ آپ اور دیگر صحابہ رض استراحت کے لیے لیٹ گئے۔ حضرت ابوبکر رض نے فرمایا۔ بلال ذرا آنکھوں سے نیند دور کرو بلال صبح کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن ایسا ہوا کہ میں نیند کے غلبہ سے زمین پر گر پڑا۔ اور " انا للہ وانا الیہ راجعون ،، کی آواز سے میری آنکھ کھلی اور یہ بھی روایت ہے کہ سب سے پہلے بیدار ہونے والے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے فرمایا بلال! اٹھو میں گھبرا کر اٹھا ، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز آپ پر غالب آگئی مجھ پر بھی غالب آگئی لوگوں نے مجھ پر ملامت شروع کی۔ خاص طور سے حضرت ابوبکر صدیق رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہاں سے چلو اس وادی میں شیطان مسلط ہے۔ ہم سب لوگ وہاں سے چلے ، اور قدرے چلنے کے بعد پھر اترے ، اور آپ نے مجھ سے اقامت کو فرمایا ، اور یہ بھی روایت ہے کہ اذان دلائی ۔ اور نماز جماعت کے ساتھ ادا کی[1] ۔ اور ارشاد فرمایا " ہماری ارواح اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ جب وہ چاہتا ہے ہمارے ابدان میں واپس کر دیتا ہے۔ دیکھو! جب کسی کی نماز غلبہ نیند کی وجہ سے فوت ہو جائے یا وہ بھول جائے اور جب وہ بیدار ہو یا اس کو یاد آئے فوراً ادا کرے وہی اس کی نماز کا وقت ہے ، اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض سے فرمایا۔ بلال نے نماز پڑھنا شروع کر دی تھی لیکن جب اس پر نیند کا غلبہ ہوا تو سواری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ، اور نیند اس پر غالب آگئی پھر مجھے طلب فرمایا ، اور دریافت کیا تو میں نے عرض کیا ، اس وقت حضرت ابوبکر رض نے فرمایا " بیشک آپ خدا کے رسول ہیں

حرم مدینہ

جب آپ مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو احد پر نظر پڑی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا :

یہ احد پہاڑ ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ ہم سے محبت کرتا ہے ، اے اللہ ! میں دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ " مدینہ منورہ ،، کو حرم قرار دیتا ہوں[2]

---

[1] افضل یہی ہے کہ اس صورت میں اذان اور اقامت سے نماز ادا کی جائے لیکن اگر اقامت پر اکتفا کیا گیا تو بھی جائز ہے۔ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے پہلے سنت فجر ادا کیں اور پھر جماعت سے فرض ادا کئے۔ مستحب یہی ہے

[2] - امام مالک رح کے نزدیک حرم مدینہ کے بھی وہی احکامات ہیں جو حرم مکہ کے ہیں ۔

سریہ ابوبکرؓ

اسی سال ۷ھ میں آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو نجد کی طرف روانہ کیا۔ اور آپ کے ساتھ سلمہ بن اکوعؓ اور حضرات صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کو کیا۔ اُس وقت مسلمانوں کا شعار "امت، اُمت" تھا۔ جنگ میں مسلمان غالب آگئے۔ کافر اپنی عورتوں اور بچوں کو لیکر پہاڑ میں جا چھپے۔ ایک حسین ترین لڑکی "بنی فزارہ" کی میرے ہاتھ آئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو مجھے ہی مرحمت فرمایا۔ میں اس لڑکی کو لیکر مدینہ آیا۔ اور ایک دن بازار میں فروخت کرنے کو لے گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت کیا یہ کہاں سے؟ میں نے عرض کیا۔ یہ آپ کے دوست نے مجھے بخشی ہے آپ نے فرمایا یہ مجھے دیدو۔ میں نے بشوق آپ کو دیدی۔ اور آپ نے اس فزاریہ باندی کو مکہ بھیجدیا اور بہت سے مسلمانوں کو اس کے بدلے آزاد کرایا۔

سریہ بشر بن عبادؓ

اسی سال ۷ھ میں تیس مجاہدین کے ساتھ آپ نے بشر بن عبادؓ انصاری کو بنی مرہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ فدک کے قریب آباد تھے۔ مسلمان رات کے وقت وہاں پہونچے۔ یہ معلوم کرکے کہ وہ سب لوگ باہر گئے ہیں۔ ان کے سب جانور لیکر مدینہ منورہ کو واپس ہوئے جب بنی مرہ کے لوگ، اپنے گھروں کو واپس آئے اور حالات سے باخبر ہوئے تو سب لوگ مسلمانوں کے تعاقب کو چل دیئے۔ اور راستہ میں جالیا۔ مسلمانوں نے تیراندازی سے مقابلہ کیا۔ جب سب تیر ختم ہو گئے تو شدید جنگ ہوئی اور بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ خود بشر بن عباد اتنے شدید زخمی ہوئے کہ مشرکین ان کو مردہ جان کر چھوڑ گئے۔ یہ کسی نہ کسی طرح فدک پہونچے اور وہاں اپنے زخموں کا علاج کیا جب آرام ہوگیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات بیان کئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں ایک سریہ انتقام کے لئے بھیجا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

سریہ غالب بن عبداللہؓ

اسی سال ۷ھ میں ایک سو تیس ۱۳۰ مجاہدین کے ساتھ حضرت غالب بن عبداللہ لیثیؓ کو۔ قبائل بنی عوال بنی عبداللہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ "میفعہ" میں رہتے تھے۔ ان کے ساتھ جنگ کی نوبت آئی۔ کافروں میں بہت سے لوگ مقتول ہوئے۔ مسلمان بہت بڑی تعداد میں ان کے اونٹ اور بکریاں لیکر مدینہ منورہ واپس آئے۔

اس کے علاوہ اس سال آپ نے بہت سے سرایا مختلف اطراف و جوانب کو بھیجے۔ ان تمام کے لئے یہ کتاب گنجائش نہیں رکھتی ہے۔

عمرۃ القضاء

اسی سال ۷ھ میں آپ نے عمرۃ القضا ادا کیا۔ اس کو عمرۃ القضیہ، عمرۃ الصلح، عمرۃ الحدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ جب آپ ۷ھ میں خیبر سے واپس ہوئے تو اطراف مدینہ و مکہ میں بہت سے سرایا بھیجے اور جب ذیقعدہ ۷ھ آیا تو آپ نے حکم فرمایا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب عمرہ کے لئے چلیں۔ کوئی آدمی باقی نہ رہ جائے[1] ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات بھی شریک سفر ہوئے۔ چنانچہ دو ہزار افراد عمرہ کے لئے روانہ ہوئے حضرت ابوذر رض کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا۔ اور ساٹھ یا ستر اونٹ قربانی کے لئے ساتھ لئے۔ اور بہت سے ہتھیار اور سو گھوڑے بھی ساتھ لئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہونچے تو ھدی کے اونٹوں کی نگرانی کے لئے ناجیہ اسلمی کو گھوڑوں کے لئے محمد بن مسلمہ رض کو ہتھیاروں کی نگرانی کے لئے عبد اللہ بن رواحہ کو مقرر کیا۔ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ مشرکین مکہ جب دیکھیں گے کہ ہم ہتھیاروں کے ساتھ آئے ہیں تو رکاوٹ ڈالیں گے۔ ارشاد فرمایا، ہم مکہ میں ہتھیار لیکر داخل نہ ہوں گے اور ہماری تلواریں غلاف میں ہوں گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کو آگے روانہ کردیا۔ جب یہ لوگ مر الظہران پہونچے تو قریش کے کچھ لوگ ملے۔ دریافت کیا تو ان حضرات نے بتلادیا کہ مکہ مکرمہ کا ارادہ ہے اور کل کو اس جگہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نزول فرمائیں گے۔ قریش یہ سنکر مکہ بھاگے ہوئے گئے اور حالات سے باخبر کیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ اور تمام صحابہ نے آپ کی موافقت کی اور روانہ ہوئے۔ قریش نے مکرز بن حفص کو

---

[1] ۔ اس وضاحت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ عمرہ گذشتہ عمرہ کی قضا تھا۔ اور جمہور کا مسلک یہی ہے لیکن علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ یہ مستقل ایک عمرہ تھا۔ ہمارے نزدیک بکثرت دلائل کی روشنی میں علامہ کا خیال غلط ہے۔

کو تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ ہم لوگ عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ اور ہتھیار احتیاطاً ساتھ ہیں۔ جب قریش مطمئن ہو گئے تو داخلہ کی اجازت دی ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو سامان کی حفاظت کے لئے مکہ سے باہر چھوڑا، اور ایک جماعت کو لیکر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کی تلواریں حمائل تھیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو رہنے دو! ان کا یہ عمل کافروں پر بہت گراں ہے۔ اور اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رض کو فرمایا۔ بلند آواز سے یہ پڑھو!

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ نصر عبدہ

واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ

قریش مکہ نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کو یثرب کے بخار نے بہت کمزور کر دیا ہے۔ آپ نے امر فرمایا طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں۔ مشرکین تماشہ دیکھنے کے لئے پہاڑی پر چڑھ گئے تھے جب انھوں نے مسلمانوں کو اس طرح طواف کرتے دیکھا تو تعجب کیا۔ روایت ہے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ مروہ پر تشریف لائے اور ارکان عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ھدی کے اونٹ طلب فرمائے اور ان کو ذبح کیا۔ اور فرمایا۔ مروہ اور مکہ کے تمام گلی کوچے قربان گاہ ہیں [1]

جب صحابہؓ فارغ ہو چکے تو ان کو بھیجدیا، اور جن لوگوں نے عمرہ نہیں کیا تھا، اور بغرض حفاظت سامان باہر موجود تھے ان کو طلب فرمایا۔ ان حضرات نے عمرہ کیا، اور آپ اندرون بیت اللہ تشریف لے گئے۔ ..... اور ظہر کی نماز ادا کی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس مرتبہ آپ بیت اللہ کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے ۔ آپ نے ایک آدمی اس بارے میں مشورہ کے لئے قریش کے پاس بھیجا۔ انھوں نے انکار کر دیا کہ یہ چیز صلح میں موجود نہیں ہے۔ آپ نے حضرت بلال رض کو امر فرمایا کہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہو۔ حضرت بلال نے تعمیل ارشاد کی [2] ۔ علامہ واقدی نے اسی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] ۔ اس طرف اشارہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے کوئی جگہ خاص نہیں ہے

[2] اذان کا واقعہ فتح مکہ کا ہے

عقد میمونہ رضہ

آپ نے جعفر رضہ کو حضرت میمونہ رضہ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا انھوں نے اپنا وکیل حضرت عباس رضہ کو بنایا کیونکہ ان کی بہن ان کے عقد میں تھیں۔ حضرت عباس رضہ آئے اور انھوں نے حضرت میمونہ کا نکاح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت آپ احرام میں تھے یا احرام سے خارج ہو چکے تھے۔

آپ مسجد حرام میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ نے حضرت علی رضہ کو قریش کے پاس بھیجا کہ ہمیں یہاں تھوڑا ٹھہرنے کی اجازت دیدی جائے۔ مگر قریش نہ مانے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ قریش نے معاہدہ کے مرتب سہیل بن عمرو اور عبدالعزیٰ کو جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ اب آپ مکہ سے باہر ہو جائیں آپ نے ارشاد فرمایا ہمیں اتنی اجازت دیدو کہ میمونہ رضہ کے ساتھ عروسی کریں۔ صبح کو طعام ولیمہ میں آپ لوگ بھی شریک ہونا۔ مگر وہ نہ مانے۔ تب آپ نے امر فرمایا۔ سب لوگ نکل جائیں اور سرف میں قیام کریں اور اپنے غلام، ابورافع کو بھیجا کہ وہ میمونہ کو لیکر سرف آجائے۔ اور یہیں آپ نے ان کے ساتھ زفاف کیا۔

واقعہ حضانت

جب آپ مسجد حرام سے باہر آرہے تھے کہ حضرت حمزہ رضہ کی خورد سال بچی عمارہ رضہ چچا، چچا کہتی ہوئی آگئی۔ حضرت علی رضہ نے اس کو گود میں اٹھالیا۔ اور حضرت فاطمہ رضہ کے سپرد کر دیا۔ مدینہ منورہ واپس آنے پر ایک دن حضرت علی رضہ۔ حضرت جعفر، حضرت زید بن حارثہ میں عمارہ کی پرورش کے لئے اختلاف ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک دلائل کے ساتھ اپنے کو اس کا حقدار بتلاتا تھا۔ اس میں اتنی شدت ہوئی کہ آواز بلند ہونے لگی۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے تھے۔ آپ بیدار ہو گئے اور حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائے اور وجہ تکرار دریافت کی۔ ہر ایک نے اپنے کو حقدار ثابت کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو تسلی دی۔ اور ہر ایک کی فضیلت بیان کی۔ حضرت علی سے فرمایا:۔

انت منی وانا منک — تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا:۔

انت اخونا ومولانا — تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے

حضرت جعفر سے فرمایا:۔

اشبہت خلقی — تم میرے مشابہ ہو

اور اس کے بعد ارشاد فرمایا جعفر تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ کیونکہ اس بچی کی خالہ تمہارے گھر میں ہے[1] اور ارشاد فرمایا:۔

لاتنکح المرءۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا — عورت سے اس کی پھوپی اور اس کی خالہ کے اوپر نکاح نہ کیا جائے۔

حضرت جعفر اس سے بہت خوش ہوئے اور ایک پیر سے کھڑے ہو کر آپ کے گرد گشت لگانے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کیا؟ عرض کیا۔ اہل حبشہ اپنے بادشاہ کے سامنے ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا[2]۔ روایت ہے کہ اسی سال خیبر سے واپسی پر ام حبیبہؓ اور مکہ سے واپسی پر حضرت میمونہ رضؓ کے ساتھ زفاف فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب

جبلہ بن ایہم غسانی کے نام

اسی سال ۷ھ میں آپ نے ایک مکتوب جبلہ غسانی کے پاس بھیجا، اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اور آپ کے مکتوب گرامی کے جواب میں اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا۔ اور بہت سے ہدایا حضور کی خدمت میں بھیجے۔

حضرت عمر رضؓ کی خلافت کے زمانہ تک یہ اسلام پر قائم رہا۔ ان کی خلافت کے زمانہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو آیا۔ اتفاق سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ایک فزاری کا پیر اس کے آزار پر رکھا گیا جس سے ازار کھل گیا۔ جبلہ نے غصہ میں آ کر ایک گھونسہ فزاری کے منہ پر مارا جس سے اس کی ناک پھٹ گئی۔ یہ قضیہ حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یا تو فزاری کو خوش کر لو۔ یا قصاص دو۔ جبلہ بولا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں بادشاہ ہوں اور یہ عام آدمی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اسلام کے نزدیک سب برابر ہیں اور تقویٰ کی بنیاد پر امتیاز ہے۔ جبلہ نے کہا تو پھر میں اسلام ترک کر دوں گا۔ فرمایا ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔ جبلہ

---

[1] حنفیہ کا مسلک یہی ہے کہ حضانت کے لئے ماں کی جانب کے رشتہ کو ترجیح حاصل ہوتی ہے

[2] اس سے ثابت ہے کہ کسی قوم کی عادت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

نے کہا۔ اچھا آج کی رات مہلت دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی اور وہ راتوں رات نکل کر قسطنطنیہ چلا گیا اور نصرانی ہو گیا۔ اور اسی حالت پر مرگیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ بعد میں پھر مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام پر ہی اس کا انتقال ہوا۔ یہی شیخ زرندی نے اپنی کتاب اعلام میں بیان کیا اور ابن سعد اور کاتب واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں وہ ایک دن دمشق کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک فزاری کا اس کے پیر پر پیر رکھا گیا۔ جبلہ نے اس کے طمانچہ مارا۔ اور اس فزاری نے حضرت ابو عبیدہ سے شکایت کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے جبلہ سے کہا۔ اپنا منہ اس کے سامنے کردو تاکہ یہ قصاص لے۔ جبلہ نے انکار کردیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ یہ مرتد ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا" لیکن ہم نے شیخ زرندی کے حوالہ سے جو نقل کیا ہے وہ صحیح ہے۔

اسلام فروہ بن عمرو

فروہ بن عمرو جزامی جو روم کے بادشاہ کی طرف سے "بلقا" میں عامل مقرر تھا۔ حضرت عمار کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اور اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکتوب لکھا۔ اور اپنے ایک دوست مسعود بن سعد کو مکتوب اور کچھ ہدایا دیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ ہدایہ میں ایک گھوڑا ایک خچر اور کچھ ریشمین کپڑے اور قیمتی قبا تھے۔ جب فروہ کا قاصد حضور کی خدمت میں پہونچا آپ نے اس مکتوب کو لیکر پڑھا اور اس کے ہدایا قبول کئے خچر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیا۔ اور کپڑے ازواج پر تقسیم کردیئے۔ اور حضرت بلال سے فرمایا کہ قاصد کی خاطر مدارات کریں اور اکرام کا برتاؤ کریں اور جواب میں مکتوب گرامی تحریر فرمایا جس میں مرقوم تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فروہ کے نام۔ تمہارا مکتوب پہونچا۔ خدا نے تمہیں اسلام کی توفیق دی۔ خدا اور رسول کی اطاعت کو اپنے ذمہ لازم پکڑو۔ نماز قائم کرو اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔

حضرت بلال کو امر فرمایا کہ ۱۲۔ اوقیہ سونا جو پانچ سو درہم کے برابر ہوتا ہے قاصد کو دو اور اس کو واپس کردیا۔

روایت ہے کہ فروہ کے اسلام کی خبر جب شاہ روم کو ہوئی تو اس نے فروہ کو طلب کیا اور بہت لالچ دیا۔ اور کہا کہ ہم تمھیں اس علاقہ کا بادشاہ بنا دیں گے تم اسلام سے باز آجاؤ۔ فروہ نے کہا اے بادشاہ تو جانتا ہے محمد اللہ کے رسول برحق ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے ان کی خبر دی ہے آپ تو محض حکومت کے بخل کی وجہ سے اسلام نہیں قبول کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے یہ سُنا اور فروہ کے قتل کا حکم صادر کر دیا اور اس کو سولی پر ٹانگ دیا۔

محمد بن سعد اور واقدی کے بیان کے مطابق اسلام فروہ اور مکتوب جبلہ کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ لیکن چونکہ بعض اہل سیر نے ان دونوں واقعات کو سنہ ھ کے درمیان میں لکھا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے بھی یہاں تحریر کر دیا ہے لیکن غالب گمان یہ ہے کہ جبلہ کے نام مکتوب سنہ ھ میں ارسال کیا تھا۔ کیونکہ حارث غسانی کی حکومت سنہ ھ تک باقی رہی۔ اس کی وفات کے بعد یہ اس کی حکومت پر قابض ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات ۸ھ

(۱) اسلام عمرو بن عاصؓ

۲ - اسلام خالد بن ولیدؓ

۳ سریہ غالب

۴ غزوہ موتہ

۵ غزوہ سلاسل

۶ فتح مکہ

۷ سریہ خالدؓ بن ولید

۸ جنگ حنین

۹ غزوہ اوطاس

۱۰ غزوہ طائف

۱۱ عمرہ جعرانہ

۱۲ واقعہ حضرت سودہؓ

۱۳ منبر نبوی

۱۴ سفارت علاء بن حضرمی

۱۵ سورج گرہن

۱۶ وفد عبدالقیس

ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر
جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر

(حالی)

ترتیب

حالات ۸ھ

اسلام عمرو بن عاص

جمہور اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اور حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عثمان بن طلحہ عبدری ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ۸ھ کے آخر میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ جب ہم احزاب سے واپس ہوئے تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بلند ہو جائیگا۔ لہذا مصلحت اس میں ہے کہ ہم حبشہ چلے جائیں۔ اگر مسلمان غالب ہو گئے تو ہم وہیں رہیں گے اور قریش غالب ہو گئے تو مکہ واپس آجائیں گے میرے ساتھیوں نے اس رائے کی تصدیق کی اور ہم چند آدمی تحفہ لیکر حبشہ پہونچے اور یہ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری دربار نجاشی میں قاصد بن کر آئے تھے۔ اس وقت دربار میں، میں بھی موجود تھا۔ میں نے بادشاہ سے کہا۔ آپ اس قاصد کو میرے حوالے کر دیجئے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ اس طرح میری قوم میں میری عزت ہوگی۔ بادشاہ نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا خاموش! میں نے کہا آپ بادشاہ ہو کر ڈرتے ہیں؟ نجاشی نے کہا عافیت اسی میں ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ محمد رسول برحق ہیں۔ جس طرح حضرت موسٰی فرعون پر غالب آگئے تھے۔ وہ بھی عرب پر غالب آجائیں گے۔ یہ سنکر میں بادشاہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنے ساتھیوں پر ظاہر نہ کیا اور خاموشی سے مدینہ کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں میں نے خالد بن ولیدؓ کو دیکھا۔ کہ وہ بھی مدینہ کو جا رہے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا خدا کی قسم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں، اور میں مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ تب ان سے میں نے اپنا ارادہ بھی ظاہر کیا اور مدینہ منورہ میں پہونچ کر حاضر خدمت ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید مسلمان ہوئے پھر میں نے کہا، آپ اپنا داہنا ہاتھ دیجئے۔ تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں۔ فرمایا یہ کیا؟ میں نے عرض کیا میرے تمام گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:-

ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ — اسلام سے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
والھجرۃ تھدم ما کان قبلہ — اور ہجرت اور حج سے بھی گذشتہ گناہ معاف
والحج یھدم ما کان قبلہؐ — ہو جاتے ہیں۔

اسلام خالد

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ جب ارادہ الٰہی میرے بارے میں ظاہر ہوا تو میرے قلب میں اسلام کی محبت ڈال دی گئی جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر حدیبیہ میں عسفان میں نماز خوف ادا کر رہے تھے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ آپ پر ہاتھ ڈالوں مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ تب میں نے جانا کہ خدا ان کی حفاظت کرتا ہے۔ جب قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوئی تو میں جان گیا کہ قریش کی شوکت ختم ہو جائے گی۔ میں نے نجاشی کے پاس اس وجہ سے جانا مناسب نہ سمجھا کہ وہ خود "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہے۔ بعض دفعہ یہ خیال آیا کہ ہرقل کے پاس جاکر یہودی یا نصرانی ہو جاؤں۔ پھر خیال آیا کہ مکہ ہی میں رہ کر انتظار کرنا چاہیے کہ کیا انجام ہوتا ہے؟ میں اسی تردد میں تھا کہ آپ عمرۃ القضا کے لئے تشریف لائے۔ میرے بھائی ولید بن ولید نے میرے بارے میں دریافت کیا اور اس کے بعد مجھے ایک مکتوب لکھا۔

> مجھے تعجب ہے کہ تم اب تک مسلمان نہیں ہوئے۔ ایک دن
> مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تھا
> کہ خالد کہاں ہیں؟ میں نے کہا خالد کو خدا ہی توفیق دیگا۔
> فرمایا۔ خالد ایسا نہیں ہے کہ اس پر اسلام کی حقانیت مخفی ہو
> اگر مسلمان ہو گیا تو مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں پر اپنی شجاعت
> کا سکہ جما دیگا۔ اے بھائی جلدی کر اور اس دولت کو
> حاصل کر لے۔

میں نے جب یہ مضمون پڑھا، تو بہت خوش ہوا، اور مکہ آیا اور سامان سفر کیا۔ میرے ساتھ عثمان بن طلحہؓ ہو گئے۔ راستہ میں عمرو بن عاصؓ سے ملاقات ہوئی اور ہم سب مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

لہ۔ سیرت ابن ہشام ص۲۱۱ ج ا

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ ہماری آمد کی اطلاع سے آپ بہت خوش ہوئے میں نے لباس سفر تبدیل کیا اور اچھے کپڑے پہنے[۱] میرے بھائی آئے اور کہا جلدی کرو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کر رہے ہیں میں حاضر ہوا، اور السلام علیک یا رسول اللہ کہا۔ آپ نے جواب نہ دیا[۲]۔ پھر میں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ تب آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا "شکر خدا کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کسقدر عناد کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ میرے گناہوں کی معافی کے لئے دُعا کریں آپ نے فرمایا، اسلام لانے سے سب گناہ معاف ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ پھر بھی آپ دُعا فرمائیں آپ نے دعا کی، الٰہی خالد کو معاف فرما۔ میرے بعد عمرو اور عثمان مسلمان ہوئے۔ خدا کی قسم جس دن سے میں مسلمان ہوا ہوں، مسلمانوں کو جو مہم بھی پیش آئی ہے کوئی میری برابری نہ کر سکا[۳]

سریہ غالبؓ (۱)

اسی سال ۸ھ میں آپ نے غالب بن عبداللہ لیثی کو ایک جماعت کے ساتھ مقام "کدید" بھیجا۔ یہ جگہ پہاڑ پر آباد ہے۔ جندب بن مکیثؓ کہتے ہیں، میں اس سریہ میں موجود تھا۔ شام کے وقت ہم ایک جگہ چھپ گئے جب اس قوم کے جانور واپس آئے اور انھوں نے ان کا دودھ نکالا اور رات ہو گئی تو ہم نے شب خون مارا۔ اور ان کے تمام جانور ہانک لائے۔ صبح ہوتے ہی انھوں نے ہمارا تعاقب کیا اور ہم سے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ درمیان میں ایک نالہ تھا۔ ہم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابر و باراں سے اس نالہ کو اس قدر لبریز کر دیا کہ وہ لوگ پار کرنے کی ہمت نہ کر سکے اور ہم سب لوگ مدینہ منورہ واپس آ گئے

سریہ غالبؓ (۲)

اسی سال ۸ھ میں آپ نے حضرت غالب بن عبداللہ کو انتقام لینے بھیجا جس کا ذکر سریہ بشر بن عباد میں ہو چکا ہے۔ آپ نے دو سَو

۱۔ معلوم ہوا کہ اہم موقع پر لباس تبدیل کر کے جانا خصوصاً بزرگوں کے یہاں حاضری کے وقت یہ سنت صحابہ ہے وفد عبد القیس میں بھی اس قسم کا ذکر آئے گا۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ کافر کے سلام کا جواب نہ دینا چاہیے۔

۳۔ سیرت ابن ہشام ص ۲۱۱ ج ۲

مجاہد حضرت زبیرؓ کے تحت کئے اور جھنڈا مرحمت فرمایا۔ اسی درمیان حضرت غالب بن عبداللہؓ آگئے اور فتح کی خوشخبری سنائی۔ آپ نے وہ دو سو مجاہدین ان کے تحت روانہ کئے۔ ان ہی مجاہدین میں حضرت اسامہ بن زید، عقبہ بن عمرو انصاریؓ۔ کعب بن عجرہ رضؓ بھی تھے۔ ان سب لوگوں نے اس قوم پر اچانک حملہ کر دیا۔ جنگ عظیم واقع ہوئی مشرکین میں سے بہت سے قتل ہوئے۔ ان کے اونٹوں اور بکریوں کو پکڑ لیا گیا اور مشرکین کو غلام بنا لیا گیا۔

دوران جنگ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت نہیک بن مرداسؓ کو حضرت اسامہ بن زیدؓ نے دیکھا اور ان کا تعاقب کیا اور مارنے کے لئے تلوار اٹھائی، انھوں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا۔ مگر حضرت اسامہ نے سمجھا کہ یہ خوف کی وجہ سے ایمان کا اظہار کر رہا ہے۔ اُس کو قتل کر دیا۔ جب غالب بن عبداللہؓ مدینہ واپس ہوئے تو تمام حالات بیان کئے۔ جس وقت نہیک کے قتل کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے دریافت فرمایا "اسامہ! یہ کیا؟ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا حضور اس نے تلوار کے ڈر سے ایسا کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا" اور بار بار فرمایا۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی کلمہ گو کو قتل نہیں کیا[1]، تلخیص المغازی اور بعض دوسری کتابوں میں حضرت اسامہؓ کا واقعہ سریہ غالب ۸ھ میں ذکر کیا ہے۔ جس سریہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے[2]۔

غزوہ موتہ

اہل سیرت نے بیان کیا ہے کہ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمرؓ کو مکتوب دیکر حاکم بصرہ کے پاس بھیجا تھا وہ جب مقام "موتہ" میں پہونچے تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے ان کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ کو بہت قلق ہوا۔ آپ نے حکم فرمایا حارث کے انتقام کے لئے سب لوگ مقام "جرف" میں جمع ہو جائیں۔ سب مسلمان وہاں جمع ہو گئے جنکی تعداد

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۲۶

[2] اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ پانچ سرایہ غزوہ موتہ سے قبل واقع ہوئے ہیں مثلاً سریہ ابن ابی العوجاء ۱ سریہ غالب ۲ ۳ ۴ سریہ شجاع ۵ سریہ کعب بن عمیر۔ ان کی تاریخوں میں اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے۔ مواہب ص ۲۶۳ تا ص ۲۶۷ ج ۲

تین ہزار تھی۔ آپ نے ظہر کی نماز جرف میں ادا کی۔ اور سفید جھنڈا ترتیب دیا۔ اور زید بن حارثہ کو مرحمت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا، اگر زید شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ جھنڈا ہاتھ میں لیں۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہے کہ مشورہ سے اپنا امیر منتخب کر لیں۔

روایت ہے کہ جعفرؓ نے جب یہ سُنا تو عرض کیا۔ حضور! آپ نے مجھ پر زید رضؓ کو امیر مقرر کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ کا رسول جانتا ہے کہ خیر کس میں ہے۔ بہر حال آپ نے اس لشکر کو ثنیۃ الوداع تک رخصت کیا اور وصیتیں فرمائیں کہ مقتل حارث پر جاؤ اور پہلے اس کے قاتل کو اسلام کی دعوت دو پھر جنگ کرو۔

روایت ہے کہ حضرت زید رضؓ اسلامی لشکر کو لیکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو دشمن کو خبر ہو گئی۔ اس نے فوراً ہی ایک لشکر تیار کیا اور جاسوس کا ایک دستہ، اسلامی لشکر کی معلومات فراہم کرنے کے لئے پہلے ہی روانہ کر دیا۔ اس دستہ کی قیادت شرجیل کا بھائی سدوس کر رہا تھا۔ اسلامی لشکر نے اس دستہ کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ سدوس بھی مارا گیا۔ جب اس کی اطلاع شرجیل کو ہوئی تو وہ گھبرایا، اور شاہ روم کو امداد کے لئے لکھا۔ اس طرح شرجیل کے پاس ایک لاکھ فوج اکٹھا ہو گئی۔ مسلمان اتنی بڑی تعداد دیکھ کر گھبرائے اور مشورہ کیا۔ کیا کرنا چاہیے؟ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے فرمایا ہم کو کثرت اور قوت سے نہ گھبرانا چاہیے۔ ہمارے سامنے دو چیزیں ہیں فتح یا شہادت۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ سب صحابہ رضؓ نے اس رائے پر اتفاق کیا۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، میں اس لشکر میں موجود تھا۔ جب دوست اور دشمن کی فوجیں مقابل ہوئیں تو میں اتنی بڑی تعداد اور سامان حرب دیکھ کر حیران رہ گیا۔ حضرت زید رضؓ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا انھوں نے اتنی جنگ کی کہ شہید ہو گئے۔

روایت ہے ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر رضؓ نے ہاتھ میں لیا اور گھوڑے سے نیچے اُتر آئے اور گھوڑے کو اپنے پیچھے کیا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا واقعہ ہے کہ گھوڑے سے نیچے اتر کر اور اس کو اپنے پیچھے رکھ کر جنگ کی ہو۔ حضرت جعفر رضؓ دشمنوں کے جھنڈ میں گھس گئے۔ اور زبردست جنگ کی۔ جب ان کا ایک ہاتھ قلم ہو گیا۔ تو دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا۔ جب دشمن نے اسکو بھی

قتل کر دیا تو آپ نے جھنڈا اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اسلامی جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا لیکن دشمنوں کی مسلسل یورش سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، میں اس لشکر میں موجود تھا حضرت جعفرؓ کے جسم پر میں نے نوّے زخم شمار کیے تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ پچاس زخم تھے[۱] تو فوراً ہی جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اٹھا لیا اور نہایت شدت کے ساتھ جنگ شروع کی۔

سیرت کی بعض کتابوں میں مرقوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ دوران جنگ میں ان کے چچا کے بیٹے نے ان کے سامنے گوشت کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ انھوں نے وہ لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ معلوم ہوا کہ حضرت جعفر شہید ہو گئے ہیں۔ فوراً ہی وہ لقمہ تھوک دیا اور لڑائی شروع کی۔ اس میں ان کی ایک انگلی کٹ گئی تھی اور جنگ میں حارج ہو رہی تھی کہ فوراً ہی اس کو پیر کے نیچے داب کر علیحدہ کر دیا، اور اپنے نفس سے بولے۔

اے نفس اگر بیوی کی خواہش کرتا ہے تو میں نے اس کو طلاق دی
اگر غلاموں سے وابستہ ہے تو ان کو آزاد کیا۔ اگر باغ کی طرف خیال ہے
تو اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ اب تیرا دنیا
میں کیا کام ہے۔

اس کے بعد نہایت شدت سے لڑے اور شہید ہو گئے۔ فوراً ہی بڑھ کر جھنڈا ثابت بن اقرمؓ[۲] اٹھا لیا۔ اور بولے مسلمانو! مشورہ سے اپنا امیر منتخب کر لو۔ مسلمان بولے آپ ہی ہمارے امیر ہیں۔ مگر انھوں نے قبول نہ کیا، اور باتفاق خالد بن ولیدؓ کو امیر منتخب کیا گیا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ اے ثابت آپ بدری ہیں اور سابق الاسلام ہیں، مجھ سے افضل ہیں۔ آپ ہی اس عہدہ کے لئے انسب ہیں۔ انھوں نے جواب دیا لیکن شجاعت اور پہلوانی آپ کے حصہ میں آئی ہے۔ آپ ہی زیادہ بہتر ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب ابن رواحہؓ شہید ہو گئے تو مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے ہر چند سمجھایا لیکن جم نہ سکے تب قطبہ بن عامرؓ نے کہا۔ مسلمانو! فرار سے زیادہ بہتر قتل ہو جانا ہے۔ اس سے وہ رُکے حضرت خالدؓ نے اس روز رات تک جنگ کی اور بے شمار کافروں کو دوزخ میں پہونچایا جب

---

۱ رواہ بخاری ۲ ابن قتیبہ نے ان کو بدری قرار دیا ہے۔ شرح مواہب ص ۲۷۲ ج ۲

اندھیرا ہوگیا تو فریقین نے جنگ بند کی۔ اگلے دن صبح کو حضرت خالدؓ نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اپنے لشکر کی ترتیب بدل دی یعنی میمنہ کی جگہ میسرہ اور میسرہ کی جگہ میمنہ اور مقدمہ کی جگہ ساقہ اور ساقہ کی جگہ مقدمہ اس سے کافروں کو یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کے پاس امداد آگئی ہے اس سے وہ خوف زدہ ہوگئے۔ اور رعب ان کے دلوں پر طاری ہوگیا۔ اس دن بھی حضرت خالد نے زبردست جنگ کی اور کئی تلواریں اُن کے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں[۱]۔ کافروں کے پیر اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا حضرت خالد نے بھاگتے ہوئے بے شمار کافروں کو قتل کیا

اس کے بعد لشکر اسلام نے مراجعت کی۔ راستہ میں کافروں کے ایک شہر کا محاصرہ کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی اور بے شمار کافروں کو قتل کیا۔ اور بہت مال غنیمت پر قبضہ کیا۔ صحاح میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موتہ کی زمین کو کر دیا تھا۔ وہ اپنے صحابہؓ کی جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب زیدؓ شہید ہوئے تو آپ نے خبر دی۔ اور حضرت جعفرؓ جب شہید ہوئے تو آپ نے خبر دی۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جب شہید ہوئے تو آپ نے خبر دی۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور پھر فرمایا۔ اب اللہ کی تلوار خالد سیف اللہ نے اُٹھائی ہے اور ان کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ اور حضرت خالد کی فتح کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔

شہداء موتہ

روایت ہے کہ آپ نے جعفرؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا، وہ جنت میں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلہ مرحمت فرما دیئے ہیں، وہ جس جگہ چاہتے ہیں اڑ کر پہونچ جاتے ہیں[۲]۔ بعض علماء نے اس کو ظاہری معنی پر حمل کیا ہے اور بعض نے وصفی معنی مراد لئے ہیں کہ اس سے قوت روحانیت مراد ہے۔ قرآن پاک میں بازو کو جناح سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد ہے۔

واضمم یدك الی جناحك — اپنے ہاتھ اپنی جناح کی طرف ملاؤ

---

[۱] حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ میں اس دن نو تلواریں ٹوٹیں۔ رواہ بخاری شرح مواہب صفحہ ۲۷۳ ج ۲ [۲] رواہ طبرانی عن ابی ہریرہؓ۔ شرح مواہب صفحہ ۲۷۵ ج ۲ [۳] ایضاً صفحہ ۲۷۶ ج ۲

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضؓ کی روایت ہے کہ آپ نے ابن جعفر رضؓ کو سلام کرتے ہوئے فرمایا " السلام علیک یا ابن ذی الجناحین ۔ اور فرمایا میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مرغان بہشت کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں ۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار رضؓ کہتے ہیں روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ۔ میں نے " زید ، جعفر ، عبداللہ بن رواحہ میں سے ہر ایک کو جنت میں تخت زریں پر دیکھا ہے ۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کا تخت چھوٹا اور نیچے تھا میں نے اس فرق کا سبب دریافت کیا جواب دیا ، جب میں نے جھنڈا اٹھایا تھا تو میرے نفس میں تردد پیدا ہوا تھا ۔

حضرت علی رضؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں جعفر رضؓ کو ایک فرشتہ کی طرح پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ ان کا درجہ بہت بلند ہے اور زید کا درجہ ان سے کم ہے ۔ حالانکہ میرا یہ گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے افضل ہیں ! حضرت جبرئیل آئے اور انھوں نے بتلایا کہ حضرت جعفر رضؓ کو آپ کی قرابت کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے ۔

اہل موتہ کی خبر ، یعلی بن امیہ رضؓ لیکر حاضر ہوئے تھے لیکن ان سے قبل کہ وہ بیان کریں آپ نے ارشاد فرمایا میں تم سے اہل موتہ کا حال بیان کرتا ہوں ، اور آپ نے نہایت تفصیل سے حالات بیان فرمائے تو یعلی رضؓ نے عرض کیا ، حضور ! آپ نے ایک بات بھی بتلانے سے نہ چھوڑی ۔

طعام تعزیت

حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ کو جب شہادت جعفر کا علم ہوا تو گھر تشریف لائے اور دریافت کیا " جعفر کے بچے کہاں ہیں ؟ بچوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ۔ آپ نے ان کو پیار کیا ۔ بوسہ دیا ۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ میں نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ! آپ نے کچھ سنا ہے ۔ فرمایا ہاں ، جعفر شہید ہو گئے ہیں ... ... میں اٹھی اور بے خودی میں فریاد کرنا شروع کی ۔ عورتیں میرے پاس آ گئیں آپ نے فرمایا ، اسماء فریاد نہ کرو ۔ اور سینہ مت کوٹ ، یہ فرما کر اٹھ گئے اور روتے ہوئے حضرت فاطمہ رضؓ کے یہاں تشریف لائے ۔ وہ بھی واعماہ ! کہہ کر رونے لگیں ۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا ۔ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو ۔ اس وجہ سے کہ وہ غم میں مبتلا ہیں ۔ کھانا پکانے کا ہوش نہیں ہے[۱]

---

[۱] اس سے ثابت ہے کہ اہل میت کے یہاں کھانا پہونچانا مستحب اور مسنون ہے ۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں۔ کہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے اور تعزیت فرمائی۔ اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا، اور دعا کی۔ الٰہی! جعفر کو بہترین ثواب مرحمت فرما۔ اور اب تو ہی اس کا خلیفہ بن جا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب آپ کو اہل موتہ کی خبر معلوم ہوئی تو مسجد میں مغموم بیٹھ گئے۔ میں سوراخ سے جھانک رہی تھی۔ ایک آدمی آیا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! جعفر کے گھر والے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ! ان کو منع کرو۔ میں گیا اور آیا اور عرض کیا کہ وہ میرا کہنا نہیں مانتے۔ آپ نے فرمایا جاؤ منع کرو۔ تیسری مرتبہ فرمایا، جاؤ ان کے منھ پر خاک ڈال دو۔[1]

گریہ و بکا

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گریہ کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ مصیبت کے وقت رونے سے آدمی، صبر و رضا کے درجے سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ دل میں نرمی اور رحمت کے اثر سے یہ چیز ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مصیبت کے وقت صبر اختیار کرنے سے آدمی بہت بلند درجہ حاصل کر لیتا ہے اور نہ رونا یہ دل کی سختی کی علامت ہے۔[2]

روایت ہے کہ تین دن گذرنے کے بعد پھر آپ جعفرؓ کے یہاں گئے اور فرمایا۔ اب ہمارے بھائی پر گریہ نہ کرو۔ اور جعفرؓ کے بچوں کو بلایا، ان کے سر کے بال منڈوائے۔ اور فرمایا۔ محمد بن جعفر ابو طالب سے زیادہ مشابہ ہیں اور عبداللہ بن جعفرؓ مجھ سے زیادہ مشابہ ہیں۔

جب اہل موتہ مدینہ واپس آئے تو لوگ ان کے استقبال کے لئے باہر آئے۔ ان پر خاک پھینکی طعنہ دیا اور کہا کہ تم لوگوں نے فرار کیوں اختیار کیا۔ طعن و تشنیع کی وجہ سے اہل موتہ نے گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ انھوں نے فرار اختیار نہیں کی بلکہ دوبارہ حملہ کیا اور اس میں فتح حاصل کی ہے۔

غزوہ سلاسل

اسی سال ۸ھ میں غزوہ ذات السلاسل ہوا ہے۔ اہل سیرت نے بیان کیا ہے کہ چند قبائل نے جمع ہو کر مدینہ کے گرد غارت گری کا

---

[1] رواہ شیخین، ابوداؤد، نسائی، جمع الفوائد صفحہ ۱۳۱ - [2] حضرت زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کو تین سکوت پسند ہیں۔ تلاوۃ قرآن کے وقت، جنگ کے وقت اور جنازہ کے ساتھ۔ جمع الفوائد صفحہ ۱۳۱

[3] سین کے زبر کے ساتھ مدینہ منورہ سے دس دن کی راہ پر ایک جگہ ہے جہاں ریت کے سلسلہ وار تودے تھے۔ شرح مواہب صفحہ ۲

ارادہ کیا تھا۔ آپ نے عمرو بن العاص رضؓ سے فرمایا۔ آؤ، میں تم کو ایک لشکر میں بھیجتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ مال غنیمت آئے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میں مال کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوا ہوں۔ ارشاد فرمایا "حلال مال نیک آدمی ہی کے لئے زیادہ مناسب ہے"۔ اور ایک سفید اور ایک سیاہ جھنڈا دیا۔ اور مہاجر و انصار کے تین سو فوجی ہمراہ کئے۔

محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ اس سریہ میں عمرو بن عاصؓ کو امیر اس وجہ سے مقرر کیا تھا کہ قبیلہ بلی میں ان کی رشتہ داری تھی۔ ممکن ہے اس واسطہ سے وہ لوگ اسلام قبول کر لیں؟

یہ لشکر مدینہ سے اس طرح روانہ ہوا کہ دن کو چھپ جاتا، اور رات کو سفر کرتا تھا۔ جب ان قبائل کے گرد پہونچے تو ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جنگ چھیڑنا مناسب نہ جانا۔ فوراً ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے دو سو آدمیوں کا لشکر تیار کیا۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ اور وصیت فرمائی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ جب یہ لشکر عمرو بن عاصؓ سے جاکر ملا اور نماز کا وقت آیا تو امامت کے لئے عمرو بن عاصؓ نے کہا ابو عبیدؓ آپ ہماری امداد کے لئے آئے ہیں۔ اصل امیر دونوں لشکر کا میں ہی ہوں۔ بعض لوگوں نے کہا، اپنے لشکر کے آپ امیر ہیں۔ اور اپنے لشکر کے وہ امیر ہیں۔ اس پر نزاع شروع ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ ہم اختلاف نہ کریں لہٰذا آپ ہی نماز پڑھائیں اور آپ ہی امیر ہیں [1]

روایت ہے کہ جب یہ لشکر دشمنوں کے قریب ہوا اور ایک جگہ پڑاؤ کیا تو رات بہت سرد تھی۔ لوگوں نے چاہا کہ آگ جلا کر گرمی حاصل کریں مگر عمرو بن عاص نے سختی سے منع کر دیا اور کہہ دیا جو آگ جلائے گا، اسی کی آگ میں اس کو گرا دوں گا۔ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے انھوں نے عمرو بن عاصؓ سے فرمایا۔ مگر ان کی بھی نہ مانی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا رہنے دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہم پر امیر مقرر کیا ہے [2]۔ بہرحال سب مسلمان اتفاق سے دشمن

---

[1] معلوم ہوا کہ دو مسلم جماعتیں اگر جزوی اختلاف رکھتی ہوں تو ہر ایک کو چاہئے کہ مقصد کے لئے یہ اختلاف ختم کر دیں اور مسلمانوں میں انتشار نہ پیدا کریں [2] اس سے ظاہر ہے اگر کسی وقت کوئی مفضول وقتی طور پر امیر بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت ضروری ہے۔

...... کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے گھروں کو خالی کر کے اپنی آخری آبادی میں پناہ اختیار کرلی تھی۔ اس جگہ مقابلہ ہوا، اور دشمن کو شکست کھانا پڑی۔ حضرت عمروؓ نے اس جگہ چند دن توقف کیا اور جماعتوں کو اطراف وجوانب میں بھیج کر اونٹ اور بکریاں اور دیگر سامان غنیمت جمع کرایا اور اس کے بعد مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

عذر کی وجہ سے تیمم

روایت ہے کہ واپسی میں ایک شب حضرت عمروؓ کو احتلام ہو گیا۔ سردی زیادہ تھی، اس وجہ سے استنجا پاک کر کے تیمم کیا اور نماز پڑھائی۔ روایت ہے کہ حضرت عمروؓ نے عوف بن مالکؓ کو مدینہ منورہ پہلے اطلاع کے لئے بھیج دیا تھا۔ انھوں نے تمام حالات بیان کئے اور اختلاف کا واقعہ، اور جنابت کی حالت میں امامت کرانے کا واقعہ بھی سنا دیا تھا۔ اس وقت تو آپ نے کچھ نہ فرمایا، لیکن جب عمروؓ حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا، تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن سردی زیادہ تھی، میں نے ہلاک کے خوف سے جنابت کا تیمم کر کے نماز پڑھائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان	اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ
بکم رحیما	تم پر رحیم ہے [1]

آپ نے تبسم فرمایا اور کچھ بھی نہ فرمایا۔ اور آپ نے آگ روشن کرنے کی اجازت کے بارے میں دریافت کیا تو عرض کیا۔ حضور! ہماری تعداد کم تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ روشنی میں وہ ہمارا بھید بھا نپ لیں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے۔ اور حملہ اس وجہ سے نہ کیا تھا کہ مبادا وہ باخبر ہوں، اور ہم پر حملہ کر دیں۔ آپ نے عمرو بن عاصؓ کی رائے کی تصویب فرمائی۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کے بعد مجھے خیال ہوا کہ میں دریافت کروں کہ آپ نے مجھے کیوں امیر بنایا تھا۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے۔ فرمایا، عائشہ رضؓ سے! میں نے عرض کیا اور مردوں میں؟ فرمایا، اس کے والد ابوبکرؓ سے میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا، عمرؓ سے۔ اور اس کے بعد میں نے چند اور حضرات کے نام

---

[1] تیمم میں خفیہ پہلو ملک ہے۔

لئے اور خاموش ہو گیا کہ مبادا میرا نمبر اُن کے بعد ہو گا![1]

اس قضیہ کے مطابق محمد بن حنفیہؓ کی ایک روایت بخاری شریف میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کا مرتبہ ہے۔ فرمایا، ابو بکرؓ کا، پھر دریافت کیا، اُن کے بعد۔ فرمایا، عمرؓ کا۔ اگر میں اور دریافت کرتا تو وہ حضرت عثمانؓ کا نام لیتے۔ میں نے دریافت کیا، اور آپ کا! فرمایا "میں بھی مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔

سریہ خبط اسی سال ۸ھ میں آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو تین سو آدمیوں پر امیر مقرر فرما کر قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا[2]۔ لشکر میں حضرت عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ وغیرہ بھی تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کی زادراہ ہمارے ساتھ کی تھی اس کے علاوہ کچھ ہمارے پاس نہ تھا۔ جب وہ کھجوریں کم ہوئیں تو حضرت ابو عبیدہ نے سب کو ایک جگہ جمع کیا، اور ایک برتن میں بھر دیا۔ روزانہ اس میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا۔ ایک کھجور سے آپ لوگ کیا کرتے تھے۔ فرمایا ہم اُس کو منہ میں رکھ کر بچوں کی طرح سے چوستے رہتے تھے۔ قحط اور تنگی کی وجہ سے لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ درختوں کے پتے پانی میں بھگو کر کھایا کرتے تھے، اس سے ان کے ہونٹ متورم ہو گئے اور پھٹ گئے تھے۔

روایت ہے کہ ایک روز قیس بن سعدؓ نے ایک اعرابی سے ۵۔ اونٹ۔ پانچ وسق کے بدلے خریدے اور کہا کہ یہ قیمت مدینہ میں ادا کی جائے گی۔ اعرابی نے گواہ طلب کیا۔ حضرت عمرؓ نے گواہی سے انکار کر دیا کہ قیس کی اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ مدینہ میں یہ قیمت ادا کر سکے اور ان کے والد سعد ان کا بدلہ ادا نہیں کر سکتے ہیں جب واپسی میں یہ خبر حضرت سعدؓ کو ہوئی تو وہ بہت غصہ ہوئے اور اپنے بیٹے کو پچاس وسق خرما ہبہ کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] رواہ شیخان، نسائی، شرح مواہب صفحہ ۲/۲۸۰ [2] بخاری نے اس غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر قرار دیا ہے

علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو فرمایا "سخاوت اس گھر کا حصہ ہے۔

حضرت قیس بن سعد روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے اور لشکریوں کو کھلاتے تھے۔ آخر میں حضرت عمرؓ نے اس سے منع کردیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس سریہ میں ہم ایک دریا کے کنارے پہونچے۔ دریا سے ایک اتنی بڑی مچھلی باہر آکر پڑی کہ جو ایک چھوٹے پہاڑ کے برابر تھی۔ ہم نے اس میں سے ایک مہینہ سے زیادہ گوشت کھایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی دو پسلیوں کو ملاکر کھڑا کیا، اور لشکر میں جس کا سب سے زیادہ بلند قد تھا اُس کو پالان پر بٹھایا اور اس کے نیچے کو نکالا تو اس کا سر نہ چھوا۔ اس مچھلی کی آنکھ کے حلقہ میں تیرہ آدمی آسانی سے بیٹھ جاتے تھے۔ جب ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم نے سب واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا تھا، اور فرمایا اس کا کچھ گوشت ہے؟ ہمارے ایک ساتھی نے اس کا گوشت حضور کے لئے رکھ لیا تھا۔ آپ نے اس کو تناول فرمایا۔

علامہ شہاب الدین ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ سریہ آپ نے ۸ھ میں بھیجا تھا۔ اور جابر بن عبد اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ سریہ آپ نے قریش کے ایک قافلہ کے لئے بھیجا تھا لیکن یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے یہ سریہ بھیجا ہو۔ اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قبیلہ جہینہ سے اس قافلہ کی حفاظت کے لئے بھیجا تھا۔ اسی وجہ سے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ مگر یہ فقیر کہتا ہے کہ یہ سریہ ۸ھ میں اس وقت بھیجا تھا جب قریش نے معاہدہ ختم کردیا تھا۔

فتح مکہ

سبب اہل سیرت نے بیان کیا ہے کہ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ جو قبیلہ اس معاہدہ میں فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہے شریک ہوجائے۔ چنانچہ بنو بکر قریش کے اور بنو خزاعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوئے۔ ان دونوں قبیلوں میں زمانہ قدیم سے آپس میں دشمنی اور جنگ ہوتی چلی آئی تھی۔ لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو یہ لوگ مسلمانوں کے پیچھے پڑ گئے۔ اور جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور

مسلمانوں سے مشغولیت ختم ہوگئی تو پھر وہی قدیم عداوت اُبھر آئی۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ پانی کے معاملہ میں بنو بکر اور بنو خزاعہ میں نزاع ہوگیا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک غلام کو قتل کردیا، اور دونوں طرف جنگ کی تیاری شروع ہوگئی خفیہ طور پر سرداران قریش نے بنو بکر کی ہر قسم کی اعانت کی اور بنو خزاعہ کو بری طرح قتل کیا۔ انھوں نے حرم میں آکر پناہ لی، وہاں بھی ان کو نہ چھوڑا۔

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور تین مرتبہ یا نصرت یا نصرت فرمایا۔ تمام صحابہ جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا۔ بنی کعب (جو بنی خزاعہ ہی میں سے ہیں) نے مجھ سے نصرت چاہی ہے۔ قریش نے بنو بکر کی امداد کی ہے۔ اس واقعہ کو تین دن گذرنے نہ پائے تھے کہ عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کو لیکر مدد کے لئے مدینہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ داخل ہوئے اور بصورت قصیدہ بنو بکر کی جفا، قریش کی اعانت اور بنو خزاعہ کی مظلومیت کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ہم آپ لوگوں کی ضرور مدد کریں گے اور فوراً ئے مبارک زمین پر بچھائی فوراً ہی ایک ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ابر بھی اعلان کررہا ہے تم لوگ جاؤ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو سفیان آئے گا اور معاہدہ کی مدت میں اضافہ چاہیگا اور وہ یہاں سے مایوس واپس جائیگا۔

قریش یہ حرکت کرنے کو تو کر گذرے لیکن شرمندہ ہوئے۔ حارث بن ہشام عبداللہ بن ابی ربیعہ ابو سفیان کے پاس آئے اور بولے معاملہ سنگین ہوگیا ہے۔ ابو سفیان نے کہا، میری بیوی نے ایک خواب دیکھا ہے مجھے اس وقت سے بہت ڈر ہے اس نے دیکھا ہے کہ حجون کی طرف سے خون کا بادل آیا ہے اور مقام خندمہ پر آکر ٹھہر گیا، اور پھر غائب ہوگیا۔ "محمد" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حلیفوں کی مدد کو آئیں گے مگر خیال یہ ہے کہ وہ ابھی مدینہ سے روانہ نہ ہوئے ہوں گے لہذا فوراً ہی سامان سفر کرکے ابو سفیان مکہ سے روانہ ہوا۔ اور سب سے پہلے اپنی دختر ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے آیا۔ چاہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ جائے مگر انھوں نے بستر اٹھا دیا۔ ابو سفیان بولا بیٹی! جب سے تو یہاں آئی ہے بہت شریر ہوگئی ہے۔

جواب دیا۔ تو کافر اور نجس ہے اور یہ بستر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو اس پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ میں غصہ میں باہر آیا، اور سیدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ میں نے ہر چند تجدید معاہدہ کو کہا، مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں مایوس حضرت ابوبکر صدیق رض کے پاس آیا۔ اور ان سے بھی وہی کہا، مگر انھوں نے بھی سکوت اختیار کیا۔ پھر حضرت عمر رض کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا۔ وہ بولے مجھ سے ایسی اُمید نہ رکھنا، اگر میرا بس ہو تو تم لوگوں کو قتل کر دوں۔ یہاں سے حضرت فاطمہ رض کے گھر آیا۔ اور ان سے عرض کیا کہ مجھے امن درکار ہے۔ جواب دیا، میں عورت ہوں میری امان کی کیا حیثیت ہے؟ میں نے کہا تیری بہن زینب رض نے تو عمرو بن العاص کو امن دی تھی اور حضور نے اس کو مان لیا تھا حضرت فاطمہ رض نے کہا میرا یہ مقام نہیں ہے۔ تب ابوسفیان نے کہا اپنے دونوں بچوں کو کہو کہ وہ مسجد میں جا کر مجھے امن دیدیں قریش ان کو دعائیں دیں گے۔ اور یہ بات چل جائے گی۔ حضرت فاطمہ رض نے کہا میرے بچے چھوٹے ہیں وہ حضور کی اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ابوسفیان مایوس ہو کر حضرت علی رض کے پاس آیا اور کہا۔ اے علی! آپ مجھ کو اپنے جوار میں قبول فرمائیں۔ اور "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش فرمائیں۔ جواب دیا۔ ابوسفیان! تو عجیب بھولا بنتا ہے۔ کام قابو سے باہر ہو گیا ہے کسی میں تاب نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر سکے۔ ابوسفیان نے کہا تو میں خود ہی جا کر کہے آتا ہوں۔ حضرت علی رض نے فرمایا، اس کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔ ابوسفیان مسجد میں آیا، اور مسلمانوں سے کہا اے مسلمانو! میں "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی جوار چاہتا ہوں آپ نے فرمایا، ابوسفیان یہ تو خود ہی تو کہہ رہا ہے۔ بہر حال یہ کہہ کر ابوسفیان مکہ کو واپس آگیا۔

روایت ہے کہ جب ابوسفیان کو زیادہ وقت لگ گیا۔ تو قریش بولے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان مسلمان ہو گیا ہے۔ اسی درمیان میں ابوسفیان رات کو اپنے گھر پہونچے بیوی نے کہا، بہت دیر لگا دی! ابوسفیان نے تمام حالات بیان کئے۔ بیوی نے کہا تو ذلیل ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی ابوسفیان مسجد حرام میں داخل ہوا، اور تمام حالات بتلائے اور کہا کہ ہر وقت چوکنا رہنا چاہئیے۔

فتح کے لئے تیاری ابوسفیان کے جانے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ اور حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ خفیہ طور پر سامان سفر کردو! ایک دن حضرت ابوبکر رضؓ آئے، اور دریافت کیا۔ تو عرض کیا، میں نہیں جانتی کہ کہاں کا عزم ہے؟ حضرت ابوبکر رضؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اس کے بعد تمام صحابہ کو سامان سفر اور جنگ کا حکم فرمایا مگر یہ کسی پر ظاہر نہ کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ جو قبیلے اور خاندان مدینہ کے گرد آباد تھے۔ سب کو لکھا کہ جو خدا اور رسول اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں بیکم رمضان کو تیار ہوکر مدینہ پہونچ جائیں۔ چنانچہ قبائل اسلم، غفار، مزینہ، اشجع وغیرہ مدینہ منورہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ بنی سلیم مقام قدید پر آکر ملے۔

حضرت حاطب رضؓ

جب سب لوگوں پر یہ ظاہر ہوگیا کہ آپ نے مکہ کا ارادہ کیا ہے تو حضرت حاطب رضؓ بن ابی بلتعہ رضؓ نے ایک مکتوب خفیہ طور پر قریش مکہ کے نام لکھا کہ اہل قریش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر رات کے طوفان کی طرح مکہ پہونچ رہا ہے اپنی فکر کرو! روایت ہے کہ یہ مکتوب سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل کے نام لکھا تھا۔ اور اس مکتوب کو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو کرایہ پر لیکر روانہ کیا تھا۔ اس کا نام سارہ یا ام سارہ تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کا نام کنود تھا۔ آپ کو خداوند عالم نے اطلاع کردی۔ آپ نے حضرت علی۔ زبیر بن عوام بہ روایت دیگر مقداد بروایت دیگر عمار بن یاسر رضؓ کو طلب فرمایا، اور حکم دیا کہ جاؤ ایک عورت روضہ خاخ پر تم کو جاتی ہوئی ملے گی، اُس کے پاس ایک مکتوب ہے اس کو پکڑ کر لاؤ۔ یہ حضرات گئے اور اس مقام پر اس کو پکڑ لیا۔ اور تلاشی لی مگر مکتوب نہ ملا۔ تب حضرت علی رضؓ نے فرمایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا ہے اور تلوار نکال کر اس عورت سے کہا یا تو مکتوب دیدے ورنہ ہم تجھ کو ننگا کرتے ہیں۔ تب اس نے بالوں میں سے مکتوب نکال کر دیا۔ اور یہ حضرات لیکر اس کو مدینہ آئے۔ مضمون مکتوب پڑھنے کے بعد آپ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور دریافت کیا۔ انھوں نے صاف صاف عرض کردیا۔ یارسول اللہ! آپ جلدی نہ فرمائیں۔ میں ایمان پر قائم ہوں۔ میں نے دین ترک نہیں کیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں قریش کا حلیف ہوں۔ میرے اہل وعیال ان کے درمیان ہیں۔ ان کے تحفظ کی خاطر یہ احسان کرنا چاہا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ سُنا۔ اور عرض کیا، یا

رسول اللہ! یہ منافق ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا عمرو جلدی نہ کرو۔ یہ بدری ہے اور اہل بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا ہے۔

اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم	جو چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے

اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذو	ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو
عدوی و عدوکم اولیاء [1]	دوست نہ بناؤ۔

روایت ہے کہ خلفاء میں سے کسی نے اپنے کسی وزیر کے کوئی کام سپرد کیا تھا۔ اس دن اتفاق سے امام نے نماز میں یہ آیت پڑھی اور رک گیا۔ خلیفہ کو تنبیہ ہوئی اور فوراً اس وزیر کو معزول کردیا۔ تب امام نے قرات آگے کو شروع کی [2]

قتل مومن یکم رمضان المبارک ۸ھ کو آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے لیکن سب سے پہلے آپ نے ایک جماعت محلم بن جثامہ کی سرکردگی میں قبیلہ اضم کی طرف روانہ کی۔ راستہ میں عامر بن اشجع کی ان سے ملاقات ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی طرح سلام کیا مگر محلم بن جثامہ نے اس پر توجہ نہ دی اور اس کو قتل کردیا اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کرلیا، اور واپس ہوئے۔ مگر راستہ میں معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "منزل سقیہ" میں نزول فرما ہوئے ہیں وہاں آکر ملاقات کی اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا ضربتم	ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں
فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا	سفر کرو تو تحقیق کرلیا کرو۔ اور جو تمہیں
لمن القی الیکم السلم لست	سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تو مسلمان

---

[1] موجودہ مسائل کا حل تلاش کرنے والے اہل فکر و نظر کے لئے مقام غور ہے

[2] یعنی خلیفہ وقت نے اسی وقت حالت صلوٰۃ میں معزول کرنے کی نیت کرلی۔ اسی کا نام فال لینا ہے۔

مومنا تبتغون عرض الحیوٰۃ — نہیں ہے کیا تم دنیا کا سامان چاہتے ہو

الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ ۱؎ — اللہ تعالیٰ کے پاس تو بہت مال غنیمت ہے

روایت ہے کہ محلم بن جثامہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دو زانوں بیٹھ گئے۔ اور درخواست کی کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمایئے۔ لیکن آپ ان کی حرکت سے بہت ملول خاطر تھے۔ آپ نے فرمایا "خدا تجھے معاف نہ کرے"۔ روایت ہے کہ حضرت محلم روتے ہوئے اُٹھے اور سات دن کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ان کو دفن کیا گیا تو زمین نے ان کی لاش کو باہر نکال کر ڈال دیا جب آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا زمین تو اس کی لاش کو بھی قبول کر لیتی ہے جو محلم سے بدتر ہے۔ لیکن خدا آپ لوگوں کو دکھلاتا ہے ۲؎ ۔ تمہارے لئے بندہ مومن کے قتل کے بارے میں یہ ایک نشانی ہے" حدیث میں وارد ہے۔

لزوال الدنیا اھون علی اللہ ۳؎ — اللہ تعالیٰ کے لئے دنیا کو تباہ کر دینا مسلمان

من سفک دم امرءٍ مسلم بغیر حق — آدمی کے ناحق قتل سے زیادہ آسان ہے

القصہ محلم کی لاش کو ایک پہاڑ کے غار میں ڈال دیا گیا اور اس کے گرد پتھر لگا دیے گئے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہیں ۴؎

مدینہ سے روانگی

بہرحال آپ نے مدینہ منورہ پر ابوذر غفاریؓ کو اور بروایت دیگر عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور دس رمضان المبارک بروایت دیگر ۲ر رمضان المبارک کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔ مہاجرین کی تعداد سات سو تھی اور ان کے پاس تین سو گھوڑے تھے۔ انصار کی تعداد چار ہزار تھی اور ان کے پاس پانچسو گھوڑے تھے۔ قبیلہ مزینہ کے ایک ہزار مرد تھے اور ان میں سو زرہ پوش تھے۔ اور سو گھوڑے تھے۔ بنی اسلم کی تعداد چار سو تھی۔ اور ان کے

۱؎ اسی قسم کا ایک واقعہ نہیکؓ کی شہادت کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کے سریہ کے تحت گذر چکا ہے اسکو علامہ بغوی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے ۲؎ اخرج ابن جریر عن ابن عباسؓ تفسیر مظہری صفحہ ۲۰۳ ج ۳ ۳؎ رواہ مسلم والترمذی ۴؎ اسباب نزول دو ہیں ۱، ۲ میں ذکر کیا ہے۔

پاس تیس گھوڑے تھے۔ بنی عمرو بن کعب کی تعداد پانچسو تھی۔ اسی طرح اور دوسرے قبیلے بھی تھے ان کی صحیح تعداد نظر سے نہیں گذری۔

جب آپ مقام "صلصل" پر پہونچے تو دو سوار دیکر زبیر بن عوام کو طلیعہ مقرر فرمایا، اور آگے روانہ کردیا۔ اور مقام "قدید" پر پہونچکر آپ نے تمام قبائل کو علیحدہ علیحدہ جھنڈے تقسیم فرمادیے۔ اسی جگہ بنو سلیم بھی ہزاروں مردوں کے ساتھ جن میں بیشتر سوار تھے اور بہ کثرت نیزے ان کے پاس تھے آپ سے آکر ملے۔ ان میں عباس بن عبدالمطلب رض بھی تھے۔ یہ حضرت ذوالحلیفہ میں آکر ملے۔ آپ کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ ان کے سامان کو تو مدینہ روانہ کردیا اور ان کو اپنے ساتھ لیا، اور یہیں ابو سفیان بھی آکر ملے۔ انھوں نے اگرچہ بہت ایذائیں پہونچائیں تھیں) اور مسلمان ہوگئے۔ آپ نے ان کا اکرام فرمایا۔

سفر میں روزہ

روایت ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ سے باہر آکر اعلان کرادیا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے[1]۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابتدائے سفر میں سب نے روزہ رکھا اور جب مقام "کدید" پر پہونچے تو روزہ رکھنا ترک کردیا۔ حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں، جب آپ "عسفان" میں پہونچے تو آپ نے سب کو دکھلاکر پانی پیا تاکہ دوسرے لوگ بھی افطار کرلیں۔ حضرت جابر رض روایت کرتے ہیں اس کے بعد جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ بعض حضرات روزہ رکھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا "وہ نافرمان ہیں، وہ نافرمان ہیں۔"

اسلامی لشکر کا منظر

روایت ہے کہ جب آپ "مرالظہران" پہونچے تو یہاں تک آپ کے پاس دس ہزار اور بروایت دیگر بارہ ہزار افراد جمع ہوگئے تھے۔ مکہ معظمہ یہاں سے صرف چار فرسنگ باقی رہ گیا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا۔ ہر آدمی اپنی قیام گاہ کے سامنے آگ روشن کرے۔

---

[1] رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رض۔ چونکہ یہ سفر جہاد تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی افطار فرمایا تھا اس وجہ سے یہ ارشاد فرمایا۔ ورنہ اگر سفر جہاد نہ ہو مطلقاً سفر ہو اور راہ میں کوئی مضرت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ تفہیم بخاری ج ۲ ص ۱۹۶

اہل مکہ کو اس وقت تک کوئی خبر نہ تھی، البتہ وہ خائف تھے۔ انھوں نے ابوسفیان حکیم بن حزام، بدیل بن ورقہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا اور یہ سب ایک بلند ٹیلے پر چڑھے۔ ابوسفیان نے کہا، اس قدر آگ روشن دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ گمان ہوتا تھا کہ شب عرفہ ہے۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے ہمیں خوف زدہ کر دیا تھا۔

اسلامِ ابوسفیان

حضرت عباس بن مطلبؓ کہتے ہیں کہ اس رات میں نے اسلامی لشکر کو دیکھ کر اپنے جی میں کہا، اگر انھوں نے مکہ پر حملہ کر دیا تو قریش کی نسل تک باقی نہ رہے گی۔ میں اس روز سوار ہو کر آیا۔ راستہ میں مجھے ایک آدمی ملا جس کے ذریعہ میں نے قریش کو اطلاع کی۔ اسی وقت میرے کان میں ابوسفیان وغیرہ کی آواز آئی اور میں نے کہا، ابوحنظلہ! ابوسفیان نے میری آواز شناخت کر کے کہا۔ ابوالفضل! میں نے کہا ہاں! اس نے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے اس نے کہا، اب کیا کرنا چاہیئے؟ میں نے کہا، آؤ۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر امن حاصل کرلیں ابوسفیان حضرت عباسؓ کی سواری پر پیچھے سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ فرماتے ہیں، ہم جس روشنی کے پاس سے گذرتے وہ ہمیں ٹوکتا، کون؟ مجھ کو شناخت کر کے چھوڑ دیتے۔ جب ہم حضرت عمرؓ کے ڈیرے کے پاس پہونچے، وہ بہت آگ روشن کئے ہوئے تھے۔ جب ہم گذر گئے تو حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو شناخت کر لیا، اور تلوار لیکر دوڑے اور بولے، اللہ کے دشمن کہاں جاتا ہے؟ ہم نے جلدی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈیرے میں داخل ہو گئے۔ اور اور پیچھے سے حضرت عمرؓ آ گئے اور ابوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی۔ میں نے عرض کیا، میں نے اس کو امن دی ہے۔ تھوڑی دیر مجھ میں اور حضرت عمرؓ میں گفتگو رہی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس وقت ابوسفیان کو اپنے ڈیرے میں لے جاؤ اور بحفاظت رکھو اور صبح پیش کرو۔ صبح کو میں نے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ابوسفیان کو نصیحت کی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان صاحب فخر و عزت آدمی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

جو دار ابی سفیان میں داخل ہو جائے اس کو امن، جو

ہتھیار ڈال دے اُس کو امن، جو دروازہ بند کرلے اُسکو
امن، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن،

یہ سنکر ابو سفیان مکہ واپس ہوئے ہیں نے حضور صلعم سے عرض کیا میں ابو سفیانؓ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں ممکن ہے کہ وہ مکہ پہونچکر مرتد ہو جائے۔ آپ اس کو اس جگہ نظربند فرما دیجئے اور لشکر اسلام کی روانگی کا حکم دیجئے تاکہ وہ شوکت اسلام دیکھے اور مرعوب ہو جائے آپ نے ارشاد فرمایا۔ عباسؓ! تم ان کو اپنی نگرانی میں رکھو! میں یہ سنکر ابو سفیانؓ کے پیچھے روانہ ہوا۔ وہ ڈرا اور کہا اے بنی ہاشم! کیا غدر کرتے ہو؟ میں نے کہا، ہم خاندان نبوت سے ہیں غدر نہیں کرتے۔ آؤ ایک جگہ کھڑے ہوکر لشکر اسلام کا تماشہ دیکھیں۔ چنانچہ میں ابو سفیانؓ کو لیکر ایک تنگ اور اونچی جگہ پر پہونچا اور جو جماعت بھی ادھر سے گذرتی میں ابو سفیان کو اس کا تعارف کراتا تھا۔ اتنے ہی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذرے، آپ کے ساتھ میں اکابر صحابہ تھے۔ ابو سفیانؓ نے کہا ابو الفضل آپ کا بھتیجا تو بڑا بادشاہ ہو گیا ہے میں نے کہا کمبخت۔ ابھی وہی عادت باقی ہے ارے! یہ تو نبوت کا جلال ہے۔

فتح مکہ

روایت ہے کہ اس دن سعد بن عبادہؓ انصار کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے جب ابو سفیانؓ کے پاس سے ہوکر گذرے تو بولے۔ آج کا دن خونریزی کا ہے الخ۔ ابو سفیانؓ نے سنا اور گھبرا گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت کے ساتھ تشریف لائے تو عرض کیا کہ سعد یہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "آج کا دن رحمت کا دن ہے۔ آج کعبہ کو لباس پہنایا جائیگا۔ الخ۔ اور آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا، جاؤ! سعد سے جھنڈا لے لیلو۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے جھنڈا سعد کے بیٹے قیس کو مرحمت فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ زبیر بن عوامؓ کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ ان کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بھی تھا، اسی وجہ سے ان کو "دو جھنڈوں والا" کہا جاتا ہے۔

ان تمام روایات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا، اور ان کے ذریعہ قیسؓ کو جھنڈا دیا، اور داخلہ کے وقت حضرت زبیرؓ کو سپرد کر دیا بعض روایات سے اس جمع کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

جب تمام لشکر گذر گیا تو حضرت عباسؓ نے فرمایا، جاؤ! اب مکہ میں قوم کی فکر کرو۔
ابو سفیانؓ دوڑ کر مکہ آئے، اور لشکر اسلام نے ذی طویٰ میں توقف کیا۔ ابو سفیانؓ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کیا خبر ہے؟ اور یہ پیچھے گرد وغبار کیسا ہے؟ بولے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹڈی دل لشکر ہے اور لوہے میں غرق ہے۔ آج جو بھی میرے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امن ہے جو اپنا دروازہ بند کریگا اسے امن ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا اُسے امن ہے۔ ابو سفیان کی بیوی یہ سنکر گھر سے باہر آئی اور ابو سفیانؓ کی داڑھی پکڑ کر لٹک گئی اور بولی اس بوڑھے احمق کو قتل کردو۔ یہ کیا بکتا ہے؟ ابو سفیانؓ نے کہا، جتنی چاہے بے عزتی کرلے۔ مگر آج پناہ صرف مسلمان ہونے میں ہے۔ یا تو مسلمان ہو جا ورنہ گردن اڑا دی جائیگی۔

ذی طویٰ میں پہونچکر آپ نے لشکر پر نظر ڈالی اور سجدہ شکر بجالائے۔ ایک وقت وہ تھا کہ مکہ سے تنہا روانہ ہوئے تھے اور ایک وقت یہ ہے کہ شوکت واحتشام کے ساتھ ہزار دل کے جلو میں داخل ہو رہے ہیں غایت درجہ تواضع کی بنا پر آپ کی ریش مبارک اونٹنی کی پالان سے لگ جاتی تھی۔[1]

آپ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ لشکر مہاجرین کو لیکر مکہ کی اعلیٰ جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور آپ کے جھنڈے کو حجون پر گاڑ دیں۔ سعد بن عبادہؓ سے فرمایا "ثنیہ مدنیین" سے داخل ہوں۔ خالد بن ولیدؓ کو قبائل اسلم، جہینہ، مزینہ، غفار پر مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ اسفل مکہ سے داخل ہوں۔ حضرت ابو عبیدہ جو بے ہتھیار لوگوں کے ساتھ تھے فرمایا۔ آپ لوگ بطن

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین اور متبعین کی شان بھی یہی ہوتی ہے کہ جب انکو کسی قسم کا اقتدار ملتا ہے اور موجودہ زمانہ میں اگر کسی مسلم جماعت میں کوئی قیادت ابھر کر آئے تو وہ تخریب اور انتشار کے درپہ ہوں جو لوگ انتشار پیدا کرکے اور صاحب عزت لوگوں کو گرا کر ابھر آتے ہیں وہ ہرگز نائب رسول نہیں ہو سکتے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ انکی قیادت تسلیم کی جائے۔ انکی مثال قرآن پاک کی اس آیت میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ ہندستان میں مسلم جماعتوں کی تاریخ اسی آیت کے تحت ملاحظہ فرمایئے

وادی سے داخل ہوں اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اذاخرہ" کے راستے سے روانہ ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہرگز مقاتلہ نہ کیا جائے مگر جو لوگ رکاوٹ ڈالیں اُن سے جنگ کی جائے

مقام حجون پر پہونچ کر آپ کے لئے سُرخ چمڑہ کا ڈیرہ گاڑ دیا گیا۔ روایت ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل نے قبائل بنی بکر، بنی حارث، بنی عبد مناف، ہذیل۔ احابیش کو ساتھ لیکر جنگ کی حضرت خالد بن ولید رض کے لشکر سے مقابلہ ہو گیا مشرکین میں سے بیس آدمی بنی بکر کے اور ۳،۴ آدمی ہذیل کے قتل ہوئے۔ مسلمانوں میں سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزوں کی چمک میں قتال اور جنگ کی حرکات دیکھیں۔ فرمایا۔ خالد رض کے ساتھ جنگ ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خالد رض حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا، کیوں؟ عرض کیا اُنھوں نے رکاوٹ کی اور جنگ کی ابتداء کی تھی۔ آپ نے فرمایا قضائے الٰہی یوں ہی تھی۔"

طبرانی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ حضرت خالد رض نے تلوار نکال لی ہے اور جنگ ہو رہی ہے۔ حضرت خالد رض نے ستر مشرکین کو قتل کر دیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حضرت خالد حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ہم نے تو آپ سے جنگ کے لئے منع کر دیا تھا۔ اور ایک آدمی منع کرنے کو بھیجا تھا حضرت خالد نے عرض کیا میرے پاس کوئی آدمی نہیں پہونچا۔ فوراً فرستادہ کو طلب فرمایا۔ اُس نے حاضر ہو کر عرض کیا، جب میں روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک آدمی آیا کہ پیر اس کے زمین پر تھے اور سر آسمان پر تھا، اس نے تلوار نکالی اور کہا اگر آگے بڑھے تو قتل کر دوں گا۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت حمزہ کو احد میں شہید کر دیا گیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر مجھے موقع مل گیا تو مشرکین مکہ کے ستر آدمیوں کو قتل کر دوں گا۔ اس وقت تو اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا تھا، مگر اپنے رسول کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو اس وقت پورا کر دیا۔

نوعیت فتح مکہ

علماء میں اختلاف ہے کہ فتح مکہ صلح سے فتح ہوا ہے یا قوت سے فتح ہوا ہے؟ .... ائمہ حنفیہ اور اکثر علماء فرماتے ہیں کہ آپ نے مکہ کو قہر کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے قتال کا امر فرمایا تھا "احصدوہم حصداً" چنانچہ قتال واقع ہوا اور مشرکین کے ۲۰ آدمی مقتول ہوئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، کیونکہ مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر ہی آپ نے امن کا اعلان کردیا تھا۔ اور مکہ کی زمین کو غانمین کے درمیان تقسیم بھی نہیں کیا تھا۔ رہا قتال کا معاملہ وہ ایک جماعت کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے پیش آیا تھا۔

روایت ہے کہ جب عکرمہ اور صفوان اور بہت سے اوباش مسلمانوں سے لڑنے کے لئے گئے تو حماش بن قیس بھی ہتھیار لگا کر نکلا۔ بیوی نے کہا کہاں جاتے ہو؟ بولا مسلمانوں سے لڑنے جاتا ہوں، اور تھوڑی دیر میں تیرے لئے ایک خادم پکڑ کر لاتا ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد بھاگ کر آیا، اور دروازہ بند کرلیا۔ بیوی نے کہا، کہاں ہے خادم؟۔ اس وقت اس نے ایک قصیدہ پڑھا۔[1]

حضور کا مکہ میں داخلہ

روایت ہے کہ مقام "حجون" میں آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور غسل فرمایا۔ تو اسی اثنا میں حضرت ام ہانیؓ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ آئیں اور بولیں کہ میرے شوہر کے دو دوست ہیں، میں نے ان کو امن دی ہے۔ آپ نے فرمایا "مرحبا، مرحبا، جس کو ام ہانیؓ نے امن دی ہے اس کو ہم نے امن دی ہے اور بعد غسل کے آپ نے آٹھ رکعات مختصر پڑھیں اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ سب رکعات ام ہانی کے یہاں ادا کیں۔[2] بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب آپ ام ہانی کے تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا، کوئی چیز کھانے کو ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ کوئی چیز نہیں صرف سوکھی روٹی اور سرکہ ہے آپ نے فرمایا:۔

ما افقر بيت من ادام فيه خل ۔ جس گھر میں سرکہ ہے وہ گھر سالن کا فقیر نہیں ہے۔

بعض متاخرین سیر نے یہ بھی ترجمہ کیا ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہے اس میں فقر نہ آئے گا، لیکن یہ معنی روایۃً اور درایۃً پسندیدہ نہیں ہیں۔ غرضکہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوئے اور ہتھیاروں سے آراستہ ہوکر خود سر پر رکھا، سوار بھی مقام حجون سے لیکر مقام خندمہ دباب حرم کے

---

[1] یہ قصیدہ زاد المعاد میں نقل کیا ہے یہاں اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا [2] بعض حضرات نے ان رکعات کو چاشت کی رکعات قرار دیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے فرمایا ہے۔ یہ صلوٰۃ فتح ہے۔ زاد المعاد

سامنے تک، صف بستہ کھڑے تھے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ آپ کے دائیں طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بائیں طرف حضرت اسید بن حضیرؓ تھے۔ حضرت بلالؓ، اور حضرت عثمان بن طلحہؓ رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آپ آہستہ آواز سے سورہ انا فتحنا کی تلاوت فرماتے ہوئے بلا احرام کے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ محمد بن مسلمہؓ مہار تھامے ہوئے تھے آپ نے محجن سے حجر اسود کو بوسہ دیا اور تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے آپ کی موافقت کی۔ اس سے پورے مکہ میں ہلچل پڑ گئی مشرکین دیکھنے کو پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آپ نے بیت اللہ کے گرد جو ۳۶۰ بت تھے اس لکڑی سے گرانا شروع کر دیا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت آپ فرما رہے تھے۔

جاء الحق وزهق الباطل — حق آیا اور باطل مٹ گیا

سیرت ابن ہشام میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ جس بت کی طرف منہ کر دیتے تھے وہ الٹا منہ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ان بتوں کی آنکھوں میں لکڑی ڈال کر گھمائی جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ یہ بت کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حد یہ ہے کہ خود اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ اور آپ نے ہبل، اساف اور نائلہ کو توڑ دیا۔

مقام علیؓ

بعض اہل سیرت نے بیان کیا ہے کہ چند بڑے بت بلندی پر رکھے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ میرے کاندھوں پر سوار ہو کر انکو گرا دو آپ نے فرمایا، علیؓ! تم بار نبوت نہیں اٹھا سکو گے۔ آؤ تم میرے کاندھوں پر سوار ہو کر ان کو گرا دو۔ حضرت علیؓ آپ کے کاندھوں پر سوار ہوئے اور ان بتوں کو نیچے گرا دیا۔ آپ نے فرمایا، علی! اس وقت کیا دیکھتے ہو؟ عرض کیا میرا سر عرش کے قریب ہے اور جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں وہ میرے ہاتھ میں آجاتی ہے۔

روایت ہے کہ زبیر بن عوامؓ نے حضرت ابوسفیانؓ سے کہا، احد کے دن جس بت کا نعرہ لگاتے

؎ یہ چیز قابل غور ہے کہ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاندھوں پر سوار کیا تھا، جس سے اشارہ ہے کہ بار نبوت کو صدیق اکبر ہی اٹھا سکتے تھے اس جگہ اور بھی لطائف ہیں جن کو بیان کرنا واعظوں کا کام ہے۔ ہمارا منصب یہ نہیں ہے جہاں تک نفس واقعہ کا تعلق ہے اسکو ابن شیبہ اور حاکم نے روایت کیا ہے جس میں اس قسم کا لطیفہ نہیں ہے۔ شرح مواہب ص ۳۳۶ ج ۲

تھے خدا نے اس کو خوار کیا۔ ابوسفیان نے کہا وہ ذکر نہ کرو! اگر محمد کے خدا کے علاوہ کوئی خدا ہوتا تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

بیت اللہ میں داخل ہونا مسجد حرام میں آپ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اور حضرت بلال رضؓ کو طلب فرمایا کہ عثمان بن طلحہ سے کہو کہ وہ چابی لائے۔

حضرت عثمان بن طلحہ گھر گئے اور اپنی والدہ "سلافہ" سے چابی لیکر آئے اور حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! زمزم کی خدمت آپ نے میرے سپرد فرمائی ہے یہ بھی ہمیں عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے انکار فرما دیا۔ اور آپ نے حضرت عمرؓ اور عثمان بن طلحہؓ سے فرمایا بیت اللہ میں داخل ہو کر تمام تصویروں کو مٹا دو۔ یہ اندر داخل ہوئے اور سب تصویروں کو مٹا دیا صرف حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تصاویر رہنے دیں۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو دریافت کیا کہ ان کو کیوں نہیں مٹایا۔ عرض کیا یہ حضرت ابراہیمؑ کی تصاویر ہیں۔ آپ نے فرمایا "قاتلھم اللہ" اللہ ان کو ہلاک کرے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ جوا نہیں کھیلتے تھے اور پانی منگا کر آپ نے خود ان تصاویر کو مٹا دیا اور دروازہ بند کر لیا اور کافی دیر وہاں رہے اور آپ نے نماز ادا کی۔

حضرت ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ آپ نے بیت اللہ میں کیا عمل کیا تھا۔ کہا، دو ستون آپ کی دائیں طرف اور ایک ستون بائیں طرف اور تین پیچھے تھے وہاں آپ نے نماز پڑھی اس وقت بیت اللہ کے اندر صرف چھ ستون تھے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں بلالؓ سے یہ دریافت نہ کر سکا کہ آپ نے دو رکعت ادا کیں۔ اسی وجہ سے علماء کا اختلاف ہے کہ بیت اللہ کے اندر نفل پڑھنا جائز ہے۔ فرض پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

بخاری شریف میں صرف ابن عباسؓ سے اور مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر ہر گوشہ میں دعا کی ہے اور جب باہر آئے تو آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا "یہ قبلہ" ہے۔ اہل حدیث فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمرؓ مثبت ہے اور یہ نافی ہے اور مثبت کو فوقیت حاصل ہوتی ہے احتمال ہے کہ

حضرت اسامہ رضؓ کسی وجہ سے باہر آئے ہوں، اس اثنا میں آپ نے نماز پڑھی ہو۔ اور جب یہ اندر گئے ہوں تو اس وقت دعا میں مشغول پایا۔ اس وجہ سے آپ کی نماز کا حال ان کو نہ معلوم ہو سکا۔ واللہ اعلم

کلید کعبہ اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور بیت اللہ کی چوکھٹ کو پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ دو لوگوں کو روکے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلعم، اپنے اہل بیت کو چابی مرحمت فرمایئے۔ آج یوم وفا ہے۔ روایت ہے کہ آیت مبارکہ

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا — اللہ تعالیٰ تم کو امانتوں کو ان کے اہل کی طرف واپس کرنے کا امر فرماتا ہے۔

اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضؓ کو طلب فرمایا اور چابی انکو ہی عنایت فرما دی۔ اور ارشاد فرمایا۔

لاینزعھا منکم الا ظالم — تم سے کوئی ظالم ہی لے سکتا ہے۔

یہ چابی عثمان بن طلحہؓ نے اپنے بھائی کو دی۔ اور وہ چابی ابھی تک اسی خاندان میں چلی آتی ہے۔ صاحب کشاف نے بعض اہل سیر سے روایت کیا کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ بن عبدالدار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ مسجد حرام میں آئے تو عثمان بن طلحہ نے چابی آپ کے سپرد کی۔ کہا میرا خیال ہے کہ آپ رسول ہیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے چابی چھین لی اور دروازہ کھولا، جب آپ باہر آئے تو حضرت جبرئیل آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ آپنے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ علی! عثمان سے معافی مانگو! اور حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں آیت نازل کی ہے۔ اس وقت حضرت عثمان بن طلحہؓ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے

میں کہتا ہوں یہ روایت جمہور اہل سیر کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اگر عثمانؓ سے مراد عبدالدار کا پوتہ بلا واسطہ ہے تو اس کے والد ابو طلحہ ہیں نہ کہ طلحہ۔ وہ احد کے دن قتل ہو گیا تھا۔ اور اگر عثمانؓ مراد عثمان بن ابی طلحہ ہیں تو وہ فتح مکہ سے قبل مسلمان ہو گئے تھے۔

معافی عام روایت ہے کہ جس وقت آپ چوکھٹ کو پکڑے ہوئے تھے، اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق

وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ. لوگ منتظر تھے کہ کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا، تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ عرض کیا، نیک خیال ہے۔ آپ کریم ابن الکریم ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ آج میں وہی کروں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ	آج تم پر تباہی نہیں ہے۔ اللہ تم کو معاف
لکم وھوارحم الراحمین	کرے، وہ ارحم الراحمین ہے۔

اور ایک خطبہ دیا، اور اس میں بہت نصیحتیں فرمائیں، رسومات جاہلیت اور عادات جاہلیت کو منسوخ فرمایا۔ اور احکامات قصاص، قتل خطا، عمد، شبہ عمد کو بیان فرمایا۔ اور فرمایا اہل قریش آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنا ترک کر دو۔ اس لئے کہ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور وہ مٹی سے بنے ہیں۔ انسانوں میں فرق صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔ اور یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

یاایھا الناس اناخلقناکم	لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت
من ذکر او انثیٰ	سے پیدا کیا ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ نے اہل مکہ پر احسان و کرم فرمایا تو انصار مدینہ نے آپس میں ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا "یہ شخص اپنی قوم اور اپنے وطن پر کس قدر مہربان ہے۔ فوراً ہی آثار وحی آپ پر ظاہر ہوئے۔ اور جب وحی منقطع ہوئی تو آپ نے انصار کو طلب فرمایا، اور کہا، آپ لوگ یہ کہہ رہے تھے؟ بولے ہاں، آپ نے فرمایا، میں نے تم لوگوں کی طرف ہجرت کی میری زندگی تم میں ہے اور میری موت تم میں ہے۔ انصار پر گریہ طاری ہو گیا، اور معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا[۱]

آپ نے حضرت بلال رضؓ کو امر فرمایا کہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دو۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ اور آپ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ اس وقت بعض مشرکین پہاڑ میں چھپے

---

[۱] اسی طرح کے الفاظ انصار کی طرف سے غنائم حنین کی تقسیم کے وقت صادر ہوئے تھے اس جگہ انتساب میں سہو معلوم ہوتا ہے۔

ہوئے تھے۔ انھوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو اطلاع دی اور آپ نے ان کو پکڑوا کر بلا لیا۔ وہ شرمندہ ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس وقت مسلمان ہونے والوں میں حارث بن ہشام، عتاب بن اسید وغیرہ تھے۔ فتح کے دوسرے دن جندب ھذلی مکہ میں آیا اور خراش بن امیہ کو قتل کر دیا اور اس کی آنتیں نکال کر باہر پھینک دیں اس کے قتل کی خبر جب حضور صلعم کو معلوم ہوئی تو آپ نے ایک خطبہ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے جس دن سے آسمان اور زمین بنایا ہے اور قیامت تک کے لئے اس زمین کو محترم بنایا ہے۔ کوئی بھی یہاں خونریزی نہ کرے۔ یہاں کا شکار نہ کرے۔ یہاں کے درختوں کو نہ اکھاڑے۔ یہاں کے لقطہ کی تعریف کرے[1]۔ میرے لئے بھی یہ جگہ ایک گھڑی کے لئے حلال ہوئی تھی، پھر اس کی حرمت ہمیشہ کے لئے ہو گئی۔

بنو خزاعہ نے قتل سے ہاتھ روک لیا اور اس مقتول کی دیت ادا کی۔ کعب بن مسیب رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے سو اونٹ دیت میں دلائے۔

مجرمین مرد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل آپ نے حکم صادر فرمایا۔ نو مرد اور چھ عورتیں یہ کہیں بھی ملیں ان کو فوراً قتل کر دیا جائے یعنی

عبد العزیٰ بن خطل، یہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ چلا گیا تھا اور اس کا نام عبد اللہ رکھ دیا گیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا تھا اور خدمت کے لئے ایک خزاعی یا رومی کو ساتھ کر دیا تھا۔ ایک جگہ پہونچ کر عبد العزیٰ نے خادم سے کہا۔ کھانا تیار کرو اتنے میں قیلولہ کروں۔ خادم نے سستی کی وجہ سے کھانا تیار نہ کیا بلکہ خود بھی سو گیا۔ جب عبد العزیٰ بیدار ہو گیا تو اس کو بہت غصہ آیا اور خادم کو قتل کر دیا۔ اور صدقات کے اونٹ لیکر مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔ لوگوں نے

---

[1] پڑی ہوئی گم شدہ چیز جہاں کہیں بھی ملے اس کا اعلان کیا جائیگا تاکہ مالک کو خبر ہو جائے حرم اور غیر حرم دونوں برابر ہیں

دریافت کیا، کیوں آئے۔ بولا ہمارے آبائی دین سے زیادہ بہتر کوئی دین نہیں ہے" جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ فرما رہے تھے اس وقت کسی کی نظر پڑ گئی کہ وہ بیت اللہ کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔ اس کو گھسیٹ کر باہر نکالا گیا، اور ابو برزۃؓ اسلمی نے قتل کر دیا۔

۲۔ عبداللہ بن سعد بن سرح۔ یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سپرد کتابت وحی کر دی تھی۔ لیکن یہ ایسی حرکت کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تبلاتے اس میں تصرف کر دیتے۔ مثلاً عزیز حکیم کی جگہ علیم حکیم، اور اس خیانت پر فخر کرتے اور کہتے کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔ اس خیانت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہو گیا تو مرتد ہو کر مکہ جا پہونچا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ کی خوشامد کیں اور انھوں نے اس کو چھپا دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہوا تو مناسب وقت پر۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو پیش کیا۔ اور کھڑے ہو کر خوشامدانہ لہجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے امن کی درخواست کی اور عرض کیا اس کی ماں نے مجھے دودھ پلایا ہے آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر عرض کیا، پھر منہ پھیر لیا۔ چند بار عرض کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً معاف کر دیا اور خیمہ سے باہر تشریف لاکر حضرات صحابہؓ سے فرمایا، تم لوگوں نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا تھا۔ عرض کیا، ہم تو آپ کے گوشۂ چشم کے اشارے کے منتظر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، رسول کے مناسب نہیں ہے کہ وہ آنکھوں سے اشارہ کرے۔

اس کے بعد عبداللہ بن سرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ٹھہر نہیں پاتے تھے اور بھاگ جاتے تھے۔ تو حضرت عثمانؓ نے عرض کیا، حضور وہ شرم کی وجہ سے نہیں ٹھہرتے آپ معاف فرما دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اس کو بیعت نہیں کیا ہے اور اسلام تو ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ جب حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعدؓ سے جا کر یہ کہا تب وہ حاضر ہوئے اور اسلام کیا۔[۲]

---

[۱] شرح مواہب ص ۲۳۰ ج ۲ [۲] شواہد تقدس میں مولانا محمد میاں صاحب نے کتاب "خلافت اور ملوکیت" پر تنقید کرتے ہوئے کچھ تحریر فرمایا ہے۔ ان کا تعاقب ماہنامہ تجلی میں کیا گیا ہے۔ دونوں کلام قابل مطالعہ ہیں۔

۲۔ عکرمہ بن ابی جہلؓ۔ ان کی دشمنی اور ایذا رسانی کے واقعات مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن ایک صحابیؓ ان کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ مسکرا دیئے۔ صحابہؓ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ گویا میں اس قاتل اور مقتول دونوں کو جنت میں گشت کرتے دیکھ رہا ہوں لہ

عکرمہ بن ابی جہل کو اپنے بارے میں معلوم ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ یہ سنکر ساحل کی طرف گیا۔ ساحل پر کشتی بان کی خوشامد کی۔ اس نے رحم کھا کر گوشۂ کشتی میں جگہ دی۔ اتفاق سے اس کشتی کی لکڑی پر لکھا ہوا تھا۔

کذب بہ قومك وھو الحق — تیری قوم نے اسکی تکذیب کی حالانکہ وہ حق ہے ۲ھ

اس کو ہر چند رگڑ کر صاف کرنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اس وقت دل میں یہ بات آئی کہ بات کچھ سچی معلوم ہوتی ہے۔ اسی دوران عکرمہ کی بیویؓ (جو مسلمان ہو چکی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عکرمہؓ کے لئے امن حاصل کر لیا۔ اور خود اپنے شوہر کی تلاش میں ساحل پر آئی۔ اور شوہر کو امان کی خوشخبری دی عکرمہ نے کہا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ میں نے اسقدر مظالم ڈھائے ہیں۔ اور اس قدر بُرا بھلا کہا ہے؟ اس کی عورت نے کہا وہ بہت شریف اور کریم ہیں۔ لہذا عکرمہؓ اپنی بیوی کے ساتھ چل دیئے۔ راستہ میں غلبۂ شہوت ہوا تو بیوی نے کہا۔ میں مسلمان ہوں اور تو کافر ہے مجھ سے قریب نہ ہو ۳ھ

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے عکرمہ کی آمد کا پتہ ہو گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ عکرمہؓ مومن اور مہاجر آتا ہے۔ اسی اثناء میں عکرمہؓ کی بیوی منہ پر نقاب ڈالے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں داخل ہوئی۔ آپ عکرمہؓ کو دیکھ کر فرط مسرت سے کھڑے ہو گئے۔ اور ارشاد فرمایا ”مرحبا بالمرکب المہاجر“۔ عکرمہؓ نے کہا۔ کیا مجھے امن ہے؟

لہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے ایمان کی طرف اشارہ فرمایا تھا ۲ھ جب کسی قوم کو ہدایت ملتی ہے تو کسی بھی علامت سے راہ کھل جاتی ہے۔ ۳ھ جس دل میں ایمان آجاتا ہے اس میں اتنی ہی بڑی دیانت آجاتی ہے۔

فرمایا، امن ہے۔ عکرمہؓ نے کلمۂ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی گذشتہ حرکات سے شرمندہ ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "یا اللہ عکرمہ کو معاف کر"، اس کے بعد عکرمہؓ بہت مخلص ہو کر رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں غزوہ اجنادین میں شہید ہوئے۔

۴۔ حویرث بن نقید ایک شاعر تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت اور ہجو میں بہت مبالغہ کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت علیؓ اس کے مکان پر پہونچے۔ معلوم ہوا کہ باہر گیا ہے۔ حالانکہ گھر میں چھپا ہوا تھا۔ جب یہ جان لیا کہ حضرت علی دور چلے گئے ہوں گے تو نکل کر بھاگا، لیکن راستہ ہی میں حضرت علیؓ مل گئے اور اس کو قتل کر دیا۔

۵۔ مقیس بن حبابہ۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہشام بن حبابہ مسلمان ہو گیا تھا۔ غزوۂ بنی مصطلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ بنی عوف قبیلہ کے ایک انصاری کو ان کے بارے میں یہ خیال تھا کہ وہ مشرک ہے اس کو قتل کر دیا۔ یہ اپنے بھائی کی دیت وصول کرنے مدینہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔ جب دیت مل گئی تو اس انصاری کو قتل کر دیا، اور مرتد ہو کر بھاگ آیا۔ فتح مکہ کے دن ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا شراب نوشی میں مشغول تھا کہ نمیلہ بن عبد اللہؓ کو خبر ملی اور انھوں نے جا کر اُس کو قتل کر دیا۔

۶۔ ہبار بن اسودؓ۔ ان کا قصور یہ تھا کہ جب غزوۂ بدر میں ابوالعاص شوہر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار ہو گئے ان کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ حضرت زینب کو مدینہ بحفاظت بھیج دیں اور اس خدمت کے لئے ابورافع (خادم) کو ساتھ کر دیا۔ ابوالعاصؓ نے حسب وعدہ اونٹ پر سوار کر کے کچھ آدمیوں کے ساتھ حضرت زینب کو مدینہ روانہ کر دیا۔ ہبار کو جب خبر ہوئی تو چند غنڈوں کو ساتھ لیکر راستہ روک لیا اور حضرت زینب پر نیزہ سے حملہ کر دیا وہ اونٹ سے گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا اسی مرض میں ان کا انتقال ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبار پر بے حد غصہ تھا۔ فتح مکہ کے دن آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تھا کہ اس کو جلا کر مار دیا جائے۔ مگر اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا

انما یعذب بالنار رب النار — آگ کا عذاب رب النار ہی دے سکتا ہے۔

اور فرمایا اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر اس کو قتل کردیا جائے۔ جب آپ مکہ سے مدینہ کو واپس آرہے تھے راستے میں یہ مل گیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور شرمندگی کے ساتھ معافی چاہی۔ آپ نے معاف کردیا۔ لیکن حضرات صحابہؓ اس کو بہت برا بھلا کہا کرتے تھے۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا جو تمھیں گالی دے تم اُسے گالی دو۔[1]

۷۔ صفوان بن اُمیہؓ۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قتل کا اعلان کردیا ہے تو ایک غلام کو لیکر ساحل سمندر کی طرف بھاگ گیا۔ ادھر عمیر بن وھبؓ کو معلوم ہوا تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صفوان کے لئے دو ماہ کی امن حاصل کرلی اور صفوان کو اس کی خبر کی۔ صفوان نے کہا مجھے یقین نہیں آتا ہے کہ آپ نے امان دی ہوگی تب عمیر بن وہبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمامہ جو فتح مکہ کے موقع پر باندھے ہوئے تھے بطور علامت دکھلایا یہ لوگ مکہ آئے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے تم کو چار ماہ کی امان دی اس درمیان میں سوچ لو اور فیصلہ کرلو۔

قبیلہ ہوازن کی جنگ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو زرہ اور دیگر سامان حرب عاریۃً لیا تھا۔ انھوں نے کہا یہ عاریۃً ہیں یا غصب ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عاریۃً جب طائف سے مال غنیمت لیکر آپ واپس جعرانہ تشریف لائے تو ایک گھاٹی میں صفوان نے بے شمار بکریوں سے جو وادی کو بھرے دیکھا تو ان کی طرف للچائی نظر سے دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا۔ صفوان یہ سب ہم نے تم کو ہبہ کیں۔ یہ دیکھ کر صفوان نے کہا

"ایسا شریف نفس انسان نبی کے علاوہ دوسرا نہیں ہوسکتا"

اور مسلمان ہوگیا۔

۸۔ حارث بن طلحہ۔ اس نے بھی آنحضرت صلعم کو بہت ایذائیں پہونچائیں تھی۔ حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے دن اس پر قابو پایا اور قتل کردیا۔

۹۔ کعب بن زہیرؓ۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی بھاگ گئے تھے۔ اس نے اپنے بھائی بجیر بن زہیر

---

[1] تاریخ عالم میں رحمت کی ایسی مثال نہیں لائی جاسکتی۔

بھیجا کہ پہلے تو جا اور معلوم کر کہ امن ملتی ہے یا نہیں۔ اس کا بھائی آیا اور ایک طویل قصیدہ، آنحضرت صلعم کی شان میں کہا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ ۹ھ میں مسلمان ہوا تھا۔

۱۰۔ وحشی قاتل حمزہؓ۔ مسلمان ان کے قتل کی فکر میں بہت زیادہ تھے لیکن یہ طائف بھاگ گئے، جس وقت طائف کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو یہ اس کے ساتھ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا تو وحشی ہے؟ عرض کیا ہاں۔ آپ نے اپنے چچا کے قتل کی کیفیت دریافت کی اور انھوں نے تفصیل سے بیان کیا۔ حضرت وحشیؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانہ میں، میں نے اپنے اس ہتھیار سے جس سے کہ حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ یہ کہتے تھے

قَتَلتُ خیر الناس و قَتَلتُ	میں نے بہترین آدمی کو بھی قتل کیا، اور
شَرُّ الناس	بدترین آدمی کو بھی قتل کیا ہے

سیرت کی بعض کتابوں میں وحشیؓ کے اسلام کا واقعہ دوسرے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وحشیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا آپ مجھے امان دیں تاکہ میں کلام الٰہی سنوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگرچہ تو امان کا مستحق نہیں ہے لیکن کلام الٰہی سننے کا خواہشمند ہے اس وجہ سے ہم نے امن دیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضور! میں نے بہت گناہ کئے ہیں۔ زنا، شراب، قتل، یہ سب کچھ کیا ہے، کیا اب مجھے معاف کر دیا جائے گا۔ آپ نے سکوت اختیار کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

والذین لایدعون مع اللہ	جو لوگ خدا کے ساتھ کسی غیر کو نہیں
الٰھا اخر الخ	پکارتے ہیں۔

وحشیؓ نے کہا اس میں تو یہ شرط ہے کہ اس کے گناہ معاف ہوں گے جو توبہ کے بعد عمل صالح کرے اور مجھ سے کوئی نیک کام ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ان اللہ لایغفر ان یشرک	اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں
بہ ویغفر مادون ذلک لمن	کرے گا اس کے علاوہ جس کو چاہیگا
یشاء	معاف کرے گا۔

وحشی نے کہا میں تو وہ کلام سننا چاہتا ہوں جس میں کوئی قید نہ ہو، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی :۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا	آپ میرے ان بندوں سے فرمادیجئے،
عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ	جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ اللہ کی
رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام
جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ	گناہوں کو معاف کردیگا وہ غفور اور رحیم ہے

۱۱۔ عبداللہ بن زبعریؓ۔ یہ شعرائے عرب میں سے ہیں۔ آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کی بہت ہجو کیا کرتے تھے اور مشرکین کو جنگ کے لئے آمادہ کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر نجران بھاگ گئے تھے، کچھ عرصہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے دیکھ کر فرمادیا۔ زبعری کی پیشانی سے نور اسلام ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

مجرم عورتیں ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان اس کی ایذاؤں کے واقعات مشہور ہیں اسی نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا تھا۔ یہ کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے بعد عورتیں آپ سے بیعت ہو رہی تھیں تو میں بھی نقاب ڈال کر بیعت ہو گئی اور اس کے بعد نقاب اٹھادیا، اور میں نے عرض کیا، میں ہند ہوں۔ آپ نے فرمایا و تو مسلمان ہو گئی، بہت اچھا ہوا، ہند نے عرض کیا آج سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ مبغوض خیمہ کوئی نہیں تھا۔ آج آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی محبوب خیمہ نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں جو میں نے سو عورتوں کو کہا ہے وہی قول تیرے بارے میں ہے۔

صاحب تلخیص المغازی نے روایت کیا ہے۔ آپ نے ایک کپڑا پکڑا، اور عورتوں نے اس کپڑے کو پکڑا [1]۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک برتن میں پانی لایا گیا۔ پہلے آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا، اور پھر عورتوں کو دیدیا۔ انھوں نے اس میں ہاتھ ڈالا، اور بیعت کرتے وقت یہ ارشاد فرمایا

مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ خدا کا کسی کو شریک نہ
بناؤ گی۔ اپنی اولاد کو نہ قتل کرو گی، اور چوری اور زنا نہ کرو گی

---

[1] ہمارے مشائخ عورتوں کو اسی طرح بیعت کرتے ہیں۔

ھندہ نے ایک بکری کا بچہ آپ کے لئے ہدیہ میں بھیجا اور عذر کیا کہ ہمارے یہاں بکریاں کم ہیں اور ان کے کم بچے ہوتے ہیں۔ آپ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد ہند کے یہاں بہت بکریاں ہو گئیں۔ ہندرضؓ کہتی ہیں یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔

۲، ۳، قریبہ و فرتنا۔ یہ دو گانے والی باندیاں تھیں جو حضور کی ہجو اور مذمت میں اشعار گایا کرتی تھیں۔ قریبہ مقتول ہو گئی تھی، اور فرتنا بھاگ گئی تھی۔ جب اس کے لئے امان طلب کی گئی تو آپ نے اس کو امان دیدی تھی

۴۔ آرب۔ یہ ابن خطل کی باندی تھی۔ فتح مکہ کے دن قتل کر دی گئی تھی۔

۵۔ سارہ۔ یہ بنی عبد المطلب کی باندی تھی۔ بعض اہل سیر کے نزدیک یہ باندی حاطب ابن ابی بلتعہ کا مکتوب لانے والی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے اس کو فتح مکہ کے دن قتل کر دیا تھا لیکن ابن ہشام اور صاحب عیون الآثار نے فرمایا ہے، اس کے لئے امن طلب کی گئی تھی آپ نے اس کو امن دیدی تھی۔ حضرت عمر رضؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک گھوڑے سوار کی زد میں آگئی تھی اسی میں اس کا انتقال ہوا۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اور ابن حجر نے حمیدی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ قتل کر دی گئی تھی۔

۶۔ ام سعد۔ اس کو فتح مکہ کے دن قتل کر دیا گیا تھا۔

روایت ہے کہ فتح مکہ ۱۳ ر رمضان المبارک کو ہوا اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ۲۰ ر رمضان المبارک کو فتح ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ر شوال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے ان ایام میں نماز قصر پڑھتے رہے [1]

---

[1] اس وجہ سے کہ آپ مسافر تھے، اس حدیث سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے۔ وجہ اختلاف دراصل یہ ہے کہ مسافر اگر کسی شہر میں پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو پوری نماز پڑھنا چاہیے۔ اس لئے بعض ائمہ کے نزدیک مدت اقامت میں اختلاف ہے۔ روایات سے اس قدر ثابت ہے ۱) آپ نے ۱۹ دن قیام کیا (۲) آپ نے سترہ دن قیام کیا (۳) آپ نے ۱۸ دن قیام کیا۔ ان تمام روایات کو محدثین نے جمع بھی کیا ہے۔ حنفیہ کا فرمانا ہے کہ مسافر اگر اقامت کی نیت نہ کرے اور کسی شہر میں عمر گذار دے تب بھی اس کو قصر ہی کرنا چاہیے۔ سیرت مبارکہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

چور کا ہاتھ کاٹنا

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران بہت سے معاملات اور قضایا آپ کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے۔ ایک عورت فاطمہ بنت اسود بن عبدالاسد مخزومی چوری کرتی ہوئی پکڑی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قضیہ پیش کیا گیا۔ چوری ثابت ہونے کے بعد آپ نے قطع ید کا حکم صادر فرما دیا۔ اس کی قوم کو فکر ہوئی جستجو کے بعد انھوں نے پتہ لگایا، کہ آپ اسامہ بن زیدؓ کی بات مان لیتے ہیں، ان کو شفاعت کے لئے پیش کیا۔ آپ نے حضرت اسامہ سے فرمایا:۔

کیا حدود خداوندی میں شفاعت کی جاسکتی ہے

اور چہرے انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت اسامہؓ نے جب یہ دیکھا تو عرض کیا۔ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپ نے مسلمانوں کے مجمع میں خطبہ دیا۔

حمد وثنا کے بعد۔ مسلمانو! تم سے پہلی اُمتیں اس بارے میں ہلاک ہوئیں کہ اگر ان کے شرفا چوری کرتے تو حد جاری نہ کی جاتی، اور اگر کمزور اس کے مرتکب ہوتے تو حد جاری کی جاتی۔ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرے گی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا[1]

آپ نے حکم فرمایا اور اس مخزومیہ کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ وہ عورت ایک ضرورت سے میرے پاس آئی۔ میں نے اس کی حاجت آپ کے سامنے پیش کی۔ آپ نے اس پر انعام فرمایا۔ روایت ہے کہ قطع ید کے بعد اس نے عرض کیا، کیا میرا گناہ معاف ہو گیا ہے آپ نے فرمایا تو گناہ سے ایسی ہی پاک ہو گئی جیسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔

---

[1] معلوم ہوا کہ اسلام کی بقا اور تحفظ، اللہ کی حدود کی حفاظت میں ہے۔ جو لوگ حدود کو توڑتے ہیں اصل خطرہ اسلام کو ان سے ہے۔ مبارک ہیں وہ جماعتیں جن کی بنیاد اور وجود خدا کی حدود پر ہے۔

حدود میں شفاعت

مذکورہ قصہ سے ظاہر ہے کہ حدود میں شفاعت حرام ہے جب حضرت اسامہؓ نے شفاعت کی تو آپ نے فرمایا:۔

لاتشفع فی حدود اللہ	اللہ کی حدود میں شفاعت نہ کر، کیونکہ
فان الحدود اذا انتہت	جب وہ میرے پاس آگئی تو اب اسکو کوئی
الی فلیس لہا متروک	نہیں چھوڑ سکتا۔

لیکن جب معاملہ عدالت میں پیش نہ ہوا ہو تو شفاعت جائز ہے بشرطیکہ مجرم شریر اور بدمعاش نہ ہو اور حدود کے علاوہ دوسرے گناہ جن کی تعزیر قائم ہوتی ہے۔ اس میں شفاعت جائز ہے خواہ معاملہ داخل ہو چکا ہے یا نہیں۔ اور بعض علماء کے نزدیک ایسے معاملات میں شفاعت جائز ہے بشرطیکہ مجرم شریر اور بدمعاش نہ ہو۔

واقبلوا ذوی الھیئات عثراتہم الا فی الحدود	حدود کے علاوہ صاحب پوزیشن کی لغزشیں قبول کریا کرو۔

آپ کے فتاویٰ

قیام مکہ معظمہ کے دوران اور دوسرے واقعات بھی پیش آئے۔ آپ نے خمر، خنزیر، مردار، بت، نجومی کی اجرت اور قیمت کو ناجائز قرار دیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ قیام مکہ کے دوران آپ سے مردہ جانور کی چربی کے بارے میں دریافت کیا گیا، کیونکہ اس سے کشتی پر روغن کیا جاتا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

قاتل اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فباعوھا واکلوا اثمانہا	اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے کہ ان پر چربی کو حرام کیا گیا۔ انھوں نے اسکو بیچا اور اسکی قیمت کھائی[1]

ایک آدمی آپ کے پاس آیا، اس نے عرض کیا۔ میں نے نذر کی تھی کہ اگر مکہ فتح ہو گیا تو بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا آپ نے ارشاد فرمایا یہیں نماز پڑھ لو۔ اس نے تین مرتبہ سوال کیا۔ آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ الصلوٰۃ	جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی

---

[1] ۔ حرام چیز کی قیمت بھی حرام ہوتی ہے

ھٰھنا افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ من البلدان — قسم اس جگہ نماز پڑھنا، دیگر شہروں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ افضل ہے۔

انہدامِ عزیٰ آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کے ہمراہ نخلہ، انہدام عزیٰ کے لئے بھیجا۔ حضرت خالد گئے اور آئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے اس جگہ کیا دیکھا؟ عرض کیا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا، تو ابھی تو نے عزیٰ کو نہیں گرایا۔ حضرت خالد غصہ میں پھر وہاں پہونچے۔ اور تلوار کھینچ کر تلاش شروع کی۔ دیکھا تو ایک سیاہ عورت برہنہ سر و بال ظاہر ہوئی۔ حضرت خالد اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس کو تلوار سے قتل کر دیا اور حضور کو آکر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، عزیٰ وہی تھا۔ روایت ہے کہ عزیٰ قریش اور تمام بنی کنانہ کا معبود تھا اور سب سے بڑا بت تھا۔ اس کے مجاور بنی سلیم قبیلہ کے بنو شیبان تھے۔

انہدامِ سواع آپ نے حضرت عمرو بن عاص کو سواع کے بت خانہ کے انہدام کے لئے بھیجا۔ یہ قبیلہ ھذیل میں تھا۔ حضرت عمروؓ فرماتے ہیں جب میں وہاں پہونچا تو بت خانہ کے مجاروں نے کہا، کیا چاہتا ہے؟۔ میں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بت خانہ کے گرانے کو بھیجا ہے۔ وہ بولے تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔ میں نے فوراً بت پر حملہ کر دیا اور اس کو گرا دیا۔ وہ لوگ یہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ ہم نے اس کے خزانہ میں سے کچھ بھی نہ پایا۔

انہدامِ منات آپ نے سعد بن زید اشہلیؓ کو مقام "مشلل" بھیجا، تاکہ بت خانہ منات کو گرائیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں اوس، خزرج، بنی غسان کا معبود تھا۔ حضرت سعد بیس سوار لیکر وہاں پہونچے۔ اس کے مجاوروں نے کہا کیسے آنا ہوا۔ بولے اس کو گرانے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا تو جانے۔ یہ تلوار لیکر اس طرف بڑھے تو ایک سیاہ عورت جس کے بال بکھرے تھے ظاہر ہوئی انھوں نے اس کو قتل کر دیا اور بت کو گرا دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر خبر دی۔

سریہ خالد بن ولیدؓ قیام مکہ کے دوران آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ۳۵۰ سوار وں کے ساتھ (جس میں مہاجرین و انصار اور بنو سلیم تھے) یلملم کی طرف بھیجا، یہاں بنو خزاعہ آباد تھے تاکہ ان کو اسلام کی دعوت دیں۔ جنگ کرنے کے لئے نہیں بھیجا

تھا حالانکہ اس قبیلہ کے لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کے والد اور حضرت خالد کے چچا کو قتل کر دیا تھا۔ جب خالد بن ولیدؓ وہاں پہونچے تو وہ لوگ بربنائے احتیاط ہتھیار بند ہو کر باہر آئے۔ حضرت خالد رضؓ نے کہا تم کون لوگ ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں۔ خدا پر ایمان لائے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہاں مسجدیں ہیں جن میں اذانیں ہوتی ہیں۔ حضرت خالد نے کہا تو پھر ہتھیار بند ہو کر کیوں آئے ہو؟ بولے اس وجہ سے کہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی۔ خیال ہوا کہ شاید تم لوگ ہم سے جنگ کرنے آئے ہو؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو ہتھیار ڈال دو۔ انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے حضرت خالدؓ نے امر فرمایا، ان کے ہاتھ پیچھے کو کر کے باندھ دیئے جائیں اور ایک قیدی کو ایک مجاہد کے سپرد کر دیا اور فرمایا سب لوگ اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دیں۔ مہاجرین اور انصار کے علاوہ سب نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے دو بار یا تین بار ارشاد فرمایا۔

الٰہی خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں

اور حضرت علی رضؓ کو دیت کا مال دیکر اس قبیلہ کے پاس بھیجا، اور معذرت چاہی۔ جب ان لوگوں نے دیت وصول کر لی اور خوش ہو گئے تو بعض صحابہؓ نے حضرت خالد کو معافی دلا دی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اور بنی خزاعہ کے قصہ کو اہل سیر نے تو اسی طرح بیان کیا ہے لیکن کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس قبیلہ میں دعوت اسلام کے لئے بھیجا یہ لوگ ابھی پختہ کار مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے ابھی تک (ناواقفیت) کی وجہ سے اسلمنا کے بجائے صبانا کہا تھا۔ اسی بنا پر حضرت خالدؓ نے ان کو اسیر اور قتل کیا۔ شراح حدیث نے کہا ہے کہ ممکن ہے حضرت خالد نے صبانا کو کافی نہ جانا ہو بلکہ صراحۃً اسلمنا کو پسند کیا ہو۔ اسی تاویل کی بنا پر ان کو قتل کیا۔

عبداللہ بن ابی حدردؓ سے مروی ہے کہ میں حضرت خالد کے سریہ میں . . . . تھا۔ ایک قیدی جو میرے پاس تھا اس نے کہا، آپ مجھے قیدی عورتوں کے اس خیمے کے پاس لے جائیں مجھے وہاں ایک کام ہے، اس کے بعد جو چاہے کرنا، میں اس کو لیکر وہاں گیا۔ وہاں ایک

عورت نے چند اشعار پڑھے۔ اور اس قیدی نے اس کا جواب دیا میں نے واپس لا کر اس کو قتل کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت آئی اور اس کی لاش پر نعرہ مار کر گر پڑی اور مر گئی۔ جب ہم واپس آئے اور آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "کیا تم میں کوئی رحم دل انسان نہ تھا"

ہوازن اور ثقیف

فتح مکہ کے بعد اور سب قبائل تو مطیع ہو گئے تھے لیکن دو قبیلے ہوازن اور ثقیف ابھی تک بدستور سرکش تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا اب تک "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" نے جن قبائل کے ساتھ جنگ کی ہے وہ جنگ میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ اب شاید وہ ہمارا قصد کریں گے۔ لہٰذا اس سے قبل ہمیں ان پر حملہ کر دینا چاہیے ہوازن کا سردار مالک بن عوف تھا اور ثقیف کا سردار کنانہ بن عبد یالیل تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ قارب بن اسود تھا۔ ان لوگوں نے جنگ کے لئے لشکر تیار کیا اور باہر آ گئے قبیلہ سعد اور ہلال نے ان کی موافقت کی اور قبیلہ کعب اور کلاب نے ساتھ نہ دیا۔ اس طرح چار ہزار کا لشکر تیار ہو گیا اور اپنے ساتھ تمام اموال اور مواشی، عورتوں کو لایا۔

روایت ہے کہ زید بن صمہ ایک بوڑھا جس کی عمر ۱۲۰ سال یا ۱۶۰ سال کی تھی جنگی معاملات میں نہایت تجربہ کار تھا قبیلہ جسم سے تعلق رکھتا تھا نابینا ہو گیا تھا جب یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ اوطاس آیا تو اس نے بچوں کے رونے اور جانوروں کے بولنے کی آوازیں سنی۔ دریافت کیا یہ کیا ہے بتلایا گیا مالک بن عوف اپنے لشکر کے ساتھ پڑا ہے۔ اس نے مالک کو بلایا اور آمد کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا ان سب کو اس وجہ سے لایا ہوں تاکہ یہ لوگ دل لگا کر جنگ کریں اور فرار نہ اختیار کریں۔ زید نے کہا تیری رائے درست نہیں ہے۔ پھر دریافت کیا، کعب اور کلاب کہاں ہیں؟ جواب دیا انھوں نے ساتھ نہیں دیا۔ زید نے کہا وہی جنگجو تھے، اب تم فتح نہیں پا سکتے۔ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ اور اپنے ٹھکانے پر پہونچکر مورچہ بندی کرو۔ زید کی اس رائے سے ثقیف اور ہوازن متزلزل ہو گئے۔ مالک نے اپنے گلے پر تلوار رکھ کر کہا کہ یا تو میرا ساتھ دو، ورنہ میں اپنے کو ہلاک کرتا ہوں[1]۔ مجبوراً ہوازن اور ثقیف ساتھ ہوئے کہ بلا سردار رہنا اُن کو پسند نہ تھا۔ غرضکہ ان لوگوں نے آکر

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ بغیر لیڈر کے قوم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ یہی حادثہ ہے۔ ہمارے بزرگوں میں سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فرمایا کرتے تھے۔ مسلم قوم بہت اچھی ہے لیکن اس کے لیڈر (باقی ص پر)

حنین میں پڑاؤ کیا۔

جنگ حنین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے عبداللہ بن ابی حدرد کو تحقیق حال کے لئے بھیجا اور تیاری کا حکم دیدیا۔ عتاب بن اسید اور معاذ بن جبل رضی کو مکہ مکرمہ میں تعلیم دین کے لئے چھوڑا، اور بارہ ہزار بروایت دیگر سولہ ہزار لشکر لیکر روانہ ہوئے اور جیسا کہ گذر چکا ہے سنو زرہ اور جنگی سامان صفوان سے عاریۃً لیا تھا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی حدرد سے ملاقات ہوئی، اور انھوں نے کافروں کا ارادہ اور اُن کا سب سامان تبلایا۔ آپنے تبسم فرمایا اور فرمایا انشاء اللہ یہ سب مال مسلمانوں کا مال غنیمت ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ مالک بن عوف نے تین آدمی جاسوسی کے لئے بھیجے۔ انھوں نے آکر خبر دی کہ ایک عظیم لشکر دیکھا، اور سفید پوش سوار جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے دیکھے ہیں ہم ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ مالک بن عوف نے یہ سنکر ڈانٹا اور پھر تین آدمی ان سے زیادہ قوی اور بہادر بھیجے۔ اور انھوں نے بھی یہی آکر کہا۔ زید نے مالک کو سمجھایا کہ وہ فرشتے ہیں مگر مالک کی سمجھ میں بات نہ آئی۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی کو جب لشکر کفار کے بارے میں علم ہوا تو انھوں نے سلمہ بن سلامہ رضی سے فرمایا کہ آج دشمن کی قلیل تعداد پر غلبہ ہو جائے گا اور یہ روایت بھی ہے، اس بات کو حضرت سلمہ رضی نے کہا تھا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بری معلوم ہوئی اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ عجب پسند نہ آیا۔ اسی وجہ سے اول حال لشکر اسلام کو شکست نصیب ہوئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ فتح و نصرت، عدد اور سامان پر نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ	اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی
ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم	اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمکو عجب
فلن تغنی عنکم شیئا	میں مبتلا کر دیا تو کوئی چیز بھی کفایت نہ کر سکی۔

اور سیرت کی بعض کتابوں میں یہ بھی ہے کہ آپ نے لشکر کی کثرت دیکھ کر فرمایا تھا۔

باقی حاشیہ صفحہ ۸۷ — بیکار رہیں، اور ہند و قوم کو لیڈر بہت عمدہ حاصل ہیں لیکن وہ قوم خراب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان اچھے لیڈروں نے منتشر قوم کو بنا دیا۔

لن یغلب الیوم من قلۃ — آج وہ قلت کی وجہ سے غلبہ نہ پاسکیں گے۔

لیکن یہ سہو ہے کیونکہ یہ منصب رسالت کے مناسب نہیں ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس قول کو پسند نہیں کیا تھا بعض مفسرین اور اہل سیر کو اس وجہ سے سہو ہو گیا ہے کہ انھوں نے غزوہ حنین کے واقعہ کے درمیان اس حدیث کو ذکر کر دیا ہے۔

خیر الصحابۃ اربعۃ وخیر السرایا اربعمائۃ وخیر الجیوش اربعۃ الآف ولن تغلب اثنا عشر الفا من قلۃ — بہترین صحابہ چار ہیں اور بہترین سرایا ۴۰۰ کا ہے اور بہترین لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہو سکیں گے۔

ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی ہے لیکن یہ حدیث واقعہ حنین کے تحت ذکر کرنا غلط ہے۔

عظمت پرستی کی تردید

ابو واقد لیثی سے منقول ہے ہم غزوہ حنین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے راستہ میں ہم نے ایک بہت بڑا سرسبز درخت دیکھا، زمانہ جاہلیت میں قریش ایک دن یہاں آکر قیام کیا کرتے تھے اور اپنی تلواریں اس میں لٹکا دیتے اور ذبح کرتے تھے۔ اس درخت کا نام "ذات الاسواط" تھا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ آپ ہمارے یہاں ایک دن مقرر فرما دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں نے وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی۔

اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ — ہمارے لئے بھی ایک معبود قرار دیجئے جیسا کہ انکا معبود ہے

ہم اس بات سے شرمندہ ہوئے اور استغفار کی لہ

جنگ حنین کا پہلا منظر

روایت ہے کہ جب لشکر اسلام وادی حنین میں داخل ہوا تو مالک بن عوف نے پہلے ہی سے میدان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور

لہ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں تین جگہ مشاہد بزرگاں اور مزارات کی تعظیم میں غلو پر نہایت شدت سے کلام کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ علامہ حق بجانب ہیں اور تعظیم مشاہد کا جو مرض آج مسلمانوں میں ہے اس کو زمانہ جاہلیت ہی سے نسبت حاصل ہے۔ اسلام نے اس میں کوئی گنجائش نہیں دی ہے۔

پناہ گاہوں میں لشکر کو چھپا دیا تھا۔ ایک تنگ گھاٹی سے راستہ ہو کر جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک قبیلہ کو جھنڈا مرحمت فرما دیا تھا، اور خالد بن ولید کو مقدمہ لشکر پر مقرر کیا تھا۔ صبح ہوتے ہی لشکر اسلام نے گھاٹی سے گذرنا شروع کیا۔ ادھر پناہ گاہ سے اچانک کافروں نے تیروں کی بارش شروع کردی۔ سب سے پہلے حضرت خالد کی فوج کے پیر اکھڑ گئے کیونکہ ان کے لشکر میں بہت سے حضرات کے پاس ہتھیار نہ تھے اور یہ نو مسلم قریش تھے۔ ان کے پیچھے والے بقیہ مسلمانوں کے پیر از خود اکھڑ گئے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفید خچر پر سوار تھے جو فروہ جذامی نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ دُلدل پر سوار تھے۔ آپ صحابہ کے پیچھے جاتے تھے اور پکارتے، یا انصار اللہ ورسولہ میں بندہ اور رسول خدا ہوں لیکن آپ کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ نو مسلم قریش نے کہنا شروع کر دیا آج تو مسلمان دریا کے کنارہ ہی جاکر ٹھہریں گے۔ کلاہ بن حنبل برادر صفیان بن اُمیہ نے کہا۔ تو آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ختم ہو گیا لیکن اس وقت آپ میدان میں ثابت قدم کھڑے تھے اور آپ کے ساتھ چند اور تھے جن کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ صرف چار آدمی باقی تھے یعنی علی، عباس، ابو سفیان، عبداللہ بن مسعود، حضرت علی۔ عباس آگے تھے ابو سفیان گھوڑے کی حفاظت میں تھے اور ابن مسعودؓ بائیں طرف تھے۔ جو بھی اُن کی طرف آتا قتل ہو جاتا تھا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ تنہا رہ گئے تھے۔ غالباً یہ قلتِ تعداد سے کنایہ ہے۔ یا یہ کہ ابتدائے حال مراد ہے بعد میں جمع ہو گئے ہوں گے۔ بعض روایات میں ان حضرات کے نام بھی نظر سے گذرے ہیں۔ مثلاً فضل، قثم پسران عباسؓ۔ جعفر بن ابو سفیان بن حارث، ربیعہ بن حارث، اسامہ بن زید، عبداللہ بن زبیرؓ۔ عقیل بن ابی طالب۔ اور آپ اس حالت میں ارشاد فرما رہے تھے۔

ہ انا النبی لا کذب وانا ابن عبد المطلب [1]

جنگ حنین کا دوسرا منظر یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شجاعت پر دلالت کر رہا ہے۔ آپ اس دن ایسے گھوڑے پر سوار تھے کہ جو میدانِ جنگ کی کرو فر سے نا آشنا تھا اس وجہ سے پیدل کافروں کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ثابت قدمی

---

[1] رواہ بخاری۔

سے ان کا مقابلہ کیا۔ قرآن پاک نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و انزل جنودًا لم تروھا ؎۱

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اپنے رسول اور مومنین پر اتارا، اور ایسا لشکر اتارا جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔

آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، آپ ہمارے صحابہؓ کو یہ کہہ کر پکاریں۔ یا معشر الانصار، یا اصحاب السمرۃ، یا اصحاب سورۃ البقرہ۔ حضرت عباسؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ جب صحابہؓ نے آواز سنی تو لبیک لبیک کہہ کر ایسے واپس ہوئے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتہ کی طرف آتی ہیں اور آن کی آن میں سو آدمی جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا ''الان حمی الوطیس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''شاھت الوجوہ کہہ کر ایک مشت خاک کافروں کی طرف پھینکی ؎۲۔ ہوازن وثقیف میں سے کوئی آدمی ایسا نہ بچا کہ وہ خاک اس کی آنکھ میں نہ جا بھری ہو۔ روایت ہے کہ اس وقت آپ نے یہ دعا پڑھی

اللھم لک الحمد والیک المشتکا وانت المستعان ؎۳

اللہ تیری تعریف ہے اور تجھ ہی سے شکایت ہے اور تو ہی مددگار ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اس دن آپ کو وہی دعا الغار کی گئی تھی جو موسیٰ علیہ السّلام کو دریا پار کرتے ہوئے کی گئی تھی۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ''حم لاینصرون ؎۴

روایت ہے کہ جب سو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو کر جنگ کرنے لگے تو ہوازن

؎۱ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم الخ اور سورۂ توبہ میں بیشتر حالات ۹ھ غزوہ تبوک سے متعلق ہیں۔ اور بعض احکامات حجۃ الوداع سے متعلق ہیں اسی جگہ منجملہ انعامات کے نصرت حنین کا ذکر ہے۔ غزوۂ حنین کے موقعہ پر ان آیات کا نزول نہیں ہوا ہے۔ سیاق کلام سے بھی یہی ثابت ہے ؎۲ غزوہ بدر کے وقت بھی ایسا ہی کیا تھا ؎۳ مصائب کے وقت اس دعا کا پڑھنا مفید ہے ؎۴ انشاء اللہ اس کو کثرت سے پڑھنے سے دشمن کا غلبہ ختم ہو جائیگا۔

میدان میں اتنی دیر بھی نہ ٹھہر سکے جتنی دیر میں اونٹ دوہا جاتا ہے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت مسلمان تلوار کھینچ کر کافروں کے مقابل ہوئے تو کوئی سیاہ چیز پورے میدان میں منتشر ہوگئی حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جو سنگریزے آپ نے کافروں کی طرف پھینکے تھے ان میں سے ایسے آواز آرہی تھی جیسے طشت سے کوئی چیز آسمان سے گرائی جاتی ہو۔

حضرت سعید بن جبیرؓ روایت کرتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے بھیج کر آپ کی مدد فرمائی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد کافروں نے کہا، اب وہ لوگ کہاں گئے جو سفید کپڑے پہنے، ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہم ان کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر وہ قتل نہیں ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو ارشاد فرمایا، وہ فرشتے تھے۔

مالک بن اوس کہتے ہیں، میری قوم کے چند آدمی اس دن میدان جنگ میں موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ سنگریزے پھینکے تو ہر ایک کی آنکھ میں پہونچ گئے اور دل میں اضطراب پیدا کردیا۔ ہم نے دیکھا بہت سے سفید پوش سوار نمودار ہوئے کہ ان کے سروں پر سرخ پگڑیاں تھیں۔

شیبہ بن عثمانؓ روایت کرتے ہیں۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر میں بھی قریش کی جماعت کے ساتھ باہر آیا۔ لیکن میری نیت یہ تھی کہ اگر موقعہ مل گیا تو کسی مسلمان کو اپنے باپ اور بھائی کے بدلہ قتل کردوں گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں تنہا رہ گئے تو میں اس ارادہ سے آگے بڑھا۔ داہنی طرف آیا تو دیکھا کہ آپ کے چچا عباسؓ حفاظت کے لئے موجود ہیں۔ دوسری طرف کو دیکھا تو ابوسفیان بن حارث تھے۔ میں نے جی میں کہا، ادھر سے موقعہ نہیں ملتا ہے تو پیچھے آیا۔ ارادہ کیا کہ تلوار سے حملہ کروں تو فوراً ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے آگ کی لپٹ نکل رہی تھی۔ میں نے خوف کی وجہ سے آنکھیں بند کرلیں۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور پاس بلایا، اور میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ "اے اللہ اس شیطان کے شر کو دور کردے۔ فوراً ہی وہ جذبہ دل سے دور ہوگیا، اور آپ کی محبت میرے دل میں اتر گئی۔ قسم خدا کی اگر میرا باپ بھی ہوتا تو میں آپ پر اس کو قربان کردیتا۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو آپ اپنے خیمہ میں تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، خدا جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ تو جو چاہتا ہے وہ نہیں ہوگا، اور پھر وہ تمام تفصیل سنادی جو میرے دل میں تھی۔ حالانکہ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔ اس وقت میں نے کہا، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد

انک رسول، اور عرض کیا، آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپ نے میرے لئے استغفار فرمائی۔

روایت ہے کہ شکست خوردہ کافر تین گروہ میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ طائف چلا گیا اور اسی گروہ میں مالک بن عوف بھی چلا گیا۔ دوسرا گروہ اوطاس چلا گیا۔ اور ایک گروہ نخلہ چلا گیا۔

حضرت ابو قتادہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں غزوہ حنین میں، میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان کے سینہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اس کو فوراً قتل کر دیا اور مسلمان کے سینہ پر سے ہٹایا۔ اور مقتول اور مسلمان کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا "جس نے کسی کو قتل کیا ہو اس کا سامان قاتل کا ہے۔ میں اٹھا اور عرض کیا کون ہے جو میری گواہی دے۔ لیکن کسی نے کچھ نہ کہا۔ اور دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار آپ نے ارشاد فرمایا ابو قتادہ کہو کیا بات ہے؟ میں نے تفصیل بیان کی۔ تب ایک آدمی نے کہا حضور یہ سچ کہتے ہیں اور وہ سامان میرے پاس ہے۔ چنانچہ وہ سب سامان آپ نے مجھے دلایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ موجود تھے بولے۔ خدا کے شیر نے خدا اور اس کے رسول کی راہ میں جنگ کی ہے۔ وہ محروم نہیں رہ سکتا۔ قبیلہ بنی سلمہ کے لئے یہ پہلا سرمایہ تھا جو راہ خدا میں ہاتھ آیا تھا۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو مقتول کا سامان اسی کا ہے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس دن بیس کافروں کو قتل کیا وہ سب سامان آپ نے حضرت ابو طلحہؓ کو مرحمت فرما دیا۔

روایت ہے کہ ایک کافر عورت کی لاش پر مسلمان ہجوم کئے ہوئے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا ہے؟ عرض کیا اس کو حضرت خالدؓ نے قتل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہم نے تو یہ ہدایت کی تھی کہ کسی عورت اور کسی بچے کو قتل نہ کیا جائے۔ روایت ہے کہ غزوہ حنین میں چار مسلمان شہید ہوئے اور ستر کافر دز رخ رسید ہوئے

غزوہ اوطاس

روایت ہے کہ حنین کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جھنڈا ترتیب دیا اور ابو عامر اشعریؓ کے سپرد فرمایا اور ایک جماعت ساتھ کر دی اور اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ معمولی سی جنگ کی نوبت آئی اور زید بن صمہ قتل ہوا۔ روایت ہے کہ اس کو زبیر بن عوام نے قتل کیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو حضرت ابو عامر اشعریؓ کے

بھتیجے ہوتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں میں اس لشکر میں تھا میرے چچا ابو عامر کی ران میں ایک کافر کا تیر آکر لگا میں فوراً اُن کے پاس آیا، وہ کافر میری صورت دیکھ کر بھاگ گیا میں نے کہا شرم نہیں آتی ہے؟ وہ ٹھہر گیا۔ اور ہم دونوں کا مقابلہ ہوا میں نے اس کافر کو قتل کر دیا اور چچا سے آکر کہا اور تیران کی ران سے نکالا۔ اس کے نکلتے ہی خون پانی کی طرح بہہ نکلا، اور تھوڑی دیر بعد ان کا انتقال ہوگیا، مرنے سے پہلے انھوں نے وصیت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام کہہ دینا اور دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔ واپس ہو کر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔ واپس ہو کر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام سے عرض کیا۔ آپ نے وضو کیا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دے رہی تھی اور دُعا کی۔

اللھم اغفر ابی عامر اللھم	الٰہی ابو عامر کی مغفرت فرما۔ اور قیامت
اجعلہ یوم القیامۃ فوق کثیر	کے دن اپنی بہت سی مخلوق کے اوپر
من خلقک	اس کا درجہ آگر

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ "الٰہی ابو عامر کی مغفرت فرما، اور اُن کو میری اُمت میں جنت میں سب سے بلند درجہ مرحمت فرما۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ حضور! میرے لئے بھی دعا فرمایئے! آپ نے میرے لئے یہ دُعا کی۔

اللھم اغفر لعبد اللہ بن قیس	الٰہی عبد اللہ بن قیس کے گناہ معاف کر اور
ذنبہ وادخلہ الجنۃ	اس کو جنت میں داخل فرما۔

غزوۂ اوطاس میں بنی رباب قبیلہ کے بہت سے آدمی شہید ہو گئے تھے آپ نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ روایت ہے کہ حضرت ابو عامرؓ نے غزوۂ اوطاس میں دس بھائیوں کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا۔ جب دسویں کا نمبر آیا تو اس نے دھوکے سے حضرت ابو عامرؓ کو شہید کر دیا۔ اسی غزوہ میں وہ مسلمان ہو گیا اور پھر مخلص مسلمان بن کر رہا۔ اس کو محمد بن اسحٰق نے روایت کیا ہے لیکن یہ روایت گذشتہ روایت کے مخالف ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے ابو عامر کے قاتل کو قتل کر دیا تھا لیکن اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ قاتل حضرت

ابو عامرؓ کے قتل میں شریک ہوگا۔

مال غنیمت کی حفاظت آپ نے امر فرمایا کہ تمام مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کر دیا جائے اور اعلان کرا دیا۔

من کان یومن باللہ والیوم الاخرہ فلا یغل

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مال غنیمت نہ چھپائے۔

لہذا جس کے پاس جو چیز برائے استعمال تھی اسکو واپس کر دیا۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی بیوی فاطمہ بنت ولید کے پاس ایک سوئی کپڑا سینے کے لئے تھی۔ انھوں نے اس کو لیکر مال غنیمت میں داخل کر دیا۔ روایت ہے کہ آپ نے عباد بن بشرؓ کو مال غنیمت کا محافظ مقرر فرما دیا تھا۔ ان کے پاس ایک برہنہ آدمی آیا اور ایک چادر کا سوال کیا۔ حضرت عباد بن بشرؓ نے انکار کر دیا تو حضرت اُسید بن حضیرؓ نے کہا، اس کو میری ضمانت پر دیدیجئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دوں گا۔ میرے حصہ میں سے ایک چادر محسوب کر لی جائے گی، یہ بیچارہ اس کو پہن کر نماز ادا کریگا۔ حضرت عبادؓ نے سائل کو چادر دیدی قبل اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت اُسیدؓ خبر پہونچائیں کسی نے اطلاع کر دی۔ آپ نے حضرت عباد کو طلب فرمایا۔ حضرت عباد نے عرض کر دیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے وہ چادر اپنی ضمانت پر دلائی ہے۔ آپ میرے حصہ میں سے محسوب کر لیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "تم زمانہ کے مقتدا ہو اور لوگ تمہارے مقتدی ہیں۔

قیدی عورتیں غزوہ حنین میں کافر عورتیں بھی گرفتار ہوئیں تھی، کسی نے بھی ان سے مجت کرنا پسند نہ کیا، اور چونکہ وہ شوہر والی عورتیں تھیں۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم [1]

اور محصنہ عورتیں مگر جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں

---

[1] - اس کو مسلم۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی نے روایت کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافرہ (باقی صفحہ ۹۶ پر)

اور آپ نے ارشاد فرمایا:۔

لا توطأ حامل من السبی	کسی حاملہ قیدی عورت سے اُس
حتی تضع حملها ولا غیر ذات	وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک ایک
حمل حتی تحیض حیضۃً لہ	حیض نہ گذر جائے۔

حضرات صحابہؓ نے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

لیس من کل الماء یکون الولد	ہر قطرہ سے بچہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔
واذا اراد اللہ ان یخلق شیئاً	جب اللہ کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے
لم یمنعہ شیئ ٢ہ	تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔

روایت ہے کہ قیدیوں میں شیما بنت الحارث بن عبد العزیٰ بھی تھیں جس وقت گرفتار کیا جا رہا تھا تو ایک صاحب نے ان پر سختی کی، تو بولیں میں تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضاعی بہن ہوں۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کیا علامت ہے؟ عرض کیا، میں جس وقت آپ کو گود میں لیکر کھلاتی تو اپنی انگلی اور انگوٹھا آپ کے منہ میں دے دیتی تھی۔ آپ کے دانتوں کے نشانات اُن پر ہیں۔ آپنے

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۵) عورتیں گرفتار ہو جائیں اور ان کے شوہر ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ منتقل ہو کر دار الاسلام میں لائی گئی ہوں یا وہ ابھی دار الحرب میں ہوں پھر وہ گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو گئی ہوں یا بدستور اپنے مذہب پر قائم ہوں۔ ان حالات میں ائمہ کا اختلاف ہے بعض نے استبراء رحم کے بعد وطی کو جائز کہا ہے اور بعض نے فرمایا ہے۔ استبراء رحم واجب نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو مظہری ص۲۱۲ ج ۲

لہ شریعت میں رحم کے صاف ہونے سے مراد یہی ہے ٢ہ عزل کی اجازت ہے لیکن منکوحہ بیوی سے اولاً اس سے اجازت ضروری ہے اور اس کے لئے شرائط ہیں۔ مثلاً منکوحہ لاغر ہو یا مریض وغیرہ محض غربت یا رزق اور پرورش کے بوجھ کے ڈر سے عزل حرام ہے اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا موجودہ زمانہ میں کثرت آبادی کو روکنے کے لئے نس بندی کا جو طریقہ شروع ہوا ہے وہ اسلام کے نزدیک درست نہیں ہے اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ نس بندی کرائے۔

ان کو شناخت کرلیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر پر بٹھلایا اور تعظیم سے پیش آئے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حلیمہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انھوں نے بتلایا ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میرے پاس رہنا پسند کرو تو عزت اور اکرام سے رہوگی۔ اور اگر واپس جانا چاہو تو اس کا انتظام کیا جائے۔ شیما نے دوسری بات پسند کی۔ آپ نے ایک غلام اور دوسری روایت ہے کہ تین غلام ایک باندی۔ کچھ اونٹ اور بکریاں عنایت فرمائیں اور ارشاد فرمایا تیرا نام حذافہ اور لقب شیما تھا۔

غزوۂ طائف

اہل سیر نے بیان کیا ہے۔ شوال ۸ھ میں آپ نے قبائل ثقیف و ہوازن کا تعاقب کیا جو حنین سے فرار ہو کر طائف کے قلعہ میں محصور ہو گئے تھے۔ خالد بن ولیدؓ کو ہزار آدمیوں کا لشکر دیکر مقدمہ پر مقرر فرمایا۔ راستہ میں "لیہ" مقام پر عوف بن مالک کا محل تھا۔ وہ اس کو خالی کر کے طائف چلا گیا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا اس کو ویران کر دیا جائے۔ اور یہاں سے طفیل دوسی کو "ذی الکفین" کے بتخانے کو توڑنے کے لئے روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا، یہ کام کر کے اپنی قوم کو لیکر لشکر اسلام میں آکر مل جاؤ۔ حضرت طفیل نے بہت جلد اس کام کو انجام دیا۔ بت خانہ کو منہدم کر کے اس کو جلا دیا۔ چار روز کے بعد آپ طائف پہنچے۔ اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ تیر اندازوں اور منجنیقوں کو نصب کر دیا۔ کفار نے اس جگہ ایک سال تک جنگ کرنے کا انتظام کیا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر اسلام کو انھوں نے دیکھا تو تیروں کی بارش شروع کر دی۔ بہت سے صحابہ مجروح ہو گئے اور بعض شہید ہو گئے تو آپ وہاں سے ہٹ آئے اور بلند جگہ پر قیام فرمایا۔ جہاں آج کل مسجد طائف ہے۔ امہات المومنینؓ میں سے حضرت زینبؓ اور حضرت ام سلمہؓ آپ کے ہمراہ تھیں ان کے لئے دو خیمہ نصب کر دیئے گئے تھے۔ آپ کھلے میدان میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۸ روز تک بروایت دیگر ۲۳ روز بروایت دیگر چالیس روز تک محاصرہ کیا۔ بہت سی لڑائیاں بھی ہوئیں۔ بہت سے صحابہ مجروح ہوئے اور بارہ شہید ہوئے۔ جن میں سے ایک

---

[۱] علامہ ابن قیم نے ــــ زاد المعاد میں کمر میں کاٹنے کا نشان روایت کیا ہے وہ روایۃً اور درایۃً غلط ہے

قبیلہ لیث کا، چار قریش اور سات انصار تھے۔ انھیں میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضؓ بھی تھے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ طائف کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اہل طائف نے درخواست پیش کی کہ رحم کیا جائے۔ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضؓ نے فرمایا۔ محاصرہ کے دوران آپ میرے خیمہ میں تشریف لائے۔ میرے پاس میرے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ رضؓ تھے کہ ایک مخنث آیا اور میرے بھائی سے کہا، کہ تم کو طائف پر فتح حاصل ہو جائے تو پھر دختر غیلان (مراد خود) سے بھی جنگ کرنا۔ جب وہ سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ میں چار شکن ہوتی ہیں اور جب واپس ہوتی ہے تو آٹھ شکن دکھائی دیتی ہیں (یہ عرب کا معیار حسن ہے) جب یہ سُنا تو فرمایا۔ یہ لشکر تم لوگوں سے جنگ کرنے نہیں آیا ہے۔

ایام محاصرہ طائف میں آپ نے اعلان فرمایا، جو بھی قلعہ سے باہر آجائیگا، ہماری جانب سے اس کو آزادی ہے۔ قریباً بیس آدمی آئے۔ ان ہی میں نفیع بن حارث بھی تھے جو سیڑی کے ذریعہ آئے تھے، اسی وجہ سے ان کو ابو بکرہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ جب طائف فتح ہو گیا اور اہل طائف مسلمان ہو گئے تو اہل طائف نے درخواست کی کہ حضور! ان غلاموں کو ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے لئے آزاد ہو چکے ہیں

حضرت جابر عبداللہ رضؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ محاصرہ طائف کے دوران آپ نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اور کوئی راز کی بات اُن سے کہی۔ جب خفیہ گفتگو کا یہ زمانہ طویل ہوا تو لوگوں نے کہا۔ عجیب راز کی بات اپنے چچا زاد بھائی ہی سے کہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

میں نے علیؓ سے تنہائی میں وہی راز کہا ہے جس کا
مجھے اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا ہے۔

ایام محاصرہ طائف میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ کے سامنے دودھ کا ایک پیالہ ہے یا مکھن کا ایک پیالہ رکھا ہے۔ ایک مرغ آیا اور اس نے اس میں چونچ ڈال کر گرا دیا۔ صبح کو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیان فرمایا اور تعبیر دریافت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق اس بارے میں بہت مشہور تھے۔ انھوں نے تعبیر دی۔ کہ اس سال طائف فتح نہ ہو سکے گا۔ آپ نے ارشاد

فرمایا یہی میری تعبیر تھی۔

روایت ہے کہ طائف کے معاملہ میں آپ نے نوفل بن معاویہؓ سے مشورہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ اہل طائف لومڑی کی طرح ہیں۔ اگر محاصرہ جاری رکھیں تو باہر نہ آئیں گے۔ اور اگر آپ چلے جائیں گے تو آپ کا تعاقب کر کے کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ یہ سُنکر آپ نے کوچ کا ارادہ فرمایا۔

روایت ہے کہ اہل طائف میں سے ابومحجن ثقفی نے ایک دن قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر کہا، اے بندگان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) محاصرہ سے تم کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے فرمایا۔ اے ابن حبیب بخدا ہم محاصرہ کر کے تمہاری خوراک کے دروازہ بند کر دیں گے۔ تمہارے درختوں کو قطع کر دیں گے۔ ابومحجن نے کہا اگر تم نے ایسا کیا تو ہم اور پیدا کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم تم کو باہر ہی نہ نکلنے دیں گے۔ اور تم اسی طرح بھوکے مر جاؤ گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سال فتح کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا ہاں۔

روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم بن امیہ نے آپ سے عرض کیا۔ اگر آپ طائف کو فتح کر لیں تو بادیہ بنت غیلان یا بنت عقیل کا زیور مجھے عنایت فرما دیں۔ یہ عورت ثقیف کی اجمل ترین عورت تھی اور اس کے پاس بہت زیور تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کا زیور تجھے کس طرح دے سکتا ہوں۔ اس سال فتح طائف کی اجازت نہیں ہے۔ خولہ نے حضرت عمرؓ سے جا کر عرض کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے پھر حضور سے آ کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہی بات ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو پھر کوچ کا اعلان کر دینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا، اعلان کر دیجئے۔ جس وقت لوگوں کو معلوم ہوا تو بلا فتح کے کوچ کرنا برا معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا تو اچھا کل جنگ کرو۔ صبح کو سب نے جنگ کی لیکن تیروں سے بہت زیادہ زخمی ہوئے پھر آپ نے کوچ کا امر فرمایا تو سب نے اس کو پسند کیا۔

واپس ہوتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:-

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون

روایت ہے کہ صحابہؓ نے آپ سے عرض کیا۔ ثقیف کے تیروں سے ہمیں بہت نقصان ہوا ہے۔ آپ ان کے لئے بددعا کریں۔ آپ نے دعا کی۔ الٰہی ثقیف کو ہدایت دے "

تقسیم غنائم حنین طائف سے رخصت ہوکر آپ جعرانہ تشریف لائے۔ اس جگہ سب مال غنیمت جمع تھا۔ یہاں آپ نے تقسیم کیا۔ چھ ہزار غلام، ۲۴ ہزار اوقیہ چاندی، چار ہزار اونٹ، اور چالیس ہزار بکریاں تھیں۔ روایت ہے کہ بکریاں اس قدر تھیں کہ شمار سے باہر تھیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں میں تقسیم کے وقت موجود تھا۔ اور بلالؓ بھی موجود تھے۔ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا حنین کی غنیمت میں سے مجھے کچھ عطا فرمایئے اور اپنا وعدہ پورا فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے غلام بشارت ہو! اس نے کہا، آپ نے بہت مرتبہ یہی کلمہ فرمایا ہے۔ یہ سنکر آپ کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا، یہ رد کرتا ہے تم لوگ قبول کرو۔ ہم نے قبول کرلیا۔ آپ نے پانی کا پیالہ طلب فرمایا اور اس میں ہاتھ اور منہ دھویا اور کلی کی اور فرمایا اس کو پی لو اور سینہ پر ڈالو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے خیمہ میں سے آواز دی۔ اس میں کا تھوڑا پانی مجھے بھی دو۔ ہم نے تھوڑا پانی ان کو دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابتؓ کو امر فرمایا۔ لوگوں کی شمار کرو! اور تمام بکریوں اور اونٹوں کو شمار کرو! اس طرح ہر پیدل کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں اور ہر سوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔ جن کے پاس ایک گھوڑے سے زیادہ تھے۔ ان کو صرف ایک ہی گھوڑے کا حصہ دیا گیا۔

صحیح روایات سے ثابت ہے کہ اولاً آپ نے مولفۃ قلوبہم پر انعامات فرمائے۔ ابوسفیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، آج تو آپ قریش میں مالدار ترین شخصیت ہیں۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو امر فرمایا۔ اُن کو چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیدو۔ عرض کیا میرے لڑکے کا حصہ بھی دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا، سو اونٹ اور چالیس اوقیہ اور دیدو۔ عرض کیا، ایک لڑکا معاویہ اور ہے۔ فرمایا، اتنا ہی اور دیدو۔ عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ زمانہ جنگ میں بھی کریم تھے، اور اب بھی کریم ترین ہیں

آپ نے حکیم حزامؓ کو سو اونٹ مرحمت فرمائے! انھوں نے سو اونٹ کی اور خواہش کی

آپ نے سو اونٹ اور مرحمت فرما دیے۔ اور علاء بن جاریہ، مخرمہ بن نوفل، حارث بن ہشام صفوان بن امیہ، قیس بن عدی، سہیل بن عمروؓ۔ حویطب بن عبدالعزیٰؓ۔ اقرع بن حارثؓ عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ مرحمت فرمائے۔

علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ عطایا غنائم میں سے دیئے تھے یا خمس میں سے دیئے تھے علامہ واقدی صاحب عیون الآثار وغیرہ نے کہا ہے کہ خمس میں سے دئے تھے۔ قرطبی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ اکثر عطایا آنحضرت صلعم کے خمس میں سے ہوتے تھے اور دیگر اہل سیر نے کہا ہے کہ مجموعہ غنائم سے ہی عطایا دیئے جاتے تھے۔ اور علامہ ابن حجر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض احادیث صحیحہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ چیز واقعہ حنین کے ساتھ مخصوص ہے۔

رافع بن خدیجؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حربؓ، صفوان بن امیہؓ، علقمہ بن حصنؓ۔ اقرع بن حابسؓ وغیرہ مولف قلوب کو سو اونٹ دیئے۔ اور حضرت عباس بن مرداسؓ کو سو سے کم دیئے تو ان کو غصہ آیا۔ تو آپ نے ان کے بھی پورے سو ہی کر دیے۔

روایت ہے کہ غنائم حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطایا اس قدر ہوئے تو آپ کے صحابہ میں سے کسی نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابسؓ میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ دیئے ہیں لیکن جعیل بن سراقہ ضمریؓ کو آپ نے کچھ نہیں دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جعیل بن سراقہ تمام روئے زمین سے بہتر ہے اور مجھے اس کے اسلام پر اعتماد ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جب غنائم حنین کو آپ نے اس طرح تقسیم کیا۔ تو انصار میں سے ایک آدمی جو نفاق میں مشہور تھا کہا۔ یہ تقسیم خدا کو خوش کرنے کے لئے نہ ہوئی۔ یہ سنکر مجھے رنج ہوا۔ اور میں نے آپ سے عرض کیا۔ تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا میں بہت شرمندہ ہوا، اور اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:۔

• رحم اللہ موسی لقد اوذی

اللہ موسی پر رحم فرمائے، ان کو اس سے

باکثر من هذا فصبر — زیادہ ستایا گیا اور انھوں نے صبر کیا

فضائلِ انصار

روایت ہے کہ جب آپ قریش پر بخشش فرما چکے اور اس قدر عطایا انصار پر نہیں فرمائے تو ان کو رنج ہوا اور کہنے لگے۔ ہماری ہی تلوار کے زور سے یہ سب کچھ ہوا ہے اور ہم ہی کو محروم رکھا گیا ہے۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی۔ اور روایت یہ ہے کہ یہ بات حضرت سعد بن عبادہؓ نے جاکر عرض کی تھی۔ آپ نے حضرت سعدؓ سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ عرض کیا میں نے کچھ نہیں کہا۔ ہاں دل میں میرے بھی یہی ہے آپ نے فرمایا جاؤ۔ پوری قوم کو جمع کرو۔ اور سب انصار کو آپ نے خیمہ میں جمع کرلیا، اور خدا کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

اے گروہِ انصار مجھے تمہاری طرف سے یہ بات پہونچی ہے
عرض کیا۔ رؤسار اور سرداران انصار میں سے کسی نے کچھ
نہیں کہا۔ البتہ نوجوانوں کا یہی خیال ہے۔ انصار جھوٹ نہیں
بولتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا تم گمراہ
نہیں تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی
تم آپس میں دشمن نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں الفت پیدا
کی، کیا تم فقیر نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں غنی کیا

اسی طرح ترتیب وار وہ تمام نعمتیں جو آپ کے ذریعہ ان کو حاصل ہوئیں تھی۔ بیان فرمائیں۔ ہر بات کے جواب میں انصار یہی کہتے۔ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

اگر تم لوگ چاہو تو کہو۔ لوگ آپ کی تکذیب کرتے تھے۔ ہم
نے آپ کی تصدیق کی اور کچھ بھی پرواہ نہ کی اور آپ
کی مدد کی۔ آپ کو انھوں نے نکال دیا تھا۔ ہم نے آپ
کو پناہ دی الخ

یہ باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں اور انصار یہی کہتے رہے کہ یہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ قریش ایمان کے اعتبار سے نومسلم ہیں میں نے مال دیکر اُنکی

دلداری کی ہے۔ اگر وہ قریش اور لوگ مال لے کر گھروں کو جائیں گے تم اللہ کے رسول کو لیکر گھر جاؤ۔ اے گروہ انصار تم جس وادی میں چلو گے میں اسی وادی سے چلوں گا۔ تم میرے جسم کے اندرونی کپڑے کی طرح ہو اور لوگ بیرونی کپڑے کی طرح ہیں۔ ؎۱

ہوازن پر انعامات

روایت ہے کہ اسی دوران چودہ آدمی یا چوبیس آدمی قبیلہ ہوازن کے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اُن میں نو سردار بھی تھے اور عرض کیا۔ آپ نے ہمارے درمیان پرورش پائی ہے۔ قیدیوں میں آپ کی رضاعی پھوپیاں، خالائیں اور گود میں لیکر کھلانے والیاں ہیں، آپ ان کو آزاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا، میں نے تمہاری وجہ سے مال غنیمت کی تقسیم میں دیر کی۔ اب تم آئے ہو اور میں نے سب کو تقسیم کر دیا ہے۔ اچھا اب ظہر کی نماز کے بعد آنا۔ جب ظہر کی نماز سے آپ فارغ ہوئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا ہر آدمی کو اپنے حصّہ کے بارے میں پورا اختیار ہے۔ اگر جی چاہے ان کے قیدی واپس کر دے اور جی نہ چاہے نہ واپس کرے۔ ہاں میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصّہ میں جو آیا ہے وہ آزاد ہے۔ مہاجرین بولے ہمارا حصہ بھی آزاد ہے۔ انصار نے بھی یہی کہا۔ اقرع بن حابس نے کہا میں اور بنو تمیم اس پر راضی نہیں ہیں۔ عینیہ بن حصن نے کہا، میں اور بنی فزارہ بھی راضی نہیں ہیں۔ عباس بن مرداسؓ نے کہا میں بھی راضی نہیں ہوں۔ بنو سلیم نے کہا ہم راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا جو راضی نہ ہو اور اس کے حصہ میں کوئی قیدی آیا ہو تو اول غنیمت آئندہ جو ہم کو ملے گی ہم ہر قیدی کے بدلہ چھ اونٹ دیں گے۔ اس طرح ہوازن کے سب قیدی چھوٹ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا، مالک بن عوف کہاں ہے۔ ہوازن نے کہا، طائف میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے کہو اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا مال واپس کر دیا جائے گا، اور مزید سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ آپ ابھی جعرانہ ہی میں تھے کہ مالک بن عوف آیا اور مسلمان ہو گیا۔ آپ نے

؎۱ ان واقعات کی روشنی میں حب الانصار من الایمان انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے، کی صداقت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ عزیز الرحمن غفرلہ

حسب وعدہ سب مال واپس کردیا اور سو اونٹ مزید عطا فرمائے۔

عمرۂ جعرانہ جب ذیقعدہ ۸ھ کے بارہ دن باقی رہ گئے تو آپ نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا، اور مکہ معظمہ میں آکر افعال عمرہ ادا کئے۔ اور مکہ میں عتاب بن اُسیدؓ کو امر مکہ یا امیر حج مقرر فرمایا۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو تعلیم دین کے لئے وہاں چھوڑا۔ اور حضرت عتاب بن اسیدؓ کا ایک درہم یومیہ بیت المال سے مقرر فرمایا۔ اس سال مسلمانوں نے عتاب بن اسید کی امارت میں زمانہ جاہلیت ہی کے طریقہ پر حج ادا کیا۔ آخر ذی قعدہ یا شروع ذی الحجہ میں آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرت سودہؓ کا واقعہ اسی سال آپ نے حضرت سودہؓ کو طلاق دیدی تھی یا ارادہ طلاق کیا تھا کہ حضرت سودہؓ ایک دن آپ کی گذرگاہ میں آکر بیٹھ گئیں اور عرض کیا میرے دل سے مرد کی خواہش نکل چکی ہے۔ میں اپنی باری عائشہؓ کو ہبہ کرتی ہوں۔ ہاں یہ چاہتی ہوں کہ کل قیامت میں آپ کی ازواج کے ساتھ میرا بھی حشر ہو۔ آپ نے یہ سنکر رجعت فرمالی یا ارادہ طلاق ختم کردیا

متفرق واقعات اسی سال ۸ھ میں ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے صاحبزادہ محترم حضرت ابراہیمؓ تولد ہوئے۔

۲۔ اسی سال آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا۔

۳۔ اسی سال آپ نے فاطمہ بن ضحاک کلبیہؓ اور ملیکہؓ سے عقد کیا۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

۴۔ اسی سال مدینہ میں بہت زیادہ گرانی ہوگئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا بھاؤ کا گھٹنا بڑھنا خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی رازق ہے۔

مسجد نبوی میں منبر اسی سال ۸ھ اور بروایت دیگر ۷ھ میں مسجد نبوی میں منبر رکھا گیا۔ دونوں صورتوں میں اشکال ہے۔ کیونکہ حدیث منبر میں عباس بن عبد المطلب اور تمیم داری کا ذکر ہے۔ حالانکہ عباس بن مطلبؓ کی آمد مدینہ منورہ میں ۸ھ کے آخر میں ہوئی ہے اور تمیم داری کی آمد ۹ھ میں ہوئی ہے۔

اور حدیث افک میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دن میرے بارے میں اوس و خزرج کے درمیان جنگ ہونے کو تیار ہو گئی۔ اس وقت آپ منبر پر تھے اور یہ واقعہ ۵ھ کا ہے۔

بعض شراح حدیث نے اس طرح تاویل کی ہے کہ حدیث افک میں جس منبر کا ذکر ہے اس سے مٹی کا منبر مراد ہے جو لکڑی کے منبر سے پہلے تھا۔ لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ لکڑی کے منبر سے پہلے آپ ستون مسجد سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ اور اگر مرتفع جگہ مراد لی جائے تو یہ بھی ظاہر کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

منبر کے سلسلہ میں مختلف روایات نظر سے گذری ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ منبر سے پہلے آپ ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا، میرے لئے اس طرح کھڑا ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے تو تمیم داریؓ نے عرض کیا، اگر اجازت ہو تو ایسا ہی منبر تیار کروں جیسا کہ میں نے شام میں دیکھا ہے۔ آپ نے اس بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ حضرت عباسؓ نے عرض کیا، میرے پاس ایک غلام ہے جو لکڑی کے کام میں مہارت رکھتا ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت سہیل بن سعدؓ سے دریافت کیا منبر کس چیز کا ہونا چاہیے عرض کیا اس بارے میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ آپ کا منبر "گز" کی لکڑی کا ہونا چاہیے"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک دن آپ ستون سے لگے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ سہیل بن سعد نے عرض کیا۔ آپ کے لئے ایک منبر ہونا چاہیے جس پر آپ بیٹھ کر ارشاد فرما سکیں؟ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت سہیلؓ مدینہ میں "میمون" بڑھئی کے پاس گئے اور اس سے منبر تیار کرایا۔ اور وہ طرفا کی لکڑی کا تھا۔ حضرت سہیل سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ایک انصاریہ عورت کے پاس خبر بھیجی کہ اپنے غلام کو امر فرمائے کہ وہ میرے لئے لکڑی کا منبر تیار کرے حضرت بریرہؓ روایت کرتی ہیں، شروع میں آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ کو دشواری ہوئی اور پیروں میں درد معلوم ہوا، تو صحابہؓ کھجور کے درخت کی جڑ لائے اور اس کو زمین میں مضبوط گاڑ دیا، تاکہ خطبہ کے وقت آپ اس پر سہارا لیکر ارشاد فرمایا کریں۔

ستون کا رونا | ایک روایت یہ بھی کہ ایک مسافر یا ایک رومی مدینہ میں آیا، اور اس نے

آکر عرض کیا، اگر اجازت ہو تو میں آپ کے لئے ایک منبر بنا دوں چاہے آپ کھڑے ہو کر بیان فرمایا کریں یا بیٹھ کر، آپ نے اس کو اجازت دیدی اور اس نے منبر بنایا، اور اس کو محراب میں رکھ دیا گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس سے گذرے اور آپ نے خطبہ دینا شروع کیا، تو ستون سے رونے اور بلکنے کی آواز آنے لگی، یہ بھی روایت ہے کہ اس سے ایسی آواز آرہی تھی جیسی اونٹ کی جب اس کا بچہ گم ہو جائے اور بروایت دیگر بچہ کی طرح، اس کی آواز سے اہل مسجد کو بھی صدمہ ہوا۔ اور آپ منبر سے اتر کر آئے اور اس پر اپنا دست مبارک پھیرا، اور یہ بھی روایت ہے کہ آغوش میں لیا۔ اور فرمایا، اگر تو چاہے تو تجھے تیرے اصلی مقام پر نصب کر دیا جائے کہ سرسبز اور میوہ دار ہو جائے اور اگر چاہے تو جنت کی نہر کے کنارے نصب کر دیا جائے۔ اس نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے اپنا گوش مبارک اس ستون پر رکھ دیا۔ گویا ستون کہتا تھا مجھے جنت دلا دیجئے۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو خبر دی اور فرمایا اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو قیامت تک روتا رہتا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ "جب اس ستون نے اپنے پاس خطبہ نہ ہوتے دیکھا تو رونے لگا۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب حدیث منبر روایت کی جائے تو مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں رونا چاہئے۔

منبر کی فضیلت

روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں تعمیر مسجد کی گئی تو ابی بن کعبؓ اس ستون کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ستون کو اسی جگہ دفن کر دیا۔ مولانا جلال الدین رومی نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے[1]

روایت ہے کہ جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف لے جاتے تو لوگوں کو سلام کرتے[2] اور اس کے

[1] واللہ اعلم بالصواب منبر شریف کی ذراسی لکڑی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے واسطے سے میرے پاس موجود ہے۔ [2] مصنف نے اس جگہ امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق روایت کیا ہے۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح روایات سے اس وقت عدم سلام اور عدم کلام اور سکوت ثابت ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس مسئلہ میں اپنا ذاتی واقعہ نقل کیا ہے کہ میں نے بعد فراغ صلوٰۃ خطیب شافعی کو وعلیکم السلام (باقی حاشیہ)

بعد مؤذن اذان دیتا۔ اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے، جس نے میرے منبر پر یا اس کے پاس جھوٹی قسم کھائی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے، میری قبر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کی ایک کیاری ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

روایت ہے کہ آپ منبر کی اوپر کی جگہ بیٹھا کرتے اور قدم مبارک اس سے نیچے کی جگہ رکھتے اور حضرت ابوبکرؓ دوسرے خانہ پر بیٹھتے اور قدم پہلے خانہ پر رکھتے۔ اور حضرت عمرؓ پہلے خانہ میں بیٹھتے اور قدم زمین پر رکھتے۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بیٹھے۔ مولانا رومی نے اس کے اسرار حکم کو نظم کیا ہے [1]

روایت ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں مروان بن حکم حاکم مدینہ کو لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اکھاڑ کر ہمارے لیے بھیجدیا جائے۔ جب مروان نے یہ ارادہ کیا تو سورج غروب ہوگیا، اور مدینہ میں تاریکی پھیل گئی اور زلزلہ آگیا۔ مروان اس ارادہ سے باز رہا اور امیر معاویہؓ کو لکھ کر بھیج دیا۔ امیر معاویہ نے اس منبر میں نیچے کی جانب چھ درجوں کا اور اضافہ کردیا تھا۔ روایت ہے کہ جب ۶۵۴ھ میں مسجد نبوی میں آگ لگی تو یہ منبر جل گیا تھا۔ واللہ اعلم

علاء بن حضرمی کی سفارت

اسی سال ۸ھ میں آپ نے علاء بن حضرمی کو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس سفارت پر بھیجا، اور ایک مکتوب مشتمل بر دعوت اسلام اس کے پاس بھیجا۔ جب اس نے مکتوب پڑھا تو مسلمان ہوگیا۔ اور آپ کو لکھا کہ میری مملکت میں یہودی اور مجوسی ہیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ آپنے تحریر فرمایا کہ ان پر جزیہ مقرر کردیا جائے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے نکاح نہ کریں، ان کا ذبیحہ نہ کھائیں [2]

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۶) کیا تو ان کے پاس میرے دلائل کا جواب نہ تھا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں مرقاۃ ج ۲ ص ۲۴

[1] صاحب نفحۃ العرب نے خلیفہ متوکل کے بارے میں ایک عجیب لطیفہ نقل کیا ہے "عبادہؒ نے فرمایا اے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کا آپ پر احسان ہے۔ اگر وہ اوپر کے درجہ پر نہ بیٹھتے تو آج کنوئیں میں کھڑا ہوکر خطبہ دیا کرتا" ص ۲۸

[2] یہودیہ عورت سے نکاح کی ممانعت اور ان کے ذبیحہ کی ممانعت اگرچہ نص قرآنی کے خلاف معلوم ہورہی ہے یعنی طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بحرین کے (باقی ص ۱۰۸ پر)

اور آپ نے علاء بن حضرمی رضؓ کو ایک کتاب لکھ کر دی کہ ان کے اموال بکری، اونٹ اور پیداوار میں سے زکوٰۃ وصول کریں اور ان کا نصاب مقرر فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے علاء بن حضرمی رضؓ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کو بھی بھیجا تھا۔

اکثر اہل سیر نے علاء بن حضرمی رضؓ کی سفارت کو ۸ھ یا ۹ھ میں ذکر کیا ہے کہ اس سال دوسرے سفیروں کو بھی بھیجا گیا تھا لیکن صاحب طبقات نے جعرانہ سے واپسی کے بعد اس سفارت کا ذکر کیا ہے۔ بعض کتابوں میں حدیبیہ کے بعد اس سفارت کا ذکر ہے۔

سورج گرہن

اسی سال ۸ھ میں پہلی مرتبہ سورج گرہن ہوا۔ اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

آمد وفد عبد القیس

اسی سال ۸ھ میں وفد عبد القیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا روایت ہے کہ آپ نے ایک دن ارشاد فرمایا۔ مسلمانو! تمہارے پاس مشرق کی طرف سے ایک جماعت برضا و رغبت مسلمان ہو کر فلاں راستہ سے آ رہی ہے۔ اس جماعت کے امیر کی یہ نشانیاں ہیں اور آپ نے ان کے لئے دعا کی۔ الٰہی عبد القیس کی مغفرت فرما! دوسرے دن یہ جماعت حاضر ہوئی۔ اس جماعت کے امیر عبد اللہ بن عوف اشج تھے۔ اور سب لوگ تو حاضر خدمت ہو گئے۔ مگر انھوں نے غسل کیا۔ اچھے کپڑے پہنے اور اونٹ کو مضبوط باندھا اور سامان درست کیا۔ پھر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے سوال کیا تم کس قبیلہ سے ہو؟ عرض کیا "ربیعہ" سے۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا۔ مرحبا بالقوم او بالوفد غیر خزایا ولا ندامی۔ یعنی مبارک ہو بلا رسوائی اور شرمندگی کے آمد ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سوال کیا۔ تمہارے درمیان عبد اللہ بن عوف اشج کون ہے؟ عبد اللہ رضؓ نے عرض کیا میں ہوں۔ یہ نہایت بدصورت تھے اس وجہ سے دور بیٹھ گئے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۷) یہودی یا نصرانی مجوسی تھے۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضؓ، حضرت علی رضؓ کی روایت جس کو ابن جوزی، بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے نصاریٰ عرب کے ذبیحہ سے منع فرمایا ہے یہی امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔

تھے۔ آپ نے ان کو قریب بلایا، اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور فرمایا، تم ہماری طرف سے اپنی قوم سے بیعت لینا، عبداللہؓ نے عرض کیا، یہ بہت مشکل کام ہے۔ آپ ہمارے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے تاکہ وہ ہم کو اسلام کی باتیں سکھلائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، عبداللہ! تمہارے اندر دو خصلت ہیں جن کو خدا پسند کرتا ہے یعنی حلم اور تانی۔ عرض کیا، حضور یہ دو خصلت میرے اندر عارضی ہیں یا پیدائشی؟ عرض کیا، اللہ کا شکر ہے۔

شراح حدیث نے فرمایا، اس حدیث میں حلم سے مراد عقل ہے اور تانی سے مراد مآل اندیشی اور مصالح پر نظر رکھنا ہے کہ وہ جلدی سے حاضر نہیں ہوئے، بلکہ نہایت اطمینان سے غسل وغیرہ کر کے طہارت اور نظافت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

ان لوگوں نے عرض کیا، حضور! ہم لوگ ماہ حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان "قوم مضر" (جو ابھی تک کافر تھے) حائل ہے۔ ہمیں ایسی باتیں سکھلا دیجئے کہ ہم اپنی قوم سے جا کر کہیں اور ان پر عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا:-

ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ۔ مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو۔

انھوں نے عرض کیا کہ ہم منقی یا چھوہارے ڈال کر نبیذ بناتے ہیں تاکہ پانی شیریں ہو جائے کس برتن میں بنائیں۔ آپ نے فرمایا۔ "خمچہ سبز۔ کدو خشک۔ وہ برتن جو قرے مطلی ہو۔ اور وہ درخت جو خرما کی جڑ میں شگاف دیکر بنایا ہو۔ اور ارشاد فرمایا جو مفید باتیں تمہیں بتلائی گئی ہیں اپنی قوم کو جا کر سکھاؤ۔ اس وفد نے دس روز مدینہ میں قیام کیا۔ ان کی قیام گاہ سرائے رملہ بنت حارث تھی۔ دس روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ضیافت کی گئی۔ جب یہ لوگ جانے لگے تو ہر ایک کو بقدر پانچسو درہم

لہ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں مفصلاً موجود ہے۔ اس میں ہے۔ کہ آپ نے چار چیزوں سے منع فرمایا، اور چار چیزوں کا امر فرمایا۔ جن چیزوں سے منع فرمایا وہ برتن ہیں جن میں یہ لوگ (باقی صفحہ ۱۱۰ پر)

عطا فرمائے اور عبداللہ بن عوف پر زیادہ انعام فرمایا۔ اس کے بعد یہ لوگ وطن مالوف واپس آ گئے۔

ف۔ ملا علی قاری نے وفد عبدالقیس کی آمد کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ قبیلہ "بحرین" کے علاقہ میں مقام ہجر میں رہتا تھا، اس کے سردار منقذ بن حبان تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ آئے تھے وہاں مسلمانوں کے عبادت کے مراسم کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور چند دن رہ کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقرا یاد کر لی۔ اور جب واپس ہونے لگے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تحریر مرحمت فرمائی جب اپنے قبیلہ میں پہونچے تو نماز چھپ کر ادا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی بیوی نے ان کو نماز پڑھتے دیکھ کر اپنے والد سے کہا تب انھوں نے اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں بیان کیا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر دکھلائی، تو سب اہل قبیلہ مسلمان ہو گئے اور اس کے بعد ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا اس وفد کے سردار منذر تھے، ان کا نام اشج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا۔ ص ۸۸ ج ۱

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۹) شراب تیار کیا کرتے تھے۔ مرقات ج ۱۔ علامہ ابن قیم نے وفد عبدالقیس سے بہت سے احکامات اخذ کئے ہیں۔ منجملہ یہ ہے کہ اہل علم اور بزرگوں کی مجلس میں ادب کے ساتھ حاضر ہونا چاہیئے اور وہاں کے آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ زاد المعاد، مرقات ص ۸۸ ج ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات سنہ ۹ھ

۱ تقرر عمال صدقات
۲ سریہ بنو تمیم
۳ سفارت ولید بن عقبہ
۴ سریہ قطبہ بن عامر
۵ سریہ علقمہ مدلجی
۶ انہدام فلس
۷ قصہ ایلاء
۸ رجم غامدیہ
۹ غزوہ تبوک
۱۰ آمد وفود
۱۱ موت ابن سلول منافق
۱۲ وفات نجاشی
۱۳ وفات ام کلثوم
۱۴ حج ابوبکر صدیق رض
۱۵ قصہ لعان خولہ بنت قیس

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انھیں کی لگائی ہوئی ہے

(حالی)

ترتیب

غزوۂ تبوک

آمد وفود عرب

دیگر واقعات

حالات ۹ھ

عمال صدقات | محرم ۹ھ کو آپ نے مختلف قبائل کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عمال صدقات کو ارسال فرمایا۔ چنانچہ حضرت بریدہؓ بروایت دیگر کعب بن مالکؓ کو قبیلہ غفار و اسلم کی طرف۔ عباد بن بشرؓ کو بنی سلیم اور مزینہ کی طرف۔ رافع بن مکیث کو جہنیہ کی طرف۔ عمرو بن عاصؓ کو فزارہ کی طرف ضحاک بن سفیان کو بنی کلاب کی طرف۔ بشر بن سفیانؓ کو بنی کعب کی طرف۔ عبداللہؓ کو بنی ذبیان کی طرف ارسال فرمایا۔

ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ کو آپ نے آزاد کر کے ان کو ایک قبیلہ کی طرف بھیجا، یہ وہاں گئے اور زکوٰۃ وصول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور زکوٰۃ کا مال نکال کر علیحدہ رکھ دیا اور اپنا حصہ علیحدہ رکھ دیا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

> ایک شخص آیا ہے، وہ کہتا ہے یہ مال تمہارا ہے اور یہ ہدیہ میرے واسطے ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا تاکہ معلوم ہو جاتا اس کو کون ہدیہ دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو بھی اس مال زکوٰۃ میں سے کچھ لیگا وہ قیامت میں اس کو اٹھا کر لائیگا۔ شتر ہوگا تو وہ آواز دے گا، گائے ہوگی تو وہ آواز دیگی، اور بکری ہوگی تو وہ آواز دیگی۔

اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا

اللّٰھم بلغت اللّٰھم بلغت

الٰہی میں تبلیغ کر چکا۔ الٰہی میں تبلیغ کر چکا۔

اور آپ عمال صدقہ کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کے بڑھیا مال لینے سے پرہیز کرو۔ اور لوگوں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

فاذا جاوکم فرحبوا بھم وخلوا بینھم وبین ما یبتغون فان عدلوا فلا نفسھم وان ظلموا فعلیھم وارضوا ھم فان تمام زکوٰۃ کم رضاھم ولیدعوا لکم

جب عمال تمہارے پاس آئیں تو ان کو اور اپنے مال کو آزاد چھوڑ دو۔ اگر انھوں نے عدل سے کام لیا تو اپنے لئے اور زیادتی کی تو اُن پر وبال ہوگا۔ اور ان کو راضی رکھو، اس لئے پوری زکوٰۃ ان کی رضامندی بھی ہے۔ اور ان کو چاہیئے کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں

سریہ بنو تمیم

اسی سال ۹ھ میں آپ نے عیینہ بن حصن فراری کو قبیلہ بنو تمیم کی طرف بھیجا سبب اس کا یہ تھا کہ اسی سال محرم ۹ھ میں آپ نے سفیان کعبی کو صدقہ وصول کرنے بنی کعب (از خزاعہ) کی طرف بھیجا تھا۔ بنو کعب اور بنو تمیم میں اگرچہ ایک چشمہ کے بارے میں اتحاد تھا لیکن بنو کعب نے تو اپنی زکوٰۃ دیدی۔ جب بنو تمیم نے دیکھا کہ اس طرح بہت مال زکوٰۃ میں نکلتا ہے تو انکار کر دیا۔ اور تلواریں لیکر باہر آگئے کہ یہ مال بھی نہ جانے دیں گے۔ جب عامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو مدینہ واپس آگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ جو بنو تمیم سے انتقام لے۔ عیینہ بن حصنؓ فراری نے عرض کیا۔ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں وہ جائیں گے ان کو نہ چھوڑوں گا۔ آپ نے پچاس سوار (جن میں مہاجرین اور انصار نہ تھے) ساتھ کر دیئے۔ یہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے۔ جب قبیلہ بنو تمیم کے پاس پہونچے تو وہ لوگ نہ تھے۔ موقع کو غنیمت جانا۔ ان کے تمام اموال اور بال بچوں کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا قیدیوں کی حفاظت کی جائے کچھ دنوں بعد بنو تمیم کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے قیدیوں کو واپس لینے کے لئے آئی۔ (اس جماعت کے قابل ذکر افراد یہ ہیں۔ عطارد بن حاجب۔ زبرقان البدر قیس بن عاصم، نعیم بن سعد۔ عمرو بن اہتم۔ اقرع بن حابس۔ اور اپنے خطیبوں اور شاعروں کو بھی ساتھ لائے۔ تاکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا فخر ظاہر کریں۔

مدینہ منورہ آکر انھوں نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا کہ ان کے قیدی کہاں ہیں؟ ان سے ملاقات کی۔ جب قیدیوں نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو دیکھا تو روئے اور اضطراب کیا۔ یہ لوگ مسجد نبوی میں آئے۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ رضؓ میں قیلولہ فرما رہے تھے ان کو معلوم نہ تھا۔ ایک ایک حجرے میں جا کر پکارے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آیئے۔ اور ہماری عورتوں اور بچوں کو کیوں غلام بنایا ہے؟ حضرت بلال رضؓ نے کہا، تھوڑی تسلی رکھئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے لئے آئیں گے۔ اہل مسجد نے بھی تسلّی دی اور کہا کہ یہاں آواز بلند نہ کرو۔ اتنے ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں پر ہاتھ ملتے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا، کون لوگ ہیں؟ جنھوں نے بیدار کیا ہے؟ نماز ظہر سے فارغ ہو کر آپ حجرۂ شریفہ میں تشریف لے جانے لگے تو راستہ میں بنو تمیم نے پھر وہی بات شروع کر دی۔ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ اور سنت ظہر سے فراغت کے بعد آپ پھر مسجد میں تشریف لائے[۱]۔ اور صحن مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اُن لوگوں نے کہا ہم، مدح اور ذم کرنے والی جماعت ہیں۔ آپ نے فرمایا، تمہارا اس سے مقصود کیا ہے؟ عرض کیا ہم اپنے شعراء اور مقررین کو لائے ہیں تاکہ آپ سے فخر بیان کریں۔ اور زبرقان البدر نے عطارد بن حاجب کو تقریر کے لئے کھڑا کیا۔ اس نے بنو تمیم کی بڑائی بیان کی۔ آپ نے ثابت بن قیس بن شماس انصاری کو امر فرمایا، کہ جواب میں تقریر کریں۔ انھوں نے حمد و ثنا کے بعد ذکر شہادتین[۲]، فضیلت مہاجرین و انصار، فضیلت اتباع رسول بیان کی۔ اس کے بعد زبرقان البدر شاعر نے ایک قصیدہ پڑھا۔ اس کا قصیدہ ختم ہونے کے بعد آپ نے حسان بن ثابت کو جوابی قصیدہ کے لئے امر فرمایا۔ اقرع بن حابس رضؓ نے اُٹھ کر کہا، بخدا، آپ کو نصرت اور تائیدِ غیبی حاصل ہے۔ آپ کا خطیب اور شاعر ہمارے خطیب، اور شاعر سے بہت بہتر ہے اور اس کے بعد یہ لوگ منقاد اور مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو واپس کر دیا۔ روایت ہے کہ مندرجہ ذیل آیات بنو تمیم

---

[۱] اسوۂ حسنہ سے ثابت ہے کہ سنن رواتبہ اور نوافل کا گھر پڑھنا افضل ہے [۲] مراد کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت ہے یا صرف کلمہ شہادت مراد ہے کہ اس میں دونوں شہادتیں ہیں۔

کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون

جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر ناسمجھ ہیں [1]

سفارت ولید بن عقبہ

اسی سال ۹ھ میں آپ نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق کی طرف بھیجا۔ حارث بن ضرار سے مروی ہے کہ میں اپنے قبیلہ کو لیکر مدینہ منورہ حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے مجھے دعوت اسلام دی اور میں مسلمان ہوگیا۔ آپ نے نماز، روزہ کے مسائل بیان فرمائے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان مسلمانوں کے ساتھ اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں۔ ان کو دعوت دوں گا۔ جو بھی میری دعوت قبول کریگا ان سے زکوٰۃ لیکر جمع کروں گا (اور اس کے لئے ایک وقت مقرر کرلیا) آپ کسی آدمی کو اس وقت بھیجدیں کہ وہ جمع شدہ زکوٰۃ وہاں سے لے آئے۔" جب وقت مقررہ آیا، لیکن حضور کی طرف سے کوئی قاصد نہ پہونچا تو حارث کو خیال ہوا کہ آپ وعدہ خلافی تو کرنہیں سکتے ہیں۔ البتہ ہم سے ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بات بیان کرکی اور تمام مال زکوٰۃ لیکر اور اشراف قوم کو ساتھ لیکر مدینہ کا ارادہ کیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو امر فرمادیا تھا لیکن اس کے درمیان اور بنی مصطلق کے درمیان زمانہ جاہلیت سے عداوت تھی۔ ویسے ہی واپس جاکر کہہ دیا کہ ان لوگوں نے مجھے زکوٰۃ نہیں دی اور وہ تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جب بنی مصطلق کو علم ہوا کہ حضور کا فرستادہ آتا ہے تو استقبال کے لئے باہر آئے۔ ولید بن عقبہ کو عداوت قدیمی کی وجہ سے سوء ظنی ہوئی کہ وہ قتل کرتے آتے ہیں چنانچہ آکر شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ آپ نے خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کیا۔ اور ایک جماعت کو بنی مصطلق کی طرف بھیجا، اور تاکید فرمائی کہ جلدی نہ کی جائے۔ جب خالد بن ولید نزدیک پہونچے، تو

---

[1] مصنفؒ نے یہ واقعہ تفسیر مدارک سے اخذ کیا ہے۔ واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ حجرات کا نزول ۹ھ میں ہوا ہے۔

انھوں نے بنی مصطلق میں اذان اور جماعت اور شعار اسلام دیکھے۔ تو آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ بنی مصطلق بھی ساتھ آئے، اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی :۔

یاایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبو قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین لہ

ایمان والو! تمہارے پاس آکر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لو! ایسا نہ ہو کہ کسی قوم پر بے خبری سے حملہ کر دو پھر تم کو اپنے کیے پر ندامت ہو۔

اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا :۔

التانی من اللہ العجلۃ من الشیطان

دیر کرنا خدا کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے ہے

اور آپ نے ان لوگوں کی بہت دلداری کی اور ان پر انعامات فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ تعلیمات دین کے لئے تم لوگ جس کو پسند کرو اس کو ساتھ کر دیا جائے۔ انھوں نے عباد بن بشر رض کو پسند کیا۔ اور آپ نے ان کو وہاں بھیجدیا۔

سریہ قطبہ بن عامر

اسی سال ۹ھ میں آپ نے قطبہ بن عامر رض کو بیس سواروں پر مقرر فرما کر قبیلہ خثعم کی طرف بھیجا۔ دونوں فریق میں جنگ ہوئی اور مسلمان غالب ہوئے اور ان کا مال و اسباب لیکر مدینہ واپس آئے خمس نکال کر باقی مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ ہر مجاہد کے حصہ میں چار اونٹ آئے اس وقت ایک اونٹ دس بکریوں کی برابر شمار کیا جاتا تھا سلہ

لہ۔ آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سوء ظنی پر عملدرآمد کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں واقعہ مذکورہ قرینہ ہے کہ سورہ حجرات ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اکلیل ج ۲ ص ۲۱۹

سلہ اس تصریح سے نصاب زکوٰۃ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے یعنی اس زمانہ میں نصاب زکوٰۃ ۴۰ بکری برابر چار اونٹ بالفاظ دیگر ۴۰ بکری برابر دو سو درہم چاندی اسی قیمت کے مالک کو شریعت نے صاحب نصاب اور غنی شمار کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں نوٹ کی کرنسی سے قیمتوں کا توازن بگڑ گیا ہے تاہم شریعت کا نصاب وہی ہے جو مقرر ہو چکا ہے

سریہ علقمہ مدلجی اسی سال ۹ھ میں آپ نے علقمہ مدلجی کو تین سو مجاہدین پر مقرر کیا، اور جدہ کی طرف روانہ کیا۔ یہاں حبشہ کی ایک جماعت آکر غارت گری کرتی تھی۔ اس قوم نے جب دیکھا تو بھاگ کر اپنے جزیرہ میں پناہ لی۔ حضرت علقمہ واپس آگئے۔ واپسی میں بعض لوگ بہت جلدی کر رہے تھے اور تیز چل رہے تھے۔ ان پر عبداللہ بن حذافہ کو امیر مقرر کر دیا گیا۔ یہ بہت ہزل کرتے تھے۔ ایک جگہ پہونچ کر انھوں نے آگ روشن کی۔ اور کہا کہ اس میں کود جاؤ جب ایک آدمی کرنے کو تیار ہو گیا تو بولے میں تو مزاح کر رہا تھا۔ جب مدینہ واپس ہوئے تو حضور سے عرض کیا، آپ نے فرمایا:-

من امرکم بمعصیۃ فلا تطیعوہ ۔جو گناہ کا امر کرے اس کی اطاعت نہ کرو

یہ قصہ بخاری شریف میں اس طرح مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ایک سریہ بھیجا، اور ایک مرد کو اُس پر امیر مقرر کیا۔ اور فرمایا، امیر کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اس آدمی نے ایک مقام پر پہونچ کر اہل سریہ سے کہا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے یہ نہیں فرمایا ہے۔ بولے ہاں، اس نے کہا تو اس روشن آگ میں کود پڑو! تب ان لوگوں کو اس میں تردد ہوا۔ اتنے ہی میں اس آدمی کا غصہ بھی ختم ہو گیا۔ جب یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا، تو آپ نے فرمایا "اطاعت امیر نیک کاموں میں ہوتی ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اس آگ میں کود پڑتا تو قیامت تک باہر نہ نکلتا۔

انہدام فلس اسی سال ۹ھ میں آپ نے حضرت علیؓ کو سو اونٹ اور پچاس گھوڑے سواروں پر امیر مقرر فرما کر بتخانہ فلس کے انہدام کے لئے روانہ فرمایا۔ ان حضرات نے وہاں جا کر بتخانہ کو مسمار کر دیا۔ اور بہت سا مال غنیمت میں آیا۔ اس میں سے رسوب، مخذم، یمانی تلواریں بھی ہاتھ آئیں جنکو بطور صفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھ لیا گیا۔ بہت سے قیدی ہوئے قیدیوں میں حاتم کی بیٹی بھی تھی، اس کا بھائی عدی بن حاتم بھاگ کر ملک شام چلا گیا۔ حضرت علیؓ نے ان قیدیوں کو لا کر ایک سرائے میں بند کر دیا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ادھر ہوا تو حاتم کی بیٹی نے کہا۔

میں بزرگ باپ کی بیٹی ہوں جو انتقال کر گیا ہے میرا بھائی

بھاگ گیا ہے۔ آپ ہم پر احسان فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ
پر احسان فرمائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور اس کو اس کی قوم کے ساتھ بہت سا انعام دیکر روانہ کیا، وہ اپنے بھائی کے پاس ملک شام آگئی۔ عدی بن حاتم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے جواب دیا۔ اگر قبیلہ طے کی بادشاہی کی سلامتی چاہتا ہے تو حاضر خدمت اقدس ہو کر مسلمان ہو جاؤ۔ وہ بہت کریم ہیں۔ عدی بن حاتم مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کی تفصیل سنہ ۱۰ھ میں آئے گی

قصۂ ایلاء اسی سال سنہ ۹ھ میں آپ نے قسم کھائی تھی کہ اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جاؤں گا[1]۔ اس کے سبب کے بارے میں چار معتبر قول نظر سے گذرے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ازواج مطہرات نے آپ سے نان ونفقہ اور وہ چیزیں طلب فرمائیں جس کو آپ کر نہیں سکتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے ان سے جدائی اختیار کی۔ اور ایک ماہ کے لئے قسم کھائی تھی۔ آیت تخییر[2] اور حدیث مسلم سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوئے اور داخلہ کی اجازت چاہی تو دیکھا کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم دروازے کے باہر سر کڑے افسردہ بیٹھے ہیں۔ کسی کو داخلہ کی اجازت نہ تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اجازت مل گئی۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان کو بھی اجازت مل گئی۔ یہ دونوں آکر بیٹھ گئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ حزن و ملال کی وجہ سے خاموش تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ کوئی ایسی بات کہوں جس سے حضور مسکرا دیں۔ میں نے کہا میری بیوی بنت خارجہ مجھ سے نان ونفقہ طلب

---

[1] شریعت میں ایلاء " اپنی اہلیہ کے پاس چار مہینہ یا زیادہ نہ جانے کی قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشھر۔ الآیۃ ملتقی ج۱ ص۲۴۱ [2] مصنف کی مراد یہ ہے کہ یہ ایلاء نہیں تھا بلکہ ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی۔ اس کے بعد سورۂ احزاب کی آیت تخییر یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا الخ نازل ہوئی مظہری ج۷ ص۳۵۹ - اکلیل ج۲ ص۲۵

کرتی ہے، کیا اس کی پٹائی کروں؟ آپ مسکرا دیئے۔ اور فرمایا میں بھی یہاں اسی وجہ سے بیٹھا ہوں، اور میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ یہ سنکر دونوں اُٹھے اور اپنی بیٹیوں کو دھمکایا۔ حضرت عائشہ رضہ اور حضرت حفصہ رضہ نے عرض کیا، بخدا آئندہ ہم ہرگز اس چیز کا مطالبہ نہ کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے علیحدہ رہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضہ کے یہاں کچھ شہد بطور ہدیہ آیا تھا۔ انھوں نے آپ کے لئے رکھ دیا۔ اور جب آپ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں شہد کا شربت بنا کر پیش کیا۔ اس میں کچھ دیر آپ کو ان کے پاس ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ رضہ نے مشورہ کیا۔ اب جس وقت آنحضرت تشریف لائیں تو ہم میں سے ہر ایک کو یہ کہنا چاہیے "کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے"۔

مغافیر، مغفر کی جمع ہے۔ عرفط درخت کا گوند ہوتا ہے۔ اس میں سے بُو آتی ہے۔ اور حضور صلعم ہر اس چیز سے پرہیز فرماتے تھے جس سے بو آتی ہو۔ جب ان دونوں کے پاس تشریف لائے تو ہر ایک نے وہی بات کہی۔ آپ نے فرمایا میں نے مغافیر نہیں کھایا ہے۔ البتہ شہد کا شربت بنت جحش کے پاس پیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے کہا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہد عرفطہ درخت سے لیا گیا ہو۔ یہ سنکر آپ نے قسم کھائی کہ آئندہ شہد کا شربت نوش نہ فرمائیں گے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں

یاایہا النبی لم تحرم ما احل	اے نبی آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں
اللہ لک الخ لہ	جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے

اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک ماہ علیحدہ رہنے کے لئے قسم کھائی تھی۔ اس قول کی صحت پر کتب معتبرہ میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ام المومنین حضرت حفصہ رضہ

لہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سورۂ تحریم کا نزول سنہ ۹ھ میں ہوا لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ جو واقعہ سورۂ احزاب میں مذکور ہے جسکو مسلم و نسائی، ابو داؤد نے عن جابرؓ روایت کیا ہے زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

کے یہاں تھے حضرت حفصہؓ نے اپنے والد صاحبؓ کے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دیدی اور ان کی عدم موجودگی میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کو طلب فرمایا اور صحبت کی۔ اسی اثناء میں حضرت حفصہؓ آگئیں تو دروازہ بند پایا۔ تھوڑا توقف کیا جب دروازہ کھلا تو ماریہ کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میرے ہی بستر پر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا، کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں اس کو اپنے پر حرام کر لوں؟ عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے خدا کی قسم کھائی اور فرمایا کسی سے اس کا اظہار نہ کرنا۔ حضرت حفصہؓ نے وعدہ کر لیا۔ جب آپ باہر تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہؓ کے حجرہ کے درمیان جو دیوار تھی حضرت حفصہ رضؓ نے اس کو بجایا اور حضرت عائشہ رضؓ آگئیں۔ ان کو واقعہ سے آگاہ کیا اور کہا، مبارک ہو حضور نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اس سے خلاصی ملی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے یہاں پہونچے تو انھوں نے اشارہ سے کہا۔ اس وقت حضرت جبریلؑ اوائل سورہ تحریم لائے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضؓ سے فرمایا ہم نے تو تم کو منع کر دیا تھا مگر تم نے خبر کر دی۔ عرض کیا، آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثًا — اور جب چھپ کر کہی نبی نے اپنی عورت سے بات

اس وقت آپ نے ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نجانے کی قسم کھائی لے

چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں کہیں سے بکری کا گوشت آیا تھا۔ آپ نے بقدر حصہ ہر ایک زوجہ کے یہاں بھجدیا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ نے اس کو قبول کر کے واپس کر دیا آپ نے اس پر کچھ اور اضافہ کر کے بھیجدیا۔ انھوں نے پھر واپس کر دیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ وہ آپ کو خوار سمجھتی ہیں۔ اسی وجہ سے تو آپ کا ہدیہ قبول نہیں کیا، آپ نے ارشاد فرمایا تم ہی خدا کے نزدیک خوار ترین ہو، اور اس کے بعد قسم کھائی؟

ان تمام اقوال مختلفہ کو جمع کرنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان امور متعددہ کے پیش آنے کے بعد پھر ایلاء کیا ہو۔ اور اگر ترجیح دی جائے تو قصہ شہد اور قصہ ماریہ رضؓ کو ترجیح حاصل رہے گی۔ کیونکہ

لے اس سے معلوم ہوا کہ سورہ احزاب کی مذکور آیت کا نزول ۹ھ میں ہوا۔ اور اس سے قبل سورہ تحریم نازل ہوئی کما اکلیل ج ۲ صفحہ ۱۴

دونوں قصے سیاق آیت کے بھی مطابق ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما — اگر تم دونوں توبہ کرو تو تمہارے دل مائل ہیں

وان تظاھرا علیہ الآیۃ — اور اگر غلبہ کروگی تو الخ

یہ قصہ ایلاء کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے فرماتے ہیں کہ میں امیرالمومنین حضرت عمرؓ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ ایک سال پورا اسی اندیشہ میں گذر گیا کہ کس وقت دریافت کروں، ہر وقت ہیبت طاری رہتی تھی۔ اتفاقاً، ایک سفر میں ان کے ساتھ رہا تو دریافت کیا کہ "آیت مبارکہ ان تتوبا" الخ دو عورتوں سے مراد کون ہیں؟ فرمایا عائشہ رضؓ اور حفصہ رضؓ۔

بہرحال روایات صحیحین سے یہی ثابت ہے کہ یہ دونوں قصے ہی راجح ہیں۔ واللہ اعلم

علاوہ ازیں صحیحین میں موجود ہے کہ "صاحب عسل" (شہد والی) حضرت حفصہؓ تھیں۔ اور بعض کتب سیرت اور احادیث میں ہے کہ حضرت سودہ رضؓ تھیں۔ اور بعض روایات میں ام سلمہ رضؓ کا نام ہے۔ بہرحال حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہؓ والی دونوں حدیث ضعیف ہیں لیکن اس میں بھی جمع ممکن ہے اور ترجیح قصہ زینبؓ کو حاصل ہے کیونکہ وہ روایت زیادہ محفوظ اور ثابت ہے۔

صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دو گروپ تھے ایک گروپ میں، ... ، حفصہ، سودہ، صفیہ تھیں، اور دوسرے گروپ میں زینب بنت جحش، ام سلمہ رضؓ اور بقیہ تمام ازواج مطہرات تھیں"۔ اس سے حضرت زینب بنت جحشؓ والے قصہ کو تائید ملتی ہے، کیونکہ وہ دوسرے گروپ میں تھیں۔ واللہ اعلم

بہرحال آپ اپنی ازواج سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ایک غرفہ میں جا بیٹھے اور اس کے دروازہ پر اپنے حبشی غلام رباح کو مقرر فرما دیا کہ کسی کو بلا اذن کے نہ آنے دے۔ مدینہ منورہ میں شور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے جو سنتا وہ مسجد میں آکر بیٹھ جاتا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب میں نے سنا تو میں بھی مسجد میں پہونچا۔ اور دیکھا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت منبر کے قریب بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے تھوڑی دیر ان کے پاس توقف کیا۔ رنج والم کا میرے اوپر غلبہ تھا غرفہ کے دروازہ پر پہونچا، اور بآواز بلند کہا۔ اے رباح میرے لئے اجازت لو۔ غلام گیا اور واپس آیا، اور کہا۔ حضور نے کچھ نہیں فرمایا بلکہ وہ خاموش ہیں" میں اپنی جگہ آبیٹھا پھر تھوڑی

دیر کے بعد اٹھا اور پکارا۔ رباح! میرے لئے اجازت لو۔ غلام گیا، اور پھر وہی جواب دیا غرضکہ تین مرتبہ یہی کہا۔ روایت ہے کہ تیسری بار میں نے بہ آواز بلند عرض کیا۔ رباح! میرے لئے اجازت طلب کرو۔ میرا گمان ہے کہ شاید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ میں اپنی بیٹی کے بارے میں کچھ کہوں گا؟ قسم خدا کی اگر حضور اس کی گردن اڑا دینے کا امر فرمائیں گے تو میں اس کی گردن قلم کر دوں گا۔ میں نے یہ کہا اور لوٹ آیا۔ فوراً ہی رباح رض نے مجھے پکارا۔ اے عمر! آیئے! آپ کو اجازت مل گئی۔ میں حاضر ہوا دیکھا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند باندھے ہوئے بوریہ پر لیٹے ہوئے تھے کہ اس کے نشانات جسم اطہر پر ظاہر ہو گئے تھے اور کھجور کے پٹھوں کا بھرا ہوا تکیہ تھا۔ میں نے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا، اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ فرمایا نہیں! میں نے "اللہ اکبر" کہا[1]

حضرت ام سلمہ رض نقل فرماتی ہیں میں اپنے گھر میں تھی کہ میں نے حضرت عمر رض کی تکبیر کی آواز سنی میں نے جانا کہ یہ علامت اس بات کی ہے کہ حضرت عمر رض نے کوئی سوال کیا ہوگا۔ اس کا خوش آئند جواب معلوم ہو کر تکبیر کہی ہے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں معلوم ہو ہی گیا تھا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں مسجد میں آیا تھا۔ لوگ بہت پریشان حال ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے میں نیچے جا کر ان کو اطلاع کئے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "اچھا"۔ پھر میں نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا، کہیئے! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مکہ میں اپنی عورتوں پر غالب تھے مگر یہاں جب سے آئے ہیں عورتیں ہم پر غالب آگئی ہیں۔ کیونکہ مدینہ کی عورتیں اپنے مردوں پر غالب ہیں (اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا) ایک دن میں نے ذرا سخت لہجہ میں اپنی بیوی سے کچھ کہا۔ اس نے میری بات لوٹا دی۔ مجھے سخت ناگوار ہوا میں نے کہا۔ ایسی بدکلامی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں؟ اس نے جواب دیا کہ حفصہ رض آپ کی دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ٹال دیتی ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت اختیار کی ہے۔ میں نے وہ رات تو اسی طرح غصہ میں گذار دی۔

---

[1] ۔ علامہ بغوی نے اس کو بخاری اور مسلم سے روایت کیا ہے

اور سوچتا رہا کہ حفصہؓ سے ایسا نامناسب کام سرزد ہوا ہے؟ اسی کی تحقیق کے لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہی بات ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں حفصہؓ کے پاس آیا اور اس کو سمجھایا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا جو کچھ ضرورت ہو مجھ سے طلب کرنا، اور اپنے آپ کو عائشہؓ پر قیاس نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر دوبارہ تبسم فرمایا۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کے بعد میں بوجہ قرابت کے حضرت ام سلمہؓ کے پاس آیا اور ان کو نصیحت کرنا شروع کی۔ انھوں نے کہا۔ عمر! نہایت تعجب ہے۔ اب آپ اسقدر دلیر ہوگئے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے ہیں۔ آپ نے تیسری مرتبہ تبسم فرمایا۔ غرضکہ میں اسی طرح باتیں کرتا رہا، اور آپ کے چہرہ انور سے غضب کے آثار کم ہوتے چلے گئے۔ اور خوشی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے دنداں ہائے مبارک ظاہر ہونے لگے۔ میں اٹھا اور آپ کے خانۂ مبارک میں نظر ڈال کر دیکھا تو ایک صاع جو اور چند غیر دباغت شدہ کھالوں کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے پسر خطاب کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ کے خزانے آپ کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اور آپ کا یہ حال ہے؟ اور ایک روایت میں ہے کہ اہل فارس اور روم عیش و عشرت میں ہیں۔ باوجودیکہ وہ کافر ہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں۔ آپ خدا سے اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے دعا کیجئے۔ کہ جس طرح ان کے لئے کشادگی ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے بھی ہو۔

آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا اے پسر خطاب یہ درست ہے کہ اہل فارس اور روم کو نقد عیش و عشرت اور نفع حاصل ہے لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ آخرت ہمارے لئے ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ دنیا ان کے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے ہو؟ چنانچہ آیت کریمہ ہے

وما ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا الا	یہ دنیا کی زندگی لہو اور لعب ہی تو ہے
لھو و لعب وان الدار الاٰخرۃ	اور بیشک دار آخرت ہی حیات ہے

لھی الحیوان لو کانوا یعلمون — اگر وہ لوگ جان لیں

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

رضینا باللہ رباً وبالاسلام دیناً و محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً و نبیاً — ہم اللہ کے رب اور اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اور نبی ہونے پر راضی ہیں۔

فرماتے ہیں میں نیچے آیا اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ آپ نے اپنی ... ازواج کو طلاق نہیں دی ہے، اس طرح آپ اپنی ازواج سے ایک ماہ علیحدہ رہے سب سے پہلے آپ حضرت عائشہ کے یہاں پہونچے۔ انھوں نے آپ کا استقبال کیا اور کہا خدا کی قسم میں مہینہ کو شمار کر رہی تھی۔ ابھی انتیس دن ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے اور فرمایا یہ آیت تخییر نازل ہوئی ہے:۔

یا ایھا النبی قل لازواجك الآیۃ — اے نبی آپ اپنی ازواج سے فرما دیجیے

صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا۔ اے عائشہ! میں چاہتا ہوں کہ تو جواب میں جلدی نہ کر، بلکہ اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا ہے کہ میں تم سے کہوں کہ اگر تم دنیا کو پسند کرتی ہو تو میں تمہارا مہر دیکر تمہیں رخصت کر دوں اگر مجھے اور آخرت کو پسند کرتی ہو تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا بڑا وعدہ ہے حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا میں آپ کے لئے مشورہ کروں؟ مجھے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ میری رائے کی اطلاع اپنی دوسری ازواج کو نہ دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ان اللہ لم یبعثنی معنتاً ولا متعنتاً ولکن بعثنی معلماً میسراً — اللہ تعالیٰ نے مجھے دھوکہ دینے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اس نے مجھے معلم اور سہولت پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

رجم حضرت غامدیہ رضؓ

اسی سال حضرت غامدیہ کے رجم کا واقعہ ہوا۔ اس تاریخ سے تین سال قبل حضرت غامدیہ نے زنا کا اعتراف کیا تھا، اور

کہا تھا یا رسول اللہ آپ مجھے گناہ سے پاک فرمایئے۔ یعنی مجھ پر حد شرع جاری فرمایئے۔ آپ نے فرمایا تھا، جا! توبہ کر، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کیا، آپ مجھے واپس کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ ماعز کو واپس کیا تھا؟ وہ بھی مرتکب زنا تھے اور میں بھی مرتکب زنا ہوں۔ آپ نے فرمایا، صبر کر تاکہ وضع حمل ہو جائے اور ایک انصاری کے سپرد کر دیا۔ جب بچہ پیدا ہو گیا، تو انصاری آیا اور خبر دی۔ آپ نے فرمایا وہ ابھی بچے کو دودھ پلائے۔ جب بچہ پرورش ہو جائے تو آئے۔ جب بچہ روٹی کا ٹکڑا کھانے لگا، تو غامدیہ آئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے اس کا دودھ چھوڑ دیا ہے اور یہ بچہ روٹی کھانے لگا ہے آپ نے اس بچہ کو، ایک مسلمان کو سپرد فرمادیا اور فرمایا، سینہ تک ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں اس کو کھڑا کیا جائے اور فرمایا کہ سنگسار کرو! حضرت خالدؓ نے اس کے سامنے سے ایک پتھر مارا جس سے خون کے چھینٹے اڑ کر ان پر گرے انھوں نے اس کو برا کہا۔ آپ نے فرمایا اے خالد برا نہ کہو، اس نے بہت بھاری توبہ کی ہے[1]۔ اس کو باہر نکالو! اسکی نماز جنازہ پڑھو!

غزوہ تبوک[2]

غزوہ کا سبب اسی سال ۹ھ میں غزوہ تبوک واقع ہوا، اور یہ سب سے آخری غزوہ ہے۔ اہل سیر نے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ شام کا ایک قافلہ جو روغن زیت اور میدہ مدینہ منورہ لایا تھا اس نے آکر کہا کہ روم کے بادشاہ نے ایک لشکر عظیم جمع کیا ہے اور قبائل لخم، جذام، غسان۔ عاملہ وغیرہ اس کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں، اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس لشکر کا ایک دستہ بلقا پہونچ چکا ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ عرب کے نصاریٰ نے ہرقل کو لکھا تھا کہ یہ شخص جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا ہلاک ہو گیا ہے اور اس کے ساتھی سب کے سب قحط اور تنگی میں مبتلا ہیں اُن کی مملکت پر آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہرقل نے قباد نامی افسر کو چالیس ہزار سپاہی دیکر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

---

[1] حضرت ماعزؓ کے بارے میں بھی ایسا ہی واقعہ ہے [2] تبوک ایک چشمہ کا نام ہے جسکی وجہ تسمیہ کتاب میں آرہی ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ یہود نے کہا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں تو ان کو ارض شام کی طرف جانا چاہیئے کہ وہ ارض محشر بھی ہے اور ارض انبیاء بھی ہے۔ لہٰذا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کا امر فرمایا۔ جو قبائل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے وہ خالی ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو توریہ فرماتے اور صراحتاً ذکر نہ فرماتے[1]۔ مگر غزوہ تبوک کے لئے آپ نے اعلان فرما دیا تھا کیونکہ دور کا سفر تھا۔ اور اٹھارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار کیا۔ تنگی اور عسرت کی وجہ سے اس کو لشکر جیش العسرت بھی کہتے ہیں۔ تنگی کی یہ حالت تھی کہ ایک ایک اونٹ پر باری باری سے سوار ہوتے۔ کھجور کی گٹھلی سے تسکین دیتے اور پانی کی اسقدر قلت تھی کہ اونٹ کی آنتوں کو نچوڑ کر اس سے لبوں کو تر کرتے تھے

صحابہ رضؓ کی قربانی

دوسری طرف یہ حالت تھی کہ کھجور کی فصل تیار ہو چکی تھی۔ سایہ دار درخت اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں کو دیکھ کر مسلمان خوش ہوتے تھے۔ اسی بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔

یاایھا الذین آمنوا اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض	ایمان والو! جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کو کہا جاتا ہے تو زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو۔

اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا " دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے کہ دریا میں انگلی ڈالی جائے اور اس کو باہر نکالا جائے۔ دیکھو اس پر کسقدر تری آتی ہے۔ اور انگشت سبابہ سے اشارہ فرمایا "۔

حضرت ابو عثمان نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے عرض کیا میں نے سُنا ہے کہ آپ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا بدلہ ہزار ہزار گنا دے گا۔ فرمایا ہاں۔ اور یہ آیت تلاوت کی

فما متاع الحیوۃ الدنیا	دنیا وی زندگی کا سرمایہ آخرت

---

[1] توریہ کا ذکر سیرت مبارکہ میں بکثرت ہے۔ غلام رسول مہر نے حضرت شیخ الہند رحؒ کے توریہ پر اعتراض کیا ہے جو انھوں نے ریشمی خطوط کی تحریک میں کیا تھا۔ ہم نے اس کا جواب اپنی کتاب تذکرہ شیخ الہند میں دیا ہے۔

فی الاٰخرۃ الاقلیل — میں بہت ہی کم ہے

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضؓ کو انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد کی طرف متوجہ کیا۔ حضرات صحابہؓ حسب ہمت سامان لاکر آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے لگے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ، اس زمانہ میں ایک قافلہ تجارت کو شام کی طرف بھیجنے کا انتظام کر رہے تھے کہ آکر عرض کیا۔ حضور! یہ دو سو اونٹ معہ تمام سامان کے اور دو ہزار اوقیہ چاندی ہے اس کو صرف میں لائیے! ۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا۔

لایضر عثمان ما عمل بعد ھذا — اس کے بعد عثمان کیلئے کوئی عمل مضر نہیں ہے

اور یہ بھی روایت ہے کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور دس ہزار مثقال سونا پیش کیا۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اللّٰھم ارض عثمان فانی — اے اللہ عثمان سے راضی ہوجا، میں

عنہ راض — اس سے راضی ہوں۔

اور ایک روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں مجاہدین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضرت عثمان نے سب کا انتظام خود ہی کیا تھا۔ راوی حدیث نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

من جھز جیش العسرۃ فلہ الجنۃ — جو جیش عسرت کا انتظام کرے اسکے لئے جنت ہے

راوی کا قول بھی یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس کا انتظام کیا تھا۔

مقام صدیقؓ و عمرؓ

حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں۔ میں ان دنوں مال دار تھا میرے جی میں آیا کہ آج کے دن میں اگر چاہوں تو حضرت ابوبکر رضؓ سے سبقت لے جاسکتا ہوں۔ چنانچہ آدھا مال حضور کی خدمت میں لے جاکر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا۔ اسی قدر اہل و عیال کے لئے چھوڑا ہے۔ اسی وقت حضرت ابوبکر اپنا تمام مال لیکر حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے بھی یہی سوال کیا تو حضرت ابوبکر رضؓ نے جواب دیا۔

ادخرت اللہ و رسولہ — اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے

لہ واقعہ مذکورہ اور اسی قسم کے متعدد واقعات سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت تمام صحابہ (باقی ص۱۲۹ پر)

اس وقت میں نے عرض کیا۔ ابو بکرؓ! آپ سے کوئی آگے نہیں نکل سکتا۔

روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ چالیس اوقیہ سونا لائے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ چار ہزار درہم لائے۔ فرماتے ہیں میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ ان میں سے نصف میں نے اپنے پروردگار کو قرضہ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور کی دعا کی برکت سے اس قدر مال ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ورثا ہیں.... چار بیویوں میں سے ایک بیوی کو جو مطلقہ تھی اور عدت گذار رہی تھی کے حصہ میں اسی ہزار درہم اور ایک روایت میں ہے اسی ہزار مثقال سونا آیا۔[۱]

روایت ہے کہ حضرت عباسؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ سعد بن عبادہؓ۔ محمد بن مسلمہؓ اپنا اپنا مال لائے۔ اور عاصم بن عدیؓ نے ایک سو وسق چھوہارے پیش کئے۔ اور ابو عقیل انصاریؓ نے نصف صاع چھوہارے پیش کئے۔ اور ایک روایت میں ایک صاع ہے.......

وہ فرماتے ہیں اس روز میں نے پوری رات میں وہی مزدوری کی تھی۔ اپنی اولاد کے لئے بہت کم دیکر آیا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا، اس صاع کو دوسرے اموال کے اوپر بکھیر دو۔[۲] منافقین نے کہنا شروع کیا۔ عبدالرحمٰن اور عاصم نے محض ریاء کے طور پر اتنا مال دیا ہے اور اللہ اور رسول تو اس ایک صاع سے بے نیاز ہیں، اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

الذین یلمزون المطوعین من	جو لوگ طعن کرتے ہیں اُن پر جو خوشدلی
المومنین فی الصدقات	سے صدقہ کرتے ہیں اور اُن پر کہ جن
والذین لایجدون الاجھدھم	کے پاس ان کی محنت کے سوا کچھ نہیں
فیسخرون منھم سخر اللہ	وہ مذاق اڑاتے ہیں اُن کا خدا اُنکی

صفحہ ۱۲۸ کا باقی حاشیہ یہ ثابت ہے ائمہ امت کا اجماع ہے کہ سورہ لیل کی آخری آیات حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور حضرت ابو بکر رسولوں کے بعد سب سے زیادہ متقی اور افضل ہیں مظہری ص۲۸۹ ج ۱۰

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ مالدار ہونا برا نہیں ہے۔ اگر مال کا حق ادا کیا جائے بلکہ غربت اور پسماندگی برائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر وہ طریقے اختیار کیے جس سے مسلمانوں کی غربت اور پسماندگی دور ہو ملاحظہ فرمایئے واقعہ بدر وغیرہ۔ عزیز الرحمٰن غفرلہ

[۲] یعنی حضور نے ان کے اخلاص کی قدر فرمائی۔

ولہم عذاب عظیم — مذاق اڑائے گا اور انکے لئے دردناک عذاب ہے [1]

مسلمان عورتوں نے اپنے زیورات پیش کئے۔ اس مال کو آپ نے ضرورت مندوں اور مستحقین پر صرف کیا تاکہ انکی تنگی دور ہو جائے [2]۔ آپ کے پاس بہت سے جوتے بھی آئے۔ آپ نے فرمایا جس کے پاس جوتا ہوتا ہے وہ سوار کے حکم میں ہوتا ہے۔

آپ کی خدمت میں چند صلحاء صحابہؓ میں سے حاضر ہوئے، ان کے نام یہ ہیں سالم بن عمیرؓ علقمہ بن زیدؓ۔ ابو لیلی۔ عبد الرحمن بن کعبؓ۔ عمرو بن غنمہؓ۔ سلمہ بن صخرہؓ۔ عرباض بن ساریہؓ عبداللہ بن مغفل۔ معقل بن یسارؓ۔ مہدی بن عبد الرحمنؓ۔ عمرو بن حمامؓ، صخر بن خنسارؓ۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ ہم پیدل ہیں ہمارے پاس سواری نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس بھی نہیں ہے۔ یہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے۔ ان حضرات کو گروہ بکائین (رونے والے) کہا گیا ہے۔ ان حضرات کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے [3]

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ وتولوا واعینہم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون	اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جب وہ آپ کے پاس سواری کو آئے اور آپنے کہہ دیا میرے پاس تمہاری سواری کو نہیں ہے تو وہ آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے غم سے واپس ہوئے کہ وہ خرچ کو کچھ پاس نہیں رکھتے تھے

حضرت علبہ بن زیدؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صدقہ چاہتا ہے میرے پاس کچھ نہیں ہے جو صدقہ کروں ہاں اپنی عزت کو لوگوں کے لئے حلال کرتا ہوں۔ آپنے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ تیرے صدقہ کو قبول فرمائے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں۔ میرے

---

[1] رواہ شیخان، مظہری ص۲۵۱ ج ۴ ۔ فوائد عثمانی ص ۲۵۸ [2] اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اقتصادی پسماندگی کو دور کرنا ویسا ہی پیغمبرانہ کام ہے جیسا کہ قیام عبادت پیغمبرانہ کام ہے۔ علماء کو غور کرنا چاہیے۔

[3] رواہ ابن جریر عن ابن عباس مظہری ص۲۵۸ ج ۴

احباب نے مجھے سواری کے لئے حضور کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں جس پر سوار کردوں میں نے صورت واقعہ اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کی تھوڑی دیر کے بعد حضور نے ایک آدمی بھیجا۔ اور فرمایا یہ چھ اونٹ ہیں اُن پر اپنے ساتھیوں کو سوار کرو[١]

منافقین کی حالت

روایت ہے کہ اسّی منافقین اور بروایت دیگر ٣٩ منافقین حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عدم شرکت کا عذر پیش کیا تاکہ ان کو اجازت مل جائے۔ یہ لوگ بنی غطفان اور بنی اسد کے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے

وجاءو المعذرون من الاعراب	بناوٹی عذر پیش کرنے والے اعراب آئے
لیوذن لھم الخ	تاکہ ان کو اذن مل جائے۔

منافقین نے اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ جانے والوں کو بھی منع کیا۔ قرآن میں ارشاد ہے[٢]

فرح المخلفون بمقعدھم	پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھنے سے خوش ہیں
خلاف رسول اللہ وکرھوا	اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ
ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم	میں جہاد کرنے کو برا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
فی سبیل اللہ وقالوا لاتنفروا	گرمی میں نہ جاؤ۔ آپ فرما دیجیے دوزخ
فی الحر قل نار جھنم اشد حراً	کی آگ زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھ
لوکانو یفقھون	رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد بن قیس سے فرمایا غزوہ تبوک کے لئے تیاری نہیں کر رہے ہو، عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے مدینہ میں رہنے کی اجازت مرحمت فرما دیجیے کیونکہ میں جب رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا اور فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

ومنھم من یقول ائذن لی	کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہمیں اجازت

---

[١] رواہ شیخان [٢] رواہ ابن جریر عن عباس مظہری صفحہ ٢٧٣ ج ٣

ولا تفتني الا في الفتنة سقطوا	دیدیجئے اور فتنہ میں مبتلا نہ فرمایئے۔ وہ خود ہی
وان جهنم محيط بالكافرين[1]	فتنہ میں گر پڑے اور دوزخ تو کافروں کو گھیرے ہے

کہتے ہیں کہ جد بن قیس قبیلہ بنی سلمہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو بنو سلمہ سے دریافت کیا، تمہارے سردار کون ہیں؟ بولے جد بن قیس فرمایا اس کو بخل کی بیماری ہے بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے اور ایک روایت میں ہے تمہارا سردار بشر بن معرور ہے

روایت ہے کہ منافقین کی ایک جماعت مدینہ میں سویلم یہودی کے گھر جمع ہوئی اور اس نے مجاہدین کو منع کرنا شروع کیا۔ آپ نے طلحہ بن عبید اللہ رض کو امر فرمایا کہ ان کو منتشر کر دو اور سزا دو۔

روایت ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت، قبا سے گدھے پر سوار ہو کر آ رہا تھا۔ اور لوگوں کو جہاد سے منع کرتا جاتا تھا، اور کہتا تھا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہوتے تو ہماری حالت اس سے بدتر ہوئی ہوتی مصعب نے کہا، دشمن خدا۔ رسول اللہ صلعم کے بارے میں ایسا کہتا ہے میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کروں گا مصعب نے آکر عرض کیا۔ آپ نے جلاس کو طلب فرمایا تو قسم کھالی۔ میں نے نہیں کہا ہے اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

يحلفون بالله ما قالوا و لقد	وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں
قالوا كلمة الكفر و كفروا بعد	نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کی بات
اسلامهم	کہی اور وہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے ہیں

جلاس نے جب یہ سنا تو کہا چونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ پیش کی ہے اس وجہ سے میں توبہ کرتا ہوں۔

لشکر اسلام کی روانگی

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو ثنیۃ الوداع[2] پر جمع کیا، اور حضرت ابوبکر رض کو امیر لشکر گاہ مقرر فرمایا، اور

---

[1] فتنہ کے اوپر نہایت بہترین بحث ابن قیم نے زاد المعاد میں کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ہماری کتاب ترجمہ زاد المعاد

[2] اس جگہ ثنیۃ الوداع سے مراد بجانب تبوک کی ثنیۃ الوداع ہے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں صرف اسی کو ثنیۃ الوداع کہا ہے۔ علامہ قسطلانی نے شرح مواہب میں متعدد مقامات کے ثنیۃ الوداع کا نام شمار کرایا ہے اور ابن قیم کے قول کی تردید کی ہے۔

خود مدینہ منورہ سے باہر آتے وقت حضرت علی رض کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت علی رض نے عرض کیا، آج تک میں کسی غزوہ میں شرکت سے نہیں رہا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اما ترضی ان تکون منی	کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے ہو کہ میرے
بمنزلۃ ھارون من موسیٰ	نزدیک تم ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے
الا انہ لا نبی بعدی[1]	نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا، ہم نے علی رض کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور عبداللہ بن سلول منافق بھی اپنے ٹولے بمعیت مقام ذباب پر پہونچا۔ منافقین نے کہنا شروع کیا کہ حضرت علی رض کو اس وجہ سے چھوڑا ہے کہ ان کو نکلنا گراں تھا۔ حضرت علی رض نے یہ سنکر ہتھیار لگائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان ہی منافقین کی وجہ سے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ رض بروایت دیگر محمد بن مسلمہ رض بروایت دیگر ابو رہم غفاری رض کو خلیفہ مقرر فرمایا اور ثنیۃ الوداع پر پہونچکر جھنڈا بنایا، اور بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رض بروایت دیگر حضرت زبیر بن عوام رض کے سپرد فرمایا۔ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رض کے اور خزرج کا جھنڈا ابو دجانہ رض کے سپرد فرمایا۔ اور انصار رض کے ہر خاندان کے لئے امر فرمایا کہ اپنا جھنڈا تیار کریں۔ چنانچہ بنی نجار کا جھنڈا عمارہ بن حزم رض کو دیا۔ اس کے بعد ان سے لیکر یزید بن ثابت رض کو دیا۔ حضرت عمارہ رض نے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ ناراض ہیں فرمایا نہیں! محض قرآن پاک کی وجہ سے دیا ہے (ان کو زیادہ قرآن یاد ہے) اور قرآن لوگوں کو مقدم کرنے والا ہے اگرچہ حبشی کان کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو

روایت ہے کہ اسی منزل میں آپ نے لشکر اسلام کو شمار کیا جس کی تعداد تیس ہزار بروایت دیگر چالیس ہزار تھی جن میں دس ہزار گھوڑے سوار اور بارہ ہزار اونٹ سوار تھے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رض کو مقدمہ پر اور طلحہ بن عبیداللہ رض کو میمنہ پر اور عبدالرحمن بن عوف رض کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔

---

[1] مشہور حدیث ہے ملاحظہ فرمایئے فضائل علی رض جرح ا فوائد۔

مقام جرف پر پہنچکر عبد اللہ بن سلول منافق واپس ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا بہترے شریر کی شرارت سے لشکر اسلام خالی ہو گیا لیکن چند منافقین غنیمت کے لالچ سے لشکر اسلام میں داخل رہے، اور برابر شرارت کرتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عجیب عجیب معجزات اس سفر میں صادر ہوئے۔

عجائبات سفر ان واقعات میں سے یہ واقعہ بھی ہے کہ ودیعۃ بن ثابت منافقین کی جماعت کے ساتھ حضور صلعم کے آگے آگے جا رہا تھا اور آپس میں کہہ رہا تھا کہ ان کو (محمد صلعم) کو دیکھو۔ ملک شام کے قلعوں کو فتح کرنے جا رہے ہیں؟ قبیلہ اشجع کے ایک آدمی مخشن بن مخشی رضؓ نے یہ سنکر کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ قرآن پاک نازل فرمائیگا۔ اور ہر آدمی کے کوڑے مارے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کے بارے میں معلوم ہو گیا تو آپ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے فرمایا۔ ان لوگوں سے کہو کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اگر انکار کریں تو کہو تم یہ باتیں کر رہے تھے۔ منافقین نے عذر کیا اور کہا ہم تو بطور تفریح کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ نازل فرمائی

ولئن سألتم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل ابا الله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤن لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ان نعف طائفة نعذب طائفة بانهم كانوا مجرمين[له]	اگر آپ ان سے دریافت کریں تو کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دلگی۔ فرما دیجیے کیا اللہ اور اسکی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ دلگی کرتے تھے۔ عذر نہ گھڑو۔ تم مومن ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ اگر ہم ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔

له ہم گذشتہ سطور میں عرض کر چکے ہیں کہ سورۂ توبہ ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کے بعد اس سورت کی تفسیر جو احادیث مشتمل بر احکامات و فضائل مروی ہیں ان کا سن آسانی سے دریافت ہو گیا۔ اس کے بعد احادیث مذکورہ کے باب میں احتمال پیدا کرنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔

محسن بن حمشی رضٖ ان ہی لوگوں میں سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تھا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں شہادت نصیب ہو۔ چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی القریٰ میں پہونچے تو ایک باغیچہ سے ہو کر گذرے اس کی مالک ایک عورت تھی۔ آپ نے اپنے قریبی صحابہ سے فرمایا، اس کے پھلوں کا اندازہ کرو۔ ہر ایک نے اندازہ کیا، آپ نے بھی اندازہ کیا، اور اس عورت سے فرمایا ہر ایک کے اندازہ کو یاد رکھنا ہم واپسی کے وقت دریافت کرلینگے جب واپس ہوئے تو اس کے پھل حضور کے اندازہ کے مطابق تھے۔

روایت ہے کہ وادی القریٰ میں بنو عریض نے بطور مہمانی کے آپ کی خدمت میں ہریسہ بھیجا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ اس خدمت کے انعام کے طور پر بنو عریض کے لئے سالانہ چالیس وسق چھوہارے مقرر فرما دیئے۔ صاحب تلخیص المغازی نے کہا ہے کہ وادی القریٰ کی ایک عورت نے کہا، کہ جو انعام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کے حق میں فرمایا تھا۔ وہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ علامہ واقدی نے کہا وہ عطا آجتک کسی نے بند نہیں کی۔

جب آپ وادی حجر میں پہونچے تو آپ نے امر فرمایا۔ کوئی شخص یہاں کا پانی نہ پیئے اس پانی سے وضو نہ کرے اور اس پانی سے آٹا نہ گوندھے۔ اور اگر گوندھا ہو تو اونٹ کو کھلا دے۔ رات کے وقت تنہا باہر نہ آئے اپنے اونٹوں کو مضبوط باندھ کر رکھو۔ اتفاق سے دو آدمی نے اس پر عمل نہ کیا۔ ایک قضاء حاجت کے لئے تنہا باہر چلا گیا اس کو خناق ہو گیا۔ دوسرا اپنا اونٹ تلاش کرنے کے لئے نکلا اور خود گم ہو گیا۔ صبح کو آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا، میں نے تو پہلے ہی منع کیا تھا۔ خناق والے کے حق میں دعا کی۔ اس نے شفا پائی اور کچھ عرصہ کے بعد بنی طے نے دوسرے آدمی کو ... آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا[1]

---

[1] ان دونوں واقعات سے ثابت ہے کہ مقام معصیت پر نہ ٹھہرنا چاہیئے۔

راوی نے بیان کیا ہے اس سفر میں آپ کی خدمت میں پانی کی قلت کی شکایت کی گئی آپ نے دعا کی، خدا کی قسم بالکل ابر نہ تھا، بادل آیا اور خوب برسا، لوگوں نے پانی پیا اور ضرورت کے مطابق بھر لیا، آپ نے جوش مسرت میں تکبیر کہی۔ چنانچہ بادل پھٹا اور سورج نمودار ہوا تب آپ نے ارشاد فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں رسول ہوں۔

روایت ہے کہ ایک منزل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہوگیا۔ حضرت عمارہ بن حزم رض جو اہل بدر اور اہل عقبہ میں سے ہیں۔ آپ کے پاس تھے اور ان کے ڈیرے میں زید بن ثلت منافق نے لوگوں سے کہا۔ دیکھو! تو سہی یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ آسمان کی خبریں تو دیتے ہیں اونٹ کی خبر نہیں دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ نبوت معلوم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا۔ بعض لوگ ایسا کہتے ہیں، یاد رکھو! میں وہی کہتا ہوں جو میرا خدا مجھے بتلاتا ہے۔ اب مجھے میرے خدا نے خبر دی ہے وہ اونٹ فلاں درخت سے اٹکا کھڑا ہے[1]۔ تلاش کیا تو ایسا ہی پایا۔ جب حضرت عمارہ اپنے ڈیرے میں آئے تو یہ واقعہ بیان کیا۔ لوگوں نے کہا زید بن ثلت نے ابھی یہی کہا تھا۔ حضرت عمارہ رض نے اس کو مار کر اپنے پاس سے جدا کر دیا اور پھر کبھی ساتھ نہ لیا۔ محمد بن اسحق کا فرمانا ہے کہ زید بن ثلت بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے تھے بعض نے کہا ہے وہ مرنے تک متہم رہے۔

روایت ہے کہ راستہ میں ایک تنگ گھاٹی تھی جس میں سے ایک سوار ہو کر گذر سکتا تھا۔ آپ نے اعلان فرمایا، کوئی اس گھاٹی سے ہو کر نہ جائے۔ اور آپ نے حضرت حذیفہ رض اور حضرت عمار رض کو ساتھ لیا اور روانہ ہوئے حضرت حذیفہ رض مہار شتر پکڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمار رض پیچھے سے اونٹ کو ہانک رہے تھے کہ ناگاہ بارہ آدمیوں نے اور بروایت دیگر چودہ آدمیوں نے جو منہ ڈھانپے ہوئے تھے رات کا وقت تھا اچانک حملہ کر دیا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ڈانٹا اور ان کے اونٹ کو مارنا شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم کو شناخت کر لیا ہے۔ وہ فرار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون تھے؟

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ آپ کلیۃً عالم الغیب نہیں تھے۔

آپ نے فرمایا، یہ جماعت قیامت تک منافق رہے گی، ان کا ارادہ تھا کہ ہمارے اونٹ کو دھکیل کر غار میں ڈال دیں اور ہمیں ہلاک کر دیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ ان کے قبائل کو خبر کر دیں تاکہ وہ اُن کی گردنیں اُڑا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بات مجھے پسند نہیں ہے اور اس کے بعد بد دُعا کی کہ خدا ان کو دبیلہ میں مبتلا کر دے۔ میں نے کہا دبیلہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا، دل میں ایک آتشی پھوڑا ہوتا ہے جو ہلاک کر دیتا ہے۔ آپ نے اس وقت ان کے نام بتلائے۔ اور فرمایا، حذیفہ اس راز کو افشا نہ کرنا۔

علامہ بیہقی نے کہا ہے میں اس قصہ کی صحت پر گواہی دیتا ہوں۔ جس کو امام مسلم نے روایت ابو الطفیل ذکر کیا ہے کہ ایک دن حضرت حذیفہ رضہ اور اہل عقبہ میں سے ایک آدمی کے درمیان بات ہوئی۔ کہا کہ آپ بتلائیے کہ اہل عقبہ کتنے تھے۔ فرمایا چودہ آدمی تھے۔ اگر تو ان میں ہوتا تو پندرہ ہو جاتے۔ قسم کھاتا ہوں ان میں سے بارہ آدمی دشمن خدا اور دشمن رسول ہیں۔ ان میں سے تین آدمیوں نے عذر پیش کر دیا تھا اور معافی مانگ لی تھی کہ ہمارے کانوں میں اعلان کی آواز نہ پہونچی تھی ان منافقوں کے ارادہ میں ہم شریک نہیں ہیں۔

امام مسلم نے حضرت عمار رضہ سے روایت کیا ہے کہ حذیفہ رضہ نے مجھے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے صحابہ رضہ کے درمیان بارہ آدمی منافق ہیں جو جنت کا چہرہ نہ دیکھ سکیں گے۔ ان میں سے آٹھ آدمی دبیلہ کے مرض میں مبتلا ہوں گے۔ وہ ایک شعلہ ہوتا ہے جو ان کے شانوں کے درمیان نمودار ہوگا۔ اور اس کا سر سینہ میں ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضہ کی شان میں فرمایا کرتے تھے۔

صاحب سر الذی لا یعلم غیرہ — وہ اس بھید کے رازدار ہیں جسکو کوئی نہیں جانتا

یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ — حذیفہ منافقین کے بارے میں سب سے زیادہ جانکار ہیں

حضرت عمر رضہ اس آدمی کے جنازہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے جس میں حضرت حذیفہ رضہ شریک ہوتے

سہیل بن بیضاء رضہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں موجود تھا۔ اور ایک دن سفر میں ردیف تھا کہ آپ نے تین بار بآواز بلند مجھے پکارا میں نے ہر بار کہا لبیک یا رسول اللہ۔ تب آپ نے

ارشاد فرمایا۔ من شھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک وان محمداً عبدہ و رسولہ حرمہ اللہ علی النار“ اتفاق سے اس راستہ میں ایک بہت بڑا سانپ نمودار ہوا۔ لوگ ڈر کر اس سے دور ہو گئے وہ سانپ آیا اور آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد خود بخود راستہ سے ہٹ کر دور جاکر کھڑا ہو گیا۔ صحابہ رضؓ آپ کے پاس آ گئے۔ اور آپ سے دریافت کیا۔ یہ کون تھا؟ فرمایا، یہ ان جنات میں سے تھا جو مکہ کے قیام میں مسلمان ہوئے تھے اور قرآن پاک سنا تھا۔ یہ مقام ان کا ٹھکانا ہے۔ یہ یہاں کا حق ادا کرنے آیا تھا، اور آپ لوگوں کو سلام کرتا تھا۔ سب نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔

حیّوا عباد اللہ من کانوا — اللہ کے بندوں کو سلام کرو جو بھی ہوں

خوارزمی نے حیّوا کی جگہ حبّوا روایت کیا ہے یعنی بندگان خدا کو دوست رکھو! مگر یہ لفظ روایۃً اور درایۃً دونوں طرح غلط ہے۔

روایت ہے کہ آپ چاشت کے وقت چشمہ تبوک پر پہونچے۔ معاذ بن جبل رضؓ کہتے ہیں۔ آپ نے امر فرمایا تھا کہ کوئی میرے پہونچنے تک اس چشمہ میں ہاتھ نہ ڈالے لیکن دو آدمیوں نے ڈال دیا، چشمہ کا پانی کم ہو گیا۔ جب آپ وہاں پہونچے تو یہ سنکر خفا ہوئے اور پھر تھوڑا تھوڑا اکٹھا کیا۔ اور اس سے وضو فرمایا، اور لعاب دہن اس میں ڈالا پھر تو وہ چشمہ جوش مارنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے معاذ، اگر تو عمر پائے تو یہاں بہت پانی دیکھے گا

حضرت ابوذر غفاری

روایت ہے کہ آپ نے بیس دن تک تبوک میں قیام فرمایا۔ یہاں کے قیام کے درمیان بہت سے واقعات اور معجزات ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ پانچ شخص جو عذر شک کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکے تھے وہ پانچ یہ ہیں۔ ابو ذر غفاری رضؓ۔ ابو خیثمہ رضؓ۔ کعب بن مالک رضؓ۔ مرارۃ بن ربیع رضؓ۔ ہلال بن امیہ رضؓ۔ حضرت ابو ذر رضؓ تو بعد میں گھر سے چل دیئے۔ راستہ میں اُن کا اونٹ تھک گیا تھا، جو سامان ضروری تھا اس کو اپنے کندھے پر لادا اور چل پڑے۔ لوگوں نے جب دور سے آتے دیکھا تو خبر دی۔ آپ نے فرمایا ابو ذر ہو گا۔ جب وہ اور قریب ہوئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور مرحبا فرمایا۔ اور فرمایا:۔

رحم اللہ ابا ذر یمشی وحدہٗ — اللہ ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا ہی چلیگا تنہا ہی مریگا۔

ویموت وحدہ ویبعث وحدہٗ — اور تنہا ہی اُٹھے گا

اور دریافت فرمایا کیا حال ہے؟ ابوذر رضؓ نے قصہ مختصر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تو پیچھے رہنے والوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے ہر قدم کے بدلے تیرے گناہ معاف کئے ہیں۔

ان کو حضرت عثمان رضؓ نے کسی مصلحت کے تحت مدینہ منورہ سے باہر مقام ربذہ بھیجدیا تھا۔ وفات کے وقت ان کے پاس کوئی نہ تھا صرف ان کی بیوی اور ایک غلام تھا۔ مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے کفنا کر راستہ پر رکھ دینا۔ سب سے پہلے جو قافلہ وہاں سے گذرے کہنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے مصاحب ہیں ان کو دفن کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا سب سے پہلے وہاں سے ابن مسعود رضؓ گذرے، وہ عراقی قافلے کے ساتھ مکہ عمرہ کے لئے جارہے تھے۔ جب ابن مسعود رضؓ سے یہ کہا گیا تو آواز بلند رودیئے اور کہا اللہ کے رسول نے سچ فرمایا تھا "ابو ذر تنہا چلتا ہے۔ تنہا مرے گا اور تنہا اُٹھے گا اور جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کردیا۔

ابو خیثمہ رضؓ کا واقعہ حضرت ابو خیثمہ رضؓ کا واقعہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے باغ میں ایک جھونپڑی ڈالی اور وہاں ٹھنڈی چھاؤں میں اپنی ازواج کے ساتھ داد عیش وعشرت دے رہے تھے۔ کہ ایک دن خیال ہوا۔ میں اس عیش وآرام میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ کی تپش اور پیاس کی شدت میں ہوں، جائز نہیں ہے اور قسم کھائی کہ اب میں نہ رہوں گا۔ بیویوں نے بہت منع کیا باز نہ آئے۔ بالآخر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام تبوک پر جاکر ملاقات کی۔ آپ نے ان کے لئے بہت دعائیں دیں۔

وفات عبداللہ اسی سفر میں حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضؓ کی وفات ہوئی۔ یہ قبیلہ مزینہ کے تھے بچپن میں والد کا انتقال ہوگیا تھا۔ چچا نے پرورش کی تھی بڑے ہونے پر چند اونٹ اور بکریوں اور غلاموں کے مالک ہوگئے۔ حالت کفر میں عبد العزیٰ نام تھا۔ اسلام کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن چچا سے ڈرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد چچا سے کہا۔ چچا! میں تیرے اسلام کا منتظر تھا۔ لیکن تمہارے دل میں اس کا ارادہ پیدا نہیں ہوا۔ عمر کا بھروسہ نہیں ہے۔ مجھے

اجازت دے کہ مسلمان ہوجاؤں۔ چچا نے کہا ہرگز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو سب اپنی املاک چھین لونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ جسم سے کپڑے بھی اتار دیے۔ اور یہ بالکل برہنہ اپنی ماں کے پاس آئے۔ اور ماں سے کپڑا مانگا۔ ماں نے ایک چادر ان کو دی جس میں سے نصف اوڑھی اور نصف کا تہبند بنایا اسی لئے اُن کو ذوالبجادین کہتے ہیں۔ بجاد، چادر کو کہتے ہیں۔

القصہ صبح کا وقت تھا۔ حضرت عبداللہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد مسجد میں بیٹھے لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ کہ یہ سامنے سے نووارد دکھائی دیئے۔ دریافت کیا کون؟ عرض کیا عبدالعزیٰ فلاں قبیلہ کا ہوں۔ فرمایا تیرا نام عبداللہ ذوالبجادین رض ہے۔ آج سے ہمارے مہمان ہو۔ یہ حضور کے مہمانوں کے ساتھ رہنے لگے۔ زور زور سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے حضرت عمر رض نے عرض کیا! ان کے پڑھنے سے خلل واقع ہوتا ہے۔ عمر!

دعہ فانہ خرج مہاجراً — ان کو رہنے دو یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف

الی اللہ ورسولہ — ہجرت کرکے آئے ہیں۔

جب آپ غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں عرض کیا حضور! دعا فرمایئے کہ میں شہید ہوجاؤں۔ آپ نے فرمایا، جاؤ! درخت کی چھال لاؤ۔ یہ درخت سمرہ کی چھال لائے۔ حضور نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی، اور فرمایا۔ خدایا، عبداللہ کا خون کفار پر حرام کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا۔ حضور میرا مقصد یہ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس سفر میں بخار آئے گا اور اسی حالت میں وفات ہوگی اور تم شہادت کا درجہ پاؤگے۔ مقام تبوک پر پہونچ حضرت عبداللہ کو بخار آیا اور اسی میں وفات ہوئی۔

حضرت حارث مزنی رض کہتے ہیں، رات کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا، بلال رض چراغ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ حضور قبر میں اُترے اور ابوبکر رض وعمر رض دونوں قبر میں اتروا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "اپنے بھائی کو میرے نزدیک کرو۔ خدایا رات تک میں اس سے راضی تھا تو بھی راضی رہو۔ حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کاش، کہ میں ان کی جگہ ہوتا۔

چند عجائبات

روایت ہے کہ بنی سعد کے ایک صاحب تبوک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بلال کو امر فرمایا

کھانا لاؤ! حضرت بلالؓ نے دسترخوان بچھایا اور کچھ کھجوریں روغن میں ملی ہوئی پیش کیں آپ نے فرمایا، کھاؤ! ہم نے کھایا، اور خوب سیر ہو گئے۔ میں نے عرض کیا، حضور! یہ اسقدر کھانا تھا کہ تنہا مجھے بھی کافی نہ ہوتا۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا:-

الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء	کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن
والمومن یاکل فی معاءٍ واحدٍ	صرف ایک آنت میں کھاتا ہے۔ [۱]

دوسرے دن چاشت کے وقت حاضر ہوا۔ دس آدمی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ دسترخوان پر کھجوروں کو ڈال دیا گیا۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔ لوگ کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ کھجوریں اتنی ہی رہیں گویا کھائی ہی نہ تھیں۔

روایت ہے ایک رات کو تبوک میں زور سے ہوا چلی۔ آپ نے فرمایا یہ ہوا منافقین کی موت کے لئے چلی ہے جب ہم مدینہ واپس ہوئے تو سب مشہور اہل نفاق اسی رات میں مر گئے تھے۔

روایت ہے کہ ایک شب آپ جو کا توبرا لیکر اپنے گھوڑے کے پاس آئے اور اس کی پشت اور پیروں کی مالش کی ہم نے عرض کیا حضور! ہم یہ کام کئے دیتے ہیں آپ نے فرمایا تم کو کیا معلوم کہ شاید حضرت جبرئیل نے مجھے اس کام کا امر کیا ہو؟ یاد رکھو! جس مسلمان کے پاس جہاد کے لئے گھوڑا ہو وہ اُس کو جو دانہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر دانہ کے بدلہ اس کو نیکی دیتا ہے۔ ہم نے عرض کیا حضور! گھوڑے کی کون سی قسم بہتر ہے؟ فرمایا، بالکل سیاہ، جس کے چہرے پر سفیدی ہو اور پیر سفید ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر کمیت ہونا چاہیئے۔

ہرقل کا قاصد

روایت ہے کہ قیام تبوک کے دوران ہرقل نے اپنا ایک قاصد بھیجا تاکہ تحقیق کر کے آئے اور آپ کے عادات و شمائل اور صفات کو دیکھے کہ آپ صدقہ قبول نہیں کرتے ہیں، ہدیہ قبول کرتے ہیں۔ قاصد نے یہ سب کچھ دیکھ کر ہرقل کو خبر دی۔ اس نے اشراف مملکت کو جمع کیا اور ان سے حضورؐ کی تصدیق چاہی مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ اس وقت ہرقل کو اپنی حکومت کے زوال کا اندیشہ ہوا۔ روایت ہے کہ ہرقل نے خود اپنی

---

[۱] میرا بہت مرتبہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگوں کی خوراک بقدر تقویٰ ہوتی ہے یعنی اتقیا کی خوراک کم اور فجار کی زیادہ ہوتی ہے

دار السلطنت سے مدینہ کے لئے حرکت نہیں کی تھی۔ جب آپ کو تبوک میں معلوم ہو گیا کہ وہ خبر اصلی نہ تھی تو اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تبوک سے واپس ہونا چاہیئے یا نہیں؟ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا، حضور! اگر آپ کو امر ہے تو مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت حضور نے مراجعت کا ارادہ کیا۔

روایت ہے کہ تبوک کے قیام میں شاہ ایلہ آیا اور حضور سے جزیہ پر صلح کی۔ آپ نے اسکو قبول کیا اور اُس کو صلحنامہ لکھ دیا۔ اہل جربا و دزج کا بادشاہ بھی آیا اور اس نے جزیہ پر صلح کرلی آپ نے اس کو بھی صلحنامہ لکھ کر دیدیا۔ وہ صلحنامہ آج تک اس قوم میں باقی ہے۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف رجوع کیا۔

حاکم دومۃ الجندل

روایت ہے کہ آپ نے خالد بن ولید رضؓ کو چار سو مجاہدین دیکر فرمایا کہ اکیدر بن عبد الملک کے پاس جاؤ۔ حضرت خالد رضؓ نے عرض کیا حضور! یہ تعداد بہت کم ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ، اس کو شکارگاہ میں بلا مزاحمت کے گرفتار کرو گے۔ چنانچہ حضرت خالد رضؓ اس کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔

چاندنی رات تھی، اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ محل کے اوپر بیٹھا شراب نوشی کر رہا تھا کہ گاؤ وحشی آئی اور قلعہ کے دروازہ پر کھڑی ہو گئی۔ اکیدر کی بیوی نے اکیدر کی طرف دیکھا۔ اکیدر قلعہ سے نیچے اتر کر آیا۔ ساتھ ہی اس کے دو بھائی حسان اور مصادر اور دو غلام باہر آئے۔ یہ شکار کی طرف چلا۔ ویسے ہی حضرت خالد بن ولید رضؓ کا شکار ہو گیا۔ حسان مارا گیا۔ اور باقی آدمیوں نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا، کیا رائے ہے؟ چاہے تو تجھے اپنی امان میں حضور کی خدمت میں پیش کروں یا قتل کردوں؟ ورنہ قلعہ کا دروازہ ہمارے لئے کھولدو۔ اکیدر راضی ہو گیا اور قلعہ کے دروازہ پر آیا۔ اس کا بھائی دروازہ بند کر رہا تھا۔ اکیدر نے آواز دی اور دروازہ کھلوایا۔ اس کے بعد اکیدر نے حضرت خالدؓ سے صلح کرلی۔ اور دو ہزار اونٹ۔ آٹھ ہزار غلام اور بروایت دیگر آٹھ ہزار گھوڑے۔ چار ہزار .... زرہ، چار ہزار نیزے پیش کئے اس طرح حصار کی حکومت اس کے سپرد کردی گئی۔ اکیدر نے اپنے بھائی مصادر کو حضرت خالد

کے ہمراہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کی رائے عالی بھی دریافت کرلی جائے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت عمرو بن امیہ رضؓ کو خبر دینے کے لئے پہلے ہی حضور کی خدمت میں بھیجدیا تھا۔ اور بطور علامت حسان کی چادر ساتھ روانہ کردی تھی۔ اس کی نرمی دیکھ کر حضرات صحابہ رضؓ کو بہت تعجب ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا۔

لمناديل سعد بن معاذ فی	سعد بن معاذ رضؓ کے جنت میں رومال
الجنة احسن والين من هذا	اس سے زیادہ بہتر اور نرم ہیں

حضرت خالد بن ولید رضؓ نے جو مال غنیمت اکیدر سے حاصل کیا تھا۔ اس میں سے خمس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص حصہ علیحدہ کرکے بقیہ کو مجاہدین پر تقسیم کردیا۔

مصادر نے حضور سے اس طرح صلح کی کہ آپ نے سالانہ جزیہ کی رقم ان پر مقرر کردی اور صلحنامہ تحریر فرمادیا۔ تمام اہل سیر نے یہی تحریر فرمایا ہے۔ لیکن صاحب مستقصے نے کہا کہ جب آپ مدینہ تشریف لے آئے تھے تو اکیدر مسلمان ہوگیا تھا" یہ خلاف واقع ہے۔ اور صاحب تخیص المغازی نے صلحنامہ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

یہ صلحنامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے
اکیدر کے لئے ہے جب اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اور
کفر اور بت پرستی کو ترک کردیا۔

اور اس کے آخر میں یہ لکھا تھا۔

نماز وقت پر ادا کرو اور زکوٰۃ کو اس کے مستحقین کو دو۔

اس سے صاحب مستقصے کی تائید ہوتی ہے۔

مسجد ضرار اسی سال ۹ھ میں مسجد ضرار کو منہدم کیا گیا۔ روایت ہے کہ حضور کے مدینہ تشریف لانے سے قبل ابو عامر راہب خزرجی نے دین نصرانیت اختیار کرلیا تھا۔ توریت اور انجیل کو خوب جانتا تھا۔ اور خوب عابد و زاہد تھا۔ لیکن سرداری کے چکر میں تھا۔ اہل مدینہ کو پیغمبر آخر الزماں کی نعت پڑھ پڑھ کر سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اس کو

جنات اور انسانوں سے سنا ہے چنانچہ لوگ آپ کی آمد سے پیشتر ہی حضور کے بہت زیادہ شیدائی ہو گئے تھے۔ اس کو بہت ناگوار ہوا۔ لوگوں نے کہا بھی تو جواب دیا۔ یہ وہ نہیں ہیں بلکہ ان کے مشابہ ہیں۔ حضور صلعم نے اس پر اسلام پیش کیا، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اسی کو قرآن پاک نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

فلمّا جاءھم کتاب من عند	اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی جانب
اللہ مصدق لما معھم	سے وہ کتاب جو ان کے پاس والی کتاب
وکانوا من قبل یستفتحون	کی تصدیق کرتی ہے۔ اور وہ پہلے کافروں
علی الذین کفروا فلمّا جاءھم	پر فتح مانگا کرتے تھے۔ پس جب آیا ان کے
ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ	پاس ان کا جانا پہچانا تو انکار کر دیا اس کا
اللہ علی الکافرین [۱]	پس اللہ کی کافروں پر لعنت ہو۔

جب مسلمانوں نے بدر میں غلبہ پایا تو یہ بھاگ کر مکہ چلا گیا تھا اور وہاں کافروں کو پھر جنگ کے لئے آمادہ کیا اور احد میں شریک ہوا سب سے پہلا تیر اسی نے پھینکا تھا۔ حضور اسکو ابو عامر فاسق فرمایا کرتے تھے اور اس کے لیے بد دعا کی تھی۔ احد سے بھاگ کر حنین میں شریک رہا۔ اور وہاں سے بھاگ کر ہرقل کے پاس چلا گیا اور وہاں سے اپنی قوم کے نام پیغام بھیجا کہ تم مدینہ میں اپنے محلہ میں ایک مسجد تعمیر کرو تاکہ میں وہاں آکر اپنے مقاصد کو تکمیل تک پہونچاؤں تبوک سے پہلے ان لوگوں نے مسجد تعمیر کر لی تھی۔ اور حضور سے عرض کیا تھا کہ آپ اس میں نماز ادا کریں یہ ہم نے بیماروں اور کمزوروں اور بارش کے زمانے کے لئے تعمیر کی ہے۔ آپ کو اس وقت تبوک لے جانے کی مشغولیت تھی۔ اس وجہ سے فرمایا۔ واپسی کے بعد پڑھونگا، جب آپ واپس تشریف لائے اور ذی اوان میں پڑاؤ کیا کہ مدینہ وہاں سے بہت قریب ہے تو منافقین آئے اور وعدہ کو یاد دلایا، اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

والذین اتخذو مسجداً	اور جن لوگوں نے بنائی ہے مسجد

---

[۱] - سورہ بقرہ

ضرارًا وکفرًا وتفریقًا بین	ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو
المومنین وارصادًا لمن	مومنین میں اور گھات کے لئے اسکی
حارب اللہ ورسولہ من	جو لڑتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے
قبل ولیحلفن ان اردنا	پہلے اور قسم کھائیں گے کہ ہم نے تو
الا الحسنی واللہ یشہد	بھلائی ہی چاہی تھی۔ اور اللہ گواہ
انہم کاذبون ؎۲	ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اس وقت آپ نے مالک دخشم رضہ اور عامر بن عدی رضہ کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اس مسجد کو اکھاڑ دو اور جلا ڈالو۔ ان حضرات نے جاکر اسکو مسمار کردیا اور جلا ڈالا۔ اس مسجد کی بنا میں بارہ منافقین شریک تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ خدام بن خالد، ثعلبہ بن حاطب۔ زید بن قیشر۔ ابو حبیبہ، جاریہ بن عامر، زید بن نبتل۔ مخرج بن بجاد۔ عباد بن حنیف، ودیعہ بن ثابت۔ دو ابن مجمع کے بیٹے اور بجاد بن عثمان۔

حدیث کعب بن مالک

حضرت کعب بن مالک رضہ فرماتے ہیں کہ میں بدر و تبوک کے علاوہ کسی غزوہ میں حضور سے علیحدہ نہیں رہا۔ غزوہ بدر کا معاملہ یہ ہے کہ آپ اس میں کاروان قریش کی تلاش میں گئے تھے غزوہ تبوک کے وقت مجھے کوئی عذر نہیں تھا میں مالدار بھی تھا۔ ۹۲ اونٹ میرے پاس تھے میرا خیال تھا کہ جلدی کیا ہے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں تیزی سے جاکر مل جاؤنگا بعد میں کچھ کوشش کی تو لشکر اسلام دور جا چکا تھا، پکڑنا دشوار تھا۔ مدینہ میں پریشان پھرتا تھا۔ بجز منافقوں اور معذوروں کے کوئی نہ تھا۔ اتنے ہی میں حضور کی آمد کی خبر گرم ہوئی۔ میرے اوپر فکر سوار ہوا، سوچتا تھا، کہ جھوٹ بول کر نجات نہیں مل سکتی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا۔ اور دریافت کیا کیوں؟ میں نے عرض کیا مجھے کوئی عذر بجز کاہلی کے نہیں تھا۔ آپ نے سکوت فرمایا۔ اور فرمایا، جاؤ حکم خدا کا انتظار کرو

؎۲ سورہ توبہ ترجمہ حضرت شیخ الہند

میں اُٹھ کر مسجد کے دروازے پر آیا۔ لوگوں نے مشورہ دیا، کیوں نہ کوئی عذر کر دیا تھا؟ حضورؐ کی استغفار سے وہ معاف ہو جاتا۔ میں نے چاہا بھی کہ واپس ہو کر عذر پیش کر دوں مگر معاذ بن جبل رضؓ۔ ابو قتادہ رضؓ نے مشورہ دیا، راستی پر ثابت قدم رہو، اُمید ہے کہ انشاء اللہ جلد ہی کوئی سبیل پیدا ہوگی۔ میں نے دریافت کیا، اس معاملہ میں اور بھی کوئی میرا شریک ہے۔ کہا دو آدمی اور ہیں۔ ہلال بن امیہؓ مرارہ بن ربیع میں گھر آ گیا۔ حضورؐ نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ اس زمانہ میں، میں اپنے ہی شہر میں غریب اور مسافر ہو گیا تھا کہ کوئی بات نہ کرتا تھا۔ میں بازار میں جاتا اور مسجد میں بھی نماز کے لئے جاتا، کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ حضورؐ کو سلام کرتا اور لبوں کی حرکت کو غور سے دیکھتا مگر آپ اعراض فرما لیتے

ایک دن ابو قتادہ میرے چچیرے بھائی اپنے باغ کی دیوار پر تھے کہ میں نے ان کو قسم دیکر دریافت کیا، کیا معاملہ ہے؟ کوئی جواب نہ دیا، تیسری بار صرف اتنا کہا خدا اور رسول بہتر جانتا ہے۔ میں بازار میں گیا تو نصرانیوں کا ایک قافلہ آیا ہوا تھا۔ وہ میرا پتہ دریافت کر رہا تھا لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، اس نے غسانی بادشاہ کا مکتوب میرے سپرد کیا، میں نے اسکو پڑھا تو لکھا تھا "تجھ جیسے بہترین آدمی کے ساتھ جفا اور ظلم ہوا ہے تو ہمارے پاس آجا ہم بہت مہربانی اور رعایات سے پیش آئیں گے۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ اور مصیبت پر مصیبت ہے کہ کافر میری طمع کرتے ہیں اور خط کو تنور میں ڈال دیا۔ یہ عمل کعب بن مالکؓ کے ایمان اور محبت خدا اور رسول پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ چالیس روز میرے اوپر اسی طرح سے گذر گئے کہ خزیمہ بن ثابت انصاری رضؓ میرے پاس آئے۔ اور کہا اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے کہا کیا طلاق دیدوں؟ بولے نہیں۔ میں نے اس کو، اس کے ماں باپ کے یہاں پہونچا دیا۔ ہلال بن امیہ رضؓ کی عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا، ہلال بہت کمزور ہیں اور مریض ہیں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ لوگوں نے مجھے بھی مشورہ دیا۔ مگر میں نے انکار کر دیا اسی طرح دس راتیں اور گذر گئیں۔ جب پچاس رات گذر گئیں اور دن نکلا تو اس دن پریشانی کی وجہ سے میں نماز جماعت سے نہ پڑھ سکا۔ اپنے ہی گھر میں نماز پڑھی۔ میں اپنے گھر کے اوپری

حصہ میں بیٹھا تھا، اور زندگی سے تنگ آچکا تھا کہ کوہ سلع سے کسی نے پکارا کعب مبارک ہو!

روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کوہ سلع پر آئے اور فرمایا، کعبؓ مبارک ہو۔ خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے۔ حضرت کعبؓ بشدت مسرت سے رو پڑے اور سجدے میں گر پڑے حضرت کعبؓ کہتے ہیں۔ حضور نے صبح کی نماز کے بعد لوگوں کو خبر دی ہے۔ حالانکہ آپ پر وحی امّ سلمہؓ کے گھر میں ایک ثلث رات گئے نازل ہوئی تھی۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو کعب اور ان کے دونوں ساتھیوں کو خبر دے آؤں۔ آپ نے منع فرمایا، کہ لوگ فوراً ہی مسجد میں ازدحام کرلیں گے اور سونا دشوار ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ سب سے پہلے کوہ سلع سے عمرو بن حمزہؓ نے آواز دی تھی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ زبیر بن عوامؓ گھوڑے پر سوار ہوکر خبر دینے گئے تھے۔ مرارہؓ کو خبر دینے والے سلکان بن سلامہؓ تھے۔ ہلال کو خبر دینے والے سعید بن زیدؓ تھے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں میں نے دونوں کپڑے مبشر کو دیدئے اور خود عاریۃً کپڑے پہن کر حاضر خدمت اقدس ہوا۔ مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہؓ میرے استقبال کو کھڑے ہوئے۔ میں نے حضور کو سلام کیا۔ آپ کا چہرہ انور دمک اٹھا۔ میں نے عرض کیا حضور اس توبہ کے صلہ میں میرا کل مال صدقہ ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آدھا۔ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا ثلث۔ فرمایا ثلث کافی ہے۔ ان حضرات کو صدق کی بدولت یہ مرتبہ ملا۔ اور جنھوں نے جھوٹے اعذار بیان کئے تھے وہ ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

سیحلفون باللہ لکم اذا	اب وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسم
انقلبتم الیھم لتعرضوا	کھائیں گے جب تم لوٹ کر جاؤ گے ان کی
عنھم فاعرضوا عنھم انھم	طرف تاکہ آپ ان سے درگذر کریں۔
رجس وماوٰھم جھنم	لہٰذا تم درگذر کرو وہ ناپاک ہیں

لہ ۔ اس واقعہ اور اسی قسم کے دوسرے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ فضائل صدقات درست ہیں۔ لیکن بنام رسالت لوگوں کو فریب کرنا بھی نہیں ہے

جزاءً بما کانوا یکسبون الخ — ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو جزا ہے اُنکی کمائی کی

اور قبولیت توبہ کے سلسلہ میں نازل فرمایا

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد تزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رءوف رحیم وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم

اللہ تعالیٰ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے تنگی کے اوقات ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان کے ایک فریق کے دل پھر جائیں۔ پھر مہربان ہوا اُن پر۔ بیشک وہ بہت مہربان اور رحیم ہے اور ان تینوں پر جو رہ گئے تھے حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے اُن پر تنگ ہو گئی تھی اور خیال کرنے لگے تھے کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں ہے بجز اسی کے پھر اللہ اُن پر مہربان ہوا تاکہ وہ توبہ کریں بیشک اللہ توبہ کا قبول کرنے والا رحیم ہے۔[۱]

ابو بکر وراق نے کہا ہے کہ سچی توبہ کی علامت یہ ہے کہ زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہو جائے اور جی تنگ ہو جائے

مقام صدق

اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی توبہ قبول کی اور اُن کا مرتبہ بلند فرمایا ارشاد ہے:۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین — ایمان والو! خدا سے ڈرو، اور صادقین کے ساتھ رہو۔

مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں یہی حضرات ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ معصیت قلب پر اتنی گراں ہو کہ اس کے تصور سے زندگی تاریک نظر آئے۔ جان وبال معلوم ہو یعنی ندامت اکمل اور اتم درجہ کی ہو جن لوگوں کو یہ احساس نہ ہو اور وہ توبہ کرتے ہوں وہ سچی توبہ نہیں ہے۔

علیکم بالصدق فان الصدق — صدق کو لازم رکھو! صدق
یھدی الی الجنۃ — جنت کا راستہ دکھلاتا ہے۔

اہلِ تحقیق نے کہا ہے۔ صدق درجہ نبوت کے بعد دوسرا درجہ ہے۔ اسی کی وجہ سے اخبار غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔[۱] اور صدق تمام اخلاق کی اصل ہے اور بقیہ اخلاق اسکی فرع ہیں حضرت جنیدؒ نے یہی فرمایا ہے۔

تبوک سے واپس ہو کر جب آپ حجرہ شریفہ میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ حضور! آپ تو سفر میں تھے۔ لیکن جو لوگ یہاں تھے اور عذر کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے تھے ان کو بھی اجر ملے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ارشاد فرمایا۔

وما کان للمومنین لینفروا — تمام مومنین کے لیے لازم نہیں
کافۃ[۲] — ہے کہ وہ کوچ کر جائیں

تبوک سے واپسی پر حضرات صحابہ رضؓ نے اپنے ہتھیار فروخت کرنا شروع کر دیے۔ اور کہنے لگے بس اب جہاد ختم ہو چکا۔ جب آپ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

لایزال عصابۃ من امتی — میری امت کی ایک جماعت
...... یجاھدون علی الحق — دجال کے نکلنے تک حق پر جہاد
حتی یخرج الدجال[۳] — کرتی رہے گی۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

---

[۱] یعنی جب کمال درجہ کا صدق حاصل ہو جاتا ہے[۲] یہ ۹ھ کا حکم ہے جس کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا کہ منسوخ ہو گیا ہو گا[۳] یاد رہے یہاں مراد جہاد بمعنی قتال نہیں ہے اسی طرح قرآن اور احادیث میں جہاں مطلقاً جہاد مذکور ہے وہاں جہاد بمعنی قتال نہیں ہے بلکہ اقامت دین کے لیے جد وجہد کرنا اور کوشش کرنا مراد ہے۔ علماء کو چاہیے کہ وہ قرآن اور حدیث اور فقہ کی زبان کو سمجھیں، اور یہ سمجھ کر کہ ہمارے پاس آلات جہاد نہیں ہیں اقامت دین سے بے توجہی نہ برتیں۔

لا ینقطع الجہاد حتی ینزل عیسی بن مریم — عیسیٰ بن مریم کے نزول تک جہاد جاری رہے گا۔

آمدِ وفود از اطراف و جوانب

اسی سال ۹ھ میں تبوک سے واپسی کے بعد مسلسل وفود کی آمد شروع ہوئی۔ اسی وجہ سے اس کو وفود کا سال کہتے ہیں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی وفود آئے تھے جن کے حالات اور تاریخ گذر چکے ہیں۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ وفود کی آمد کے وقت بہترین لباس پہنتے اور اپنے صحابہ کو بھی اچھا لباس پہننے کا امر فرماتے تھے[1] اور وفود کی ضیافت اور واپسی کے وقت ان پر انعامات فرماتے تھے۔

وفد بنی اسد — یہ وفد بھی ۹ھ میں آیا۔ اس میں دس نفر تھے جو آکر مسلمان ہو گئے یہ زمانہ ان پر قحط کا تھا، دور دراز کا سفر تھا۔ راتوں کو سفر کر کے پہونچے اور بولے ہم برضا و رغبت حاضر ہوئے ہیں کوئی لشکر ہمارے اوپر نہیں گیا تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یمنون علیک ان اسلموا	وہ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں۔
قل لا تمنوا علی اسلامکم	فرما دیجئے اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو
بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم	بلکہ اللہ ہی نے تم پر احسان کیا ہے کہ تم کو ایمان کی
للایمان ان کنتم صادقین[2]	ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔

---

[1] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس اسوۂ حسنہ سے کس قدر روشنی مل رہی ہے خیال کیا جائے تو زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی ہے۔ عزیز الرحمن غفرلہ [2] یہ سورۂ حجرات کی آخری آیات ہیں اور سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سورت سے اس کا گہرا ربط ہے واللہ اعلم، سورۂ حجرات سورۂ توبہ سے پہلے نازل ہوئی یا بعد میں ممکن ہے اس وفد کی آمد غزوۂ تبوک سے قبل ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

وفد فزارہ اس میں تقریباً بیس آدمی تھے۔ انہیں میں خارجہ بن حصنؓ اور حُر بن قیسؓ بھی تھے ان کے اونٹ بہت کمزور تھے انھوں نے شکایت کی کہ ہمارے قحط کی وجہ سے بہت تنگی ہے۔ بچے پریشان ہیں، جانور لاغر ہیں۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور بارش کے لئے دُعا کی۔ اس قصہ کے بارے میں کچھ اشعار سنہ ۶ھ کے وقائع میں گذر چکے ہیں

وفد بنی مرہ اس وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ ان کے سردار حارث بن عوفؓ تھے۔ یہ آکر مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کیا حضور ہم آپ کے خاندان والے ہیں۔ کیونکہ ہمارا سلسلہ لوی بن غالب پر مل جاتا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ انھوں نے قحط کی شکایت کی حضور نے اُن کے لئے دعا کی۔

اللھم اسقھم الغیث — اللہ ان کو بارش سے سیراب کر

اور رخصت کرتے وقت ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔ اور حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ مرحمت فرمائے۔

وفد بنی البکار یہ وفد آیا اور مسلمان ہو گیا۔ ان ہی میں معاویہ بن ثور، عبادہ بن بکار رضؓ۔ بشر بن عمرو رضؓ۔ عبد عمرو عواصم کہتے ہیں کی معاویہ بن ثور کی عمر سو سال کی تھی۔ عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ تبرکاً میرے لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ آپ نے دست مبارک اس کے سر پر پھیرا، اور دعائے برکت دی اور ایک نامہ امن لکھ دیا۔ عبد بن عمرو کا نام عبد الرحمٰن رکھ دیا۔

وفد کنانہ اس قافلہ کا سردار واثلہ بن اسقع تھے۔ یہ وفد آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ آپ نے دریافت کیا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا، اسلام کے لئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور حضور سے بیعت کی اور واپس ہو گئے۔ اپنے قبیلہ میں جا کر خبر دی، ان کے والد نے ان سے بات کرنا بند کر دیا بہن نے بات کی۔ اور بھائی کو نصیحت کی کہ مدینہ میں جا کر شریک جہاد ہو جاؤ۔ اس وقت حضور تشریف لے جا چکے تھے۔ انھوں نے کہا جو مجھے سواری دے گا۔ جہاد میں جو کچھ ملے گا، وہ اس کا۔ کعب بن عجرہؓ نے ان کو سواری دی اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملے۔ آپ نے ان کو حضرت خالد رض کے ساتھ اکیدر کے مقابلہ کے لئے بھیجدیا۔ اس میں چھ اونٹ یا اس سے زائد ان کے حصہ میں آئے۔ انھوں نے انکو کعب بن عجرہ رض کے سپرد کر دیا تو انھوں نے انکار کر دیا، اور کہا میں نے تو خدا کے لیے سوار کیا تھا۔

وفد بنی ھلال اس وفد میں زیاد بن عبداللہ رض۔ عبد عوف بن اخرم رض۔ قبیصہ بن مخارق رض تھے زیاد حضرت میمونہ رض کے گھر گئے۔ وہ ان کی خالہ تھیں جب حضور آئے تو دیکھ کر بہت غصہ ہوئے۔ حضرت میمونہ رض نے عرض کیا یہ میرا بھانجہ ہے۔ آپ اٹھ گئے اور پھر مسجد میں تشریف لائے اور ظہر کی نماز ادا کی۔ اس وقت زیاد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے اپنے پاس بٹھایا، اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ بنو ہلال کہتے ہیں اس کے بعد سے اثر برکت اور نوران کے چہرے سے عیاں ہوتا تھا۔

آپ نے عبد بن عوف رض کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھ دیا تھا حضرت قبیصہ بن مخارق نے عرض کیا، ایک دیت کے سلسلہ میں میرے اوپر کچھ قرضہ ہو گیا ہے، آپ اعانت فرمائیے آپ نے فرمایا، زکوٰۃ کا مال آئیگا تو دونگا۔ اور فرمایا، اے قبیصہ تین آدمیوں کے لئے سوال کرنا حلال ہے مقروض کے لئے کہ صلح کرانے کی وجہ سے مقروض ہو گیا ہو۔ فاقہ زدہ اور قوم کا عامل جو فقیر ہو گیا ہو، ان کو بقدر فقر دور ہونے کے سوال کرنا جائز ہے۔ اور آپ نے سوال کی مذمت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

مایزال الرجل یسئل الناس	جو آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے
حتی یاتی یوم القیامۃ لیس	قیامت کے دن وہ آئے گا کہ اس کے
فی وجھہ مضغۃ لحم	چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

وفد عامر بن صعصعہ روایت ہے کہ اس وفد میں اربد بن قیس رض بھی آئے تھے۔ اور عامر بن طفیل ... ار قافلہ تھا۔ اربد سے کہا ہیں تو محمد (صلعم) کو باتوں میں مشغول کر لوں گا تو وار سے حملہ کر دینا۔ عامر نے آکر بات کرنا شروع کی اور کہا۔ اگر میں مسلمان ہو گیا تو مجھے کیا ملیگا، فرمایا جو مسلمانوں کو ملیگا۔ عرض کیا۔ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ مقرر فرما دیجئے۔ فرمایا، یہ امر تجھے اور تیری قوم کو حاصل نہ ہوسکیگا

عرض کیا۔ اچھا تو صحرا کا حاکم مجھے بنا دیجئے۔ اور آپ بستیوں کے حاکم رہے۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوسکیگا البتہ ہیں جہاد میں تجھے چند سواروں پر سردار مقرر کردوں گا۔ عرض کیا، یہ مجھے حاصل ہے اور واپس چلا گیا۔ باہر آکر کہا، اے اربد وہ منصوبہ کیا ہوا۔ اربد نے کہا جب بھی میں تلوار کی طرف دیکھتا تھا تو میرے درمیان آکر حائل ہوجاتا تھا۔ حضور نے اس کے جانے کے بعد اس کے واسطے بد دعا کی کہ آسمان سے ایک بجلی گری۔ اربد تو اسی وقت جل گیا، اور عامر کے گلے پر اثر آیا۔ یہ اپنی بیوی سلولیہ کے یہاں چلا گیا، اور ایک دن گھوڑے پر سوار ہوکر نکل گیا، اس وقت اس کی موت آئی۔

وفد بنی سعد اسی سال ۹ھ میں یہ وفد آیا۔ اور ضمام بن ثعلبہ رضؓ اپنا اونٹ مسجد کے دروازہ پر بٹھا کر حاضر خدمت ہوئے حضور اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے۔ ضمام نے کہا تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟[۱] صحابہؓ نے کہا، یہ مرد سفید جو تکیہ لگائے ہیں۔ ضمام نے چند سوالات کئے[۱] اور مسلمان ہوگئے اور اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کو حکم دیا کہ بتوں کو گرادو۔ انھوں نے ضمام رضؓ کو ڈرایا[۲]۔ ضمام رضؓ نے کہا یہ سب بیکار ہیں۔ غرضکہ شام تک سب قبیلے والے مسلمان ہوگئے۔ انھوں نے مسجد تعمیر کی۔ نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کرنی شروع کردی جو کچھ امر درپیش آتا اس کے بارے میں ضمام سے دریافت کرتے اور ضمام رضؓ سے جواب شافی پاتے[۳]۔

وفد بلوی رویفع بن ثابت بلوی سے مروی ہے کہ ہمارا وفد ربیع الاول ۹ھ میں آیا۔ جب میں نے ان کی آمد کی خبر سنی تو میں ان کے استقبال کے لئے آیا اور مرحبا کہا۔ اور استدعا کی کہ میرے یہاں قیام کیا جائے۔ انھوں نے قبول کرلیا اور

۱؎ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں بروایت حضرت انس رضؓ شیخان کے حوالے سے وفد کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ سوالات ارکان خمسہ کے بارے میں تھے ۲؎ ابن قیم نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ڈرایا کہ مرض جنون اور جذام لگ جائیگا۔ یہ عقیدہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ جہلا ہند کا ۳؎ ابن اسحٰق نے روایت کیا ہے کہ وفود میں سب سے افضل وفد بنی سعد کا تھا۔ لیکن اسی طرح وفد اشعری اور عبد القیس بھی ہے۔

میرے یہاں آئے۔ اور اس کے بعد لباس راہ تبدیل کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت رویفع سے دریافت کیا، یہ لوگ کون ہیں؟ عرض کیا میری قوم کے ہیں اور اسلام کے مقر ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا

من یرد اللہ بہ خیراً — اللہ جس کے لئے بھلائی کا ارادہ

یہدہ للاسلام — کرتا ہے اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔

عرض کیا میں نے ان کو اپنے یہاں ٹھہرالیا ہے۔ فرمایا، اچھا کیا۔ اسی وفد میں ابونصیب ایک بوڑھا تھا حاضر خدمت ہوا، اور عرض کیا، میں نے بت پرستی سے توبہ کرلی ہے اور اسلام قبول کرلیا ہے جو کچھ آپ لائے ہیں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ فرمایا، خدا کا شکر ادا کرو۔ جو آدمی غیر دین اسلام پر مریگا دوزخ میں جائیگا۔ عرض کیا حضور! میرے اندر مہمان نوازی اور ضیافت کی عادت ہے اس پر کوئی اجر و ثواب ہے۔ فرمایا، مسلمان جو نیکی کرتا ہے اس کا ثواب ملے گا خواہ غنی ہو یا فقیر۔ عرض کیا، ضیافت کی مدت کیا ہے؟ فرمایا۔ تین دن[1]، اور اس کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اتنا قیام کرے کہ تو حرج میں مبتلا ہو جائے۔ عرض کیا، گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ فرمایا، وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی۔ اگر تیرا بھائی آئے اور علامت بتائے تو اس کو دیدے۔ ورنہ تو اس سے فائدہ اٹھا۔ عرض کیا، گمشدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا، اس سے کیا مطلب اس کو چھوڑ دے وہ اپنے مالک کے پاس چلا جائے گا۔ عرض کیا، حضور! زمانہ جاہلیت کی غارت گری کا مال میرے پاس ہے اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا، مسلمان ہونے کے بعد جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے اس کا ہے۔ اس کے بعد یہ وفد قیام گاہ پر آیا۔ حضور نے کچھ چھوہارے ان کی ضیافت کے لئے بھیجے۔

وفد تجیب اس وفد میں تیرہ مرد تھے۔ اپنے جانوروں کی زکوٰۃ لائے تھے آپ کو اُن کی آمد سے نہایت خوشی ہوئی۔ اور فرمایا۔ اپنی زکوٰۃ

---

[1] مہمانداری کے تین درجے ہیں۔ واجب، مستحب، صدقہ۔ واجب ایک دن رات کی مہمانداری اور مستحب تین دن کی مہمانداری اور اس سے زیادہ صدقہ۔ اگر میزبان تین دن کے بعد میزبانی کے آداب نہ بجا لائے تو اس پر گناہ نہیں ہے۔ زاد المعاد۔

کو اپنے علاقے کے فقراء پر تقسیم کر دینا۔ عرض کیا ہم اس سے زیادہ لائے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں وفد تجیب کے مثل کوئی وفد نہیں آیا۔ اور بلا شک ہدایت کی کنجی خدا کی عنایت اور مہربانی پر موقوف ہے۔ آدمی جیسا ارادہ کرتا ہے خدا نور ایمان سے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔

روایت ہے کہ اس جماعت نے فرائض، سنن اور قرآن پاک کے بارے میں دریافت کیا حضور کو اس سے اور زیادہ خوشی ہوئی اور ان کا اور زیادہ اکرام کیا اور بلال رضؓ کو امر فرمایا اُن کی خوب مہمانداری کرنا، اور رخصت کے وقت سب وفود سے زیادہ ان کو انعامات دیئے اور دریافت فرمایا کوئی باقی تو نہیں رہا ہے۔ عرض کیا۔ ایک چھوٹا سا آدمی ہے جس کو بغرض حفاظت سامان منزل پر چھوڑ دیا ہے فرمایا جاؤ اس کو بھی بھیجدو۔ جب وہ آیا تو بولا میں اس قافلہ کا ایک چھوٹا ہوں۔ آپ نے فرمایا کوئی ضرورت ہے۔ بولا نہیں۔ آپنے اسکو کچھ دینا چاہا۔ عرض کیا میں اس کے لئے نہیں آیا ہوں۔ آپ تو میرے لئے دعا فرما دیجئے۔ آپ کو اس کی علو ہمت پر خوشی ہوئی اور اس کے لئے دعا کی۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ — اے اللہ اُس کی مغفرت فرما اور اُس پر رحم کر اور اس کے قلب میں غنا بھر دے

سال آئندہ ۱۰ھ میں مقام منیٰ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بولے۔ اس کا عجیب حال ہے اور عجیب قانع ہے۔ اگر دنیا بھی دیدو تو متوجہ نہیں ہوتا۔[۲]

وفد دارم

اس وفد میں دس نفر تھے۔ یہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک گھوڑا، اور زر بفت کی قبا اور ایک مشک شراب لائے تھے۔ حضور نے فرمایا شراب کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ امیر وفد ہانی بن حبیب نے کہا میں اس کو فروخت

---

[۱] غور کیا جائے کہ اسلام نے غربت اور افلاس دور کرنے کے لئے کتنا بہتر طریقہ اختیار کیا ہے یعنی ہر علاقہ اپنی غربت خود دور کرے۔ [۲] اس دعا کو یاد کر کے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اَللّٰھم اغفر لنا وارحمنا واجعل غناءنا فی قلبنا

کئے دیتا ہوں، آپ نے فرمایا۔ اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔ گھوڑا، قبا قبول فرمالی۔ روایت ہے کہ وہ قبا آپ نے عباس رض کو یا ابن عباس رض کو مرحمت فرمادی تھی۔ حضرت عباس نے عرض کیا، میں اس کا کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کا سونا نکال لو اور اپنی عورتوں کا زیور بنالو۔ اور کپڑے کو اپنی ضرورت میں لاؤ۔ حضرت عباس نے ایسا ہی کیا۔ اور اس قبا کو ایک یہودی کو آٹھ ہزار درہم میں فروخت کردیا۔ روایت ہے کہ یہ وفد وصال تک مدینہ منورہ رہا۔ اسی سال ۹ھ میں اور بہت سے وفود آئے جن کی تفصیل سیرت کی مبسوط کتابوں میں ہے [1]

موت ابن ابی بن سلول

اسی سال ۹ھ میں عبداللہ بن ابی بن سلول منافق شوال کے مہینہ میں بیمار رہا، اور ذیقعدہ کے مہینہ میں اسکی موت واقع ہوئی۔ حالت مرض میں اس کا بیٹا عبداللہ جو مخلص مسلمان تھا آپ کو لیکر گیا آپ اس کے گھر گئے اور سرہانے بیٹھ کر فرمایا ہم نے تو پہلے ہی یہودی کی دوستی سے منع کیا تھا [2]۔ ابن سلول نے کہا، حضور اس وقت میرے لئے دعا فرمایئے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے جنازہ میں شریک رہیں اور نماز پڑھائیں...... اور اپنا کرتا آپ مجھے مرحمت فرمادیں تاکہ اس کی برکت سے میری مغفرت ہو جائے۔ اس وقت آپ دو کرتے پہنے ہوئے تھے اوپر والا اتار کردیا، تو ابن سلول نے کہا وہ کرتا مرحمت فرمایئے جو آپ کے جسم سے متصل ہے آپنے وہ مرحمت فرمایا تو حضرت عمر رض نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ حضور! یہ ایسا ایسا ہے؟ آپ اس کے لئے کرتا دیتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ آپ مسکرادیے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے استغفار اور عدم استغفار کے لئے اختیار دیا ہے میں نے استغفار کو اختیار کیا ہے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اسکی مغفرت ہو جائے گی تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کردوں۔ گویا آپنے اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

استغفر لھم اولا تستغفر لھم — آپ ان کے لئے استغفار کریں یا

---

[1] علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں ان سب کو ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ہمارا ترجمہ زاد المعاد۔

[2] صحبت بد اور صحبت مشرکین سے گریز کرنا چاہیے، ہاں دعوت دین حق کے لئے ان سے ملنا یا ربط رکھنا جائز ہے

سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم — نہ کریں ستر مرتبہ اللہ ان کی مغفرت نہ کریگا

روایت ہے کہ جب آپ اس پر نماز جنازہ پڑھ چکے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا تصل علی احد منھم ابدا — آپ کبھی بھی ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

روایت ہے کہ جب ابن سلول کو قبر میں اتارا تو آپ اس کی قبر پر پہونچے اور اس کا سر آغوش میں لیا اور آپ دہن مبارک اس کے منہ میں ڈالا[1]

اس جگہ اشکال وارد ہوتا ہے حضور نے اس منافق کا اسقدر اکرام کیوں کیا، لباس بھی دیا نماز جنازہ بھی پڑھی اور عیادت بھی کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بدر کے دن آپ کے چچا، عباسؓ جب گرفتار ہوگئے تو وہ اتنے طویل القامت تھے کہ کسی کا لباس اُن کے نہ آتا تھا۔ ابن سلول نے اپنا لباس دیا، حضور نے اس احسان کا بدلہ ادا کیا تھا[2]۔ اور دعائے مغفرت اس وجہ سے کی تھی، کہ حدیبیہ میں مشرکین نے ابن سلول سے کہا تھا کہ تو مکہ میں جاکر عمرہ ادا کرسکتا ہے تیرے لئے اجازت ہے۔ ابن سلول نے کہا تھا۔ محمد صلعم ہمارے امیر ہیں میں ان کے بغیر نہ جاؤں گا۔ اور اس کی عیادت اس کے مخلص بیٹے عبداللہ کی خاطر سے کی تھی۔ جاننا چاہئے کہ بیٹے کی نیکی کا اثر باپ کو بھی پہونچتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ کے الطاف کریمانہ دیکھ کر جتنے منافقین تھے انھوں نے توبہ کرلی تھی اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے تھے۔

ان تمام وجوہات کے باوجود ایک اشکال دوسرے طریقہ پر وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ قرآن پاک میں موجود ہے اور آیت تبخیرہ کے ذیل میں ارشاد ہے۔

ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہ — یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول کا
واللہ لایھدی القوم الفسقین — انکار کیا ہے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا

لہٰذا پیغمبر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کافر کے لئے دعاء مغفرت کرے۔ کیونکہ ان کی مغفرت محال ہے۔ ارشاد ہے۔

---

[1] رحمت اور شفقت کا ایسا نمونہ تاریخ عالم میں نہ ملے گا۔ [2] معلوم ہوا کہ احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ نہیں یہی قرآن پاک کی تعلیم ہے۔

وما کان لنبی والذین آمنوا	نبی اور مومنین کے لئے جائز نہیں ہے کہ
ان یستغفروا للمشرکین ولو	وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ
کانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین	رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ یہ ظاہر
لھم انھم اصحاب الجحیم ؕ	ہوچکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

چنانچہ قصہ وفات ابی طالب میں گذر چکا ہے۔ اور اُن کی وفات ہجرت سے قبل ہوچکی تھی۔ آئمہ تفسیر اور حدیث نے اس کا جواب دیا ہے۔ آیات مبارکہ کا یہ جملہ

انھم کفروا باللہ ورسولہٖ	انہوں نے اللہ اور رسول کا کفر کیا ہے

ابن سلول کی وفات کے بعد نازل ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ابن سلول کے بارے میں تو یہ بھی مروی ہے کہ وہ آخر وقت میں پشیمان ہوا تھا۔ اور آپ سے عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ ظاہر و باطن خدا کے اختیار میں ہے وہ جانتا ہے۔ واللہ اعلم

موت شاہ نجاشی

اسی سال ۹ھ میں حاکم حبشہ شاہ نجاشی کی وفات ہوئی۔ جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ آج تمہارے بھائی اصحمہ کا انتقال ہوگیا ہے آؤ اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور آپ مدینہ سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھائی میری جگہ دوسری صف میں تھی۔ آپ نے چار تکبیریں کہیں ؎

اس روایت کی بنا پر امام شافعی، امام احمد فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ جنازہ کہ میت غائب ہو جائز ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے میت کا حاضر ہونا اور سامنے ہونا ضروری ہے۔ وہ بمنزلہ امام ہے جس طرح امام سے تقدم جائز نہیں ہے اسی طرح میت سے تقدم جائز نہیں ہے۔ اور اس واقعہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے حجابات اُٹھا دیئے تھے اور فرشتوں نے نجاشی کی میت کو سامنے لاکر رکھ دیا تھا۔ عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ نجاشی کی میت آگے رکھی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ کتب سیرت

؎ ۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔ اگر زیادہ تکبیریں مروی ہیں تو وہ ۹ھ سے پہلا عمل تھا جو ۹ھ کے عمل سے منسوخ ہوگیا۔

یمن ہے کہ جب آپ تبوک میں تھے تو ایک دن آفتاب نمودار ہوا کہ اس کی روشنی نہیں تھی۔ حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا۔ مدینہ منورہ میں مطویہ بن معاویہ لیثی کا انتقال ہو گیا ہے اور اُس پر ستر ہزار فرشتوں نے نماز پڑھی ہے۔ آپ نے دریافت کیا یہ مرتبہ اس کو کیسے ملا۔ فرمایا۔ وہ قل ہو اللہ احد کا شب و روز ہر حال میں زیادہ ورد رکھتے تھے۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے زمین پر پَر مارا کہ وہ میت سامنے آکر رکھی گئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

فصلی علیہ ثم رجع — آپ نے نماز پڑھی اور پھر واپس ہوئے۔

یہ تاویلات حنفی مسلک کی تائید کرتی ہیں

وفات ام کلثوم اسی سال ۹ھ میں دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام کلثوم کا وصال ہوا جس کی شرح آئندہ کی جائیگی۔

حج ابی بکر صدیق اسی سال ۹ھ میں حضرت ابوبکر رضہ نے حج کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ کو معلوم ہوا کہ مشرکین عادت قدیمہ بر ہی گذارنے کے لئے آئیں گے اور برہنہ طواف کریں گے۔ اس وجہ سے آپ نے اپنا جانا ملتوی کر دیا۔ اور تین سو آدمیوں پر حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو امیر مقرر فرمایا اور ابتدائی آیات سورہ برأت کی ان پر تلاوت کیں۔ بروایت دیگر چالیس شروع کی آیات ان کو پڑھ کر سنائیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔ جابر بن عبداللہ رضہ۔ ابوہریرہ وغیرہ۔ حضرت ابوبکر رضہ کے ہمراہ ہوئے۔ آپ نے بیس اونٹ ھدی کے طور پر ہمراہ کئے۔ حضرت ابوبکر پانچ اونٹ اپنے لے گئے تھے۔ جب وہ مسجد ذوالحلیفہ پہونچے تو احرام باندھا اور قلادہ ڈالا۔ ان کے جانے کے بعد حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور عرض کیا، حق رسالت ادا نہیں ہوا ہے۔ تب آپ نے حضرت علی رضہ کو سورہ برأت کی ابتدائی چالیس آیات دیکر روانہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ مسلمانوں سے جاکر کہو (۱) یہ کہ مومن کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا (۲) کوئی آدمی خانہ کعبہ کا عریاں طواف نہ کرے گا (۳) اس سال کوئی مشرک حج نہ کرے

حضرت علی رضہ ان ہدایات کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام ضمنان یا عرج پر حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا۔ امیر بن کر آئے ہو یا مامور۔ عرض کیا مامور بنکر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضہ نے مکہ پہونچ کر مناسک ادا کئے اور خطبات حج دیئے اور حضرت علی رضہ

کو فرمایا۔ کارِ مفوضہ کو ادا کرو اور امداد کے لئے حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے حضرات کو ساتھ کیا۔ اس کے بعد واپس مدینہ تشریف لائے۔ اور خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا حضور! میرے اندر کیا قصور دیکھا تھا؟ اور یہ بھی روایت ہے کہ درمیان راہ ہی سے واپس ہوکر حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ آپ میرے غار کے صاحب ہیں۔ مگر جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا۔ کارِ رسالت آپ انجام دیں یا جو آپ میں سے ہو۔ اسی وجہ سے حضرت علیؓ کو روانہ کیا تھا

لعان خولہ بنت قیس

اکثر اہل سیر کے نزدیک اسی سال ۹ھ میں عویمر بن حارث عجلانی اور حضرت خولہ بنت قیسؓ کے درمیان لعان واقع ہوا۔

روایت ہے کہ عویمرؓ اپنے چچا زاد بھائی عاصم بن عدیؓ کے پاس آئے اور کہا۔ آپ تلائیے! اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو دیکھے تو کیا کرے؟ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے میرے بارے میں دریافت فرمائیے! وہ گئے اور خاموش رہے۔ حیا کی وجہ سے کچھ دریافت نہ کرسکے... .. ..

.. .. اس کے بعد حضرت عویمرؓ خود ہی گئے اور آپ سے دریافت کیا، آپ نے سکوت اختیار کیا۔ اس کے بعد مکرر حضرت عویمرؓ نے عرض کیا کہ حضور! یہ معاملہ میرے ہی ساتھ ہوا ہے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اور تیری بیوی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ہے

والذین یرمون ازواجہم	جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور بجز انکی
ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ	ذات کے کوئی گواہ نہ ہو تو پس ان کی گواہی چار
احدہم اربع شہادات باللہ	مرتبہ قسم اللہ کی کھا کر گواہی دینا ہے۔

جاؤ! اپنی بیوی کو لیکر آؤ۔ عویمر اپنی بیوی خولہ کو لیکر آئے۔ حضور نے دوسری نماز کے بعد دونوں کو سامنے کیا۔ اور عذاب آخرت سے ڈرایا۔ اس کے بعد وہ کلمات شہادت تلقین فرمائے جو فقہائے امت نے اپنی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں۔ یہ واقعہ صحیحین اور کتب سیر میں ہے لیکن بعض کتابوں میں اور مسلم شریف میں یہ واقعہ او نزول آیت ہلال بن امیہ کے بارے میں ہے۔ لیکن ان دونوں میں جمع ممکن ہے کہ آیت مبارکہ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو

واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات سنہ ۱۰ھ

۱ سریہ خالد بن ولید
۲ وفد بنی طے
۳ وفد خولان
۴ وفد امان
۵ وفد غامد
۶ وفد جریر
۷ وفد نجران
۸ حضرت علیؓ کی یمن کو روانگی
۹ حجۃ الوداع
۱۰ ذی الکلاع
۱۱ وفات ابراہیم رضؓ
۱۲ آمد جبرئیلؑ

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

(حالی)

ترتیب

حجۃ الوداع

حالات سنہ ۱۰ھ

سریہ خالد بن ولید

اسی سال سنہ ۱۰ھ میں آپ نے خالد بن ولید رضؓ کو بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا، اور فرمایا کہ ان لوگوں کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت دینا اگر قبول کریں تو وہاں رہ کر قرآن اور سنت کی تعلیم دینا۔ حضرت خالدؓ وہاں پہونچے اور بموجب ارشاد گرامی عمل کیا۔ وہ مسلمان ہوگئے۔ وہاں رہ کر ان کو احکامات دین سکھائے۔ اور حضور کو حالات تحریر کئے۔ آپ نے جواب دیا، کہ ان لوگوں کی ایک جماعت لیکر یہاں آؤ۔ حضرت خالدرضؓ بنی حارث کی ایک جماعت لیکر حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ اور ان لوگوں نے کہا، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں بھی خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ اور ان میں سے ایک آدمی قیس بن حصینؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔ اور واپس کردیا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد عمرو بن حزم رضؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور واپس کردیا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد عمرو بن حزم رضؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ان ہی کو عامل صدقہ مقرر فرمایا۔

وفد طے اور اسلام عدی

اسی سال سنہ ۱۰ھ میں مختلف اطراف سے وفود آئے۔ ان ہی میں ایک وفد بنی طے کا تھا؟ حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں میں نے اپنی بہن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کیا، اور مدینہ منورہ حاضر ہوگیا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا تو کون ہے؟ اور کیا دین رکھتا ہے میں نے کہا میں عدی بن حاتم ہوں آپ اٹھے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوا۔ راستہ میں ایک بوڑھیا عورت نے آپ کو دیر تک روکے رکھا۔ آپ اس سے بات کرتے رہے۔ اور جو اس کی مراد تھی پوری کی۔ میں نے دل میں کہا یہ اخلاق بادشاہ کے نہیں ہوسکتے، یہ اخلاق تو رسول ہی کے ہوسکتے ہیں۔ اس کے بعد آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور میرے لئے ایک گدا بھیجا اور بیٹھنے کا امر فرمایا۔ میں نے انکار کیا تو اصرار

یہ رسول برحق معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے عدی تجھے اسلام سے کیا چیز مانع ہے؟ خود ہی ارشاد فرمایا، شاید اس وجہ سے کہ مسلمان بہت غریب ہیں قسم خدا کی۔۔۔ تھوڑے دنوں میں ان کے درمیان مال کثیر ہوگا۔ اور شاید اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے دشمن زیادہ ہیں۔ قسم خدا کی تھوڑے دنوں میں ان کے دشمن کم ہوں گے۔ ایک عورت قادسیہ سے چل کر تنہا حج بیت اللہ ادا کرے گی اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ اور فرمایا، شاید اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی حکومت کم ہے، قسم خدا کی تھوڑے دنوں کے بعد ایران اور روم فتح ہو جائیں گے۔

حضرت عدی رضؓ فرماتے ہیں، میری گردن میں ایک سنہری بُت پڑا ہوا تھا، آپ نے اُسکو دیکھکر فرمایا:۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم	انھوں نے اپنے علماء اور فقراء کو خدا
اربابا من دون اللہ	کے سوا رب بنا لیا ہے۔ [1]

روایت ہے کہ دوسری مرتبہ بنی طے کے ۱۳ افراد حاضر خدمت ہوئے۔ ان کا امیر زید بن خیل تھا۔ آپ نے اُن پر اسلام پیش کیا یہ مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی اور زید بن خیل رضؓ کو بارہ اوقیہ مرحمت فرمائے۔ اور بنی طے کی کچھ آراضی ان کے نام لکھ دی۔ اور اُس کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ [2]

وفد خولان

اس وفد میں دس آدمی تھے، اُنھوں نے آکر عرض کیا ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور نہایت دشوار راستہ طے کر کے محض آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں آپنے فرمایا۔ جتنے قدم تمہارے اونٹوں نے رکھے ہیں، ہر ایک کے بدلے نیکی ملے گی اور یہ جو تم نے کہا کہ میری زیارت کو آئے تو، جو میری زیارت کو مدینہ آئے گا۔ قیامت میں میرا ہمسایہ ہوگا۔ انھوں نے فرائض اور احکام دین سیکھے آپ نے ان کو عہد پورا کرنے، ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے اور ظلم

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ شعار کفر کی کوئی چیز استعمال کرنا حلال نہیں ہے۔ مصنف نے یہ واقعات سیرت ابن ہشام سے اخذ کئے ہیں صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۶ [2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۴۲ ج ۲

سے گریز کرنے کی نصیحت فرمائی اور فرمایا۔

ان الظلم ظلمات یوم القیامۃ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے

وفد امان یہ لوگ بنی مدلج سے تھے۔ اس میں پندرہ آدمی تھے۔ مدینہ میں آکر رملہ بنت الحارث میں ٹھہرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو مع صحابہ کے وہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے آپ سے عرض کیا۔ فرمایا میرا روزہ ہے لیکن دیگر صحابہ رضؓ کو امر فرمایا یہ لوگ حضور کے لیے بہت سے تحفے لائے تھے۔ ان میں سے ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام مروالح تھا۔ آپ نے امر فرمایا کہ اس پر سوار ہو کر دیکھا جائے۔ ایک صحابی اس پر سوار ہوئے۔ آپ کو اس کی رفتار پسند آئی۔ گھوڑے والے نے کہا، حضور یہ بہت تیز رفتار ہے لیکن اپنی مرضی سے بھاگتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی اصلاح کی جائے۔ جب تک گھوڑے کی اصلاح ہوئی وہ لوگ یہیں رہے۔ جب وہ ٹھیک ہو گیا تو پھر گھوڑ دوڑ کے لیے لایا گیا۔ وہ سب گھوڑوں سے آگے نکل گیا۔ اس سے آپ کو بہت خوشی ہوئی۔ اور اس کے مالک کو بہت انعام دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس ہو گئے۔

وفد غامد اس وفد میں دس آدمی تھے۔ بقیع غرقد میں ان لوگوں نے قیام کیا اور سب میں کم عمر آدمی (لڑکے) کو سامان کی حفاظت کے لیے وہاں چھوڑا، اور خود حاضر خدمت ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے قافلہ کا کچھ سامان (تھیلہ) چوری ہو گیا ہے۔ عرض کیا ہم ایک آدمی کو چھوڑ آئے تھے۔ فرمایا وہ سو گیا تھا جب یہ لوگ واپس ہوئے تو اس لڑکے نے سب واقعہ بیان کیا، اور کہا جب میں بیدار ہوا اور سامان کو تلاش کیا تو اس کو ایک غار میں پایا۔ تب ان لوگوں نے کہا بیشک وہ رسول برحق ہیں۔ اس کے بعد وہ لڑکا حاضر خدمت ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو امر فرمایا جب تک یہ لوگ مدینہ میں رہیں انکو قرآن پاک سکھاؤ۔

وفد جریر بن عبداللہ حضرت جریر بن عبداللہ رضؓ اپنے قبیلہ کے ڈیڑھ سو آدمی لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے آنے سے پیشتر ہی آپ نے اپنے بڑے صحابے کرام کی آمد کی اطلاع فرما دی تھی۔ یہ جب حاضر ہوئے تو بیعت کی درخواست کی۔ آپ

فرمایا میں تم کو بیعت کرتا ہوں، خدا کی وحدانیت پر اور اپنی رسالت پر۔ اور یہ کہ نماز قائم رکھو گے زکوٰۃ ادا کرو گے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو گے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو گے اور تمہارے اوپر جو امیر مقرر کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اسکی اطاعت کرو گے[1]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ مجھ سے حضور نے ہماری جانب کے قبائل کے بارے میں دریافت فرمایا میں نے عرض کیا وہ مسلمان ہو چکے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور مساجد انھوں نے بنائی ہیں۔ آپ نے ذوالخلصہ (بت) کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا وہ ابھی باقی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو منہدم کرنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا میری خواہش بھی یہی ہے مگر اونٹ کی سواری ہے اور دور کی مسافت ہے۔ اور گھوڑے پر جب چڑھتا ہوں تو وہ مجھے گرا دیتا ہے۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ کہ دو انگلیوں کے اثرات میں نے اپنے سینہ پر محسوس کیے۔ اور آپ نے فرمایا۔

اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا ۔ اے اللہ اسکو ثابت رکھ اور ہادی اور مہدی بنا

اس کے بعد سے میں ہر گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں اور قائم رہتا ہوں۔ وہ میری ران کے نیچے بکری کی طرح معلوم ہوتا ہے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ذوالخلصہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہونچکر اس بُت خانہ کو گرا دیا اور اس میں آگ لگا دی۔ اور حضور کو اطلاع کر دی۔ اس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ اس بُت خانہ کا تمام مال اور اسباب، حضور کی خدمت اقدس میں پہنچا دیا۔

وفد نجران اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو مکتوب لکھا۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی تھی انھوں نے مشورہ کرکے دو آدمیوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا، کہ جاکر تحقیق کریں اور آکر خبر دیں۔ بنی کندہ کا ایک آدمی کہ اس کا نام عبدالمسیح تھا اور لقب عاقب تھا۔ دوسرے کا نام ایہم اور سید لقب تھا جو بڑا عقلمند تھا

---

[1] غور کیا جائے کہ اسلام کا دور انتظام امارت پر قائم ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے خالی نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ زندگی میں اسی وقت حسن اور امن پیدا ہو سکتا ہے کہ اطاعت امیر بھی ہو اس کے لئے یہ ارشاد ملاحظہ کیا جائے۔ عزیز الرحمٰن

تیسرا آدمی ربیعۃ الحارث تھا جو ان کے درس و تدریس کا کام کرتا تھا۔ یہ لوگ ریشمین حلے پہنے ہوئے تھے انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔ حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ انھوں نے مشرق کی طرف کو منہ کرکے نماز پڑھنا شروع کی۔ آپ نے صحابہ سے فرمادیا انکو رہنے دو جس طرح بھی اپنی نماز پڑھیں اس کے بعد پھر حاضر ہوئے سلام کیا آپ نے التفات نہ فرمایا یہ لوگ مسجد سے باہر آگئے، اور اس مجلس میں آئے جہاں حضرت عثمان رض، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت علی رض تھے اور آکر سب نے حالات بیان کئے حضرت علی رض نے فرمایا تم لوگ ریشمین لباس اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے اور راہبوں کی سی وضع بنائے ہو۔ یہ لباس تبدیل کرکے جاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ پہلی وضع میں شیطان تمہارے ساتھ آرہا تھا، ان کو اسلام کی دعوت دی گئی انھوں نے انکار کردیا۔ اور نامناسب سوالات کرنے شروع کردیئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰ کون تھے۔ آپ نے سکوت فرمایا، اور جواب دیا، اس کا جواب کل دیا جائے گا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئی۔

مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم	عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے انکو
خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون	مٹی سے پیدا کیا، پھر فرمایا ہو جا وہ ہو گئے۔

جب آپ نے ان آیات کو پڑھا تو انھوں نے اس پر اقرار کیا۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا، تو انکار کردیا۔ آپ نے فرمایا، اچھا مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا ہمیں مشورہ کے لئے مہلت درکار ہے۔ یہ مہلت لیکر قیام گاہ پر آئے تو ان میں ابوالحارث جو ہوشیار تھا۔ اس نے کہا بخدا کہتا ہوں کہ وہ رسول ہیں اور ہرگز مباہلہ نہ کرنا ورنہ قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ صبح ہوتے ہی حضور اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے سامنے دونوں بچے حسن و حسین تھے اور پیچھے علی رض اور فاطمہ رض تھے اور آمین آمین کہتے جاتے تھے۔ نصرانیوں نے

ا؎ اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب معصیت کو جب وہ معصیت میں مبتلا ہو نہ اسکو سلام کرنا چاہئے نہ اس کے سلام کا جواب دینا چاہئے۔ زاد المعاد، ۲ صفحہ۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ سورہ آل عمران کا بیشتر حصہ کا نزول ۹ھ میں یا ۱۰ھ میں ہوا ہے

امیر سے کہا بخدا یہ چہرے وہ ہیں کہ اگر دعا کریں تو پہاڑ بھی ٹل جائے اور مباہلہ سے انکار کر دیا۔ اور دو ہزار حلّوں سالانہ پر صلح کر لی کہ ایک ہزار صفر کے مہینہ میں، اور ایک ہزار رجب کے مہینہ میں دیا کریں گے۔ ان میں کا ہر ایک حلہ چالیس درہم کا ہوتا تھا اور کہا آپ کا جو قاصد ہمارے یہاں آئیگا اس کی مہمانی ہمارے ذمہ ہے۔ اور روایت ہے کہ تیس گھوڑے اور تیس اونٹ بھی دینے کا وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا، اگر مسلمانوں کو کوئی حادثہ پیش آجائے اس وقت تمہیں تیس تیس عدد یہ اشیاء بطور عاریت دینا ہوں گی۔ اس پر صلح ہوگئی اور صلحنامہ لکھا گیا، اور اس پر صحابہ نے گواہی کی۔

روایت ہے کہ اہل نجران نے کہا۔ ایک آدمی جو امین ہو ہمارے ساتھ کر دیجیے جو ہمارے درمیان امن و آشتی قائم رکھے۔ آپ نے فرمایا۔ کل آؤ تو میں تم کو ایک قوی امین آدمی دوں گا۔ دوسرے دن ظہر کے وقت یہ لوگ آئے۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ رض کو ان کے ساتھ کیا۔ کچھ عرصہ بعد ان میں کا ایک آدمی جس کا لقب سید تھا آیا اور مسلمان ہوگیا۔ وہ صلحنامہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ تک بدستور رہا۔ حضرت عمر رض کے زمانہ میں اس میں قدرے ترمیم ہوئی۔ اور پھر دیگر خلفاء کے زمانہ میں بھی اس میں ترمیم ہوئی۔

حضرت علیؑ کی یمن کو روانگی

روایت ہے کہ اسی سال ۱۰ھ میں حاکم یمن باذان کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے اس کی مملکت کو تقسیم کر دیا۔ بعض حصہ تو اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دیا اور کچھ عامر بن شہر کو دیا۔ ایک حصہ ابو موسیٰ اشعری رض کو مرحمت فرمایا اور ایک حصہ معاذ بن جبل رض کو دیا۔ اور ایک حصہ یعلی بن اُمیہ کو دیا۔

اسی سال ۱۰ھ میں آپ نے حضرت علی رض کے سر پر دستار باندھی، اور حاکم یمن مقرر فرمایا کہ جاؤ وہاں فیصلے کرنا۔ عرض کیا میں جوان ہوں۔ قضایا سے واقف نہیں ہوں آپ نے دعا کی۔

اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ — اللہ اسکی زبان کو ثابت رکھ اور قلب کو ہدایت دے

اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کام کے لئے ہدایت دیگا۔ اگر تیرے پاس کوئی معاملہ آئے تو مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی سنکر فیصلہ دینا۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے کسی قضیہ میں کوئی شک نہیں ہوا۔ اور بالآخر اتنا ماہر ہوگیا کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ واقضاھم علی

روایت ہے کہ آپ نے خمس وصول کرنے کے لئے حضرت خالد رض کو بھیجا تھا ان کے بعد

حضرت علی رضؓ کو حضرت بریدہ کہتے ہیں میں اس لشکر میں تھا لیکن حضرت علی رضؓ سے دشمنی رکھتا تھا جب وہ خمس حضرت خالد سے لیا گیا تو اس میں ایک کنیز بھی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے رات کو اس سے صحبت کی۔ اور جب صبح کو غسل کیا تو غسل میں اس کنیز کے بال ظاہر ہوئے۔ تو میں نے حضرت خالد سے کہا۔ انھوں نے کہا، علی! یہ کیا ہے؟ یہ خمس کا مال ہے اور حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو فرمایا۔ علی کا حصہ اس کنیز سے زیادہ ہے۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں، مجھے اس سے غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا۔ علیؓ کو دوست رکھ۔ جو علی کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں اس کے بعد سے علی میرے نزدیک محبوب ہو گئے۔

حضرت براء بن عازب رضؓ کہتے ہیں میں اس لشکر میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھا۔ جب ہم اہل یمن کے نزدیک ہوئے حضرت علی ہم کو نماز پڑھایا کرتے۔ انھوں نے لشکر کو صف بستہ کیا اور حضور کا مکتوب ان کو پڑھ کر سنایا۔ تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ جب اس کی اطلاع حضور کو دی گئی تو آپ کو بہت خوشی ہوئی۔ اور سجدہ میں گر پڑے۔ جب سر اٹھایا تو یہ فرمایا۔ السلام علی ھمدان

حضرت ابو سعید رضؓ فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے حضور کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جو ابھی مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔ آپ نے اس کو چار صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ یعنی عینیہ بن حصن فزاری اقرع بن حابسؓ۔ زید الخیل رضؓ۔ علقمہ عامری رضؓ۔ صحابہ میں سے ایک نے کہا اس کا تو میں زیادہ حقدار تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی بلند قامت کا جس کی آنکھیں اندر کو تھیں لمبا لباس پہنے تھا اٹھا اور کہا۔ یا رسول اللہ! آپ کو عدالت کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا خدا سے ڈر! حضرت خالد رضؓ نے عرض کیا، حضور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں؟ فرمایا نہیں۔ شاید کہ نماز پڑھتا ہو عرض کیا، بہت سے نماز پڑھنے والے ہیں کہ دل انکے ایمان سے خالی ہیں فرمایا۔ میں ان کے دل کی تفتیش کا مکلف نہیں ہوں۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں جب وہ آدمی باہر آ گیا تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اس آدمی کی نسل سے وہ آدمی ہوں گے جو قرآن پاک بلند آواز سے پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نہ اترے گا۔ یہ لوگ اسلام سے ایسے نکلے ہیں جیسے تیر کمان سے جدا ہوتا ہے۔

محمد بن سعد وغیرہ اہل سیر نے فرمایا ہے۔ آپ نے حضرت علی رضؓ کو دو مرتبہ یمن بھیجا تھا ایک

مرتبہ سنہ ۱۰ھ میں۔ اور دوسری مرتبہ کی تاریخ کا ذکر نہیں ہے۔ روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ یمن ہی میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا اور حضرت علی رضؓ نے آپ سے مکہ آکر ملاقات کی تھی اُس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اسی میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

خذوا عنی مناسککم فانی	مجھ سے مناسک سیکھ لو۔ میں اس
لا احج بعد عامی ھذا	سال کے بعد حج نہ کرونگا۔

حجۃ الوداع

روایت ہے کہ آپ نے قبائل عرب کو خبر بھیجدی کہ میں اس سال حج کا مصمم ارادہ رکھتا ہوں جو کوئی حج کرنا چاہے وہ روانہ ہوکر ہم سے آکر ملے۔ لہذا مدینہ منورہ میں بے شمار آدمی جمع ہوگئے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بوجہ چیچک کی بیماری کے آپ کے ساتھ نہ ہو سکے تھے۔ آپ نے اُن کے بارے میں ارشاد فرمایا

ان عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ[1]	رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہوتا ہے۔

حج کے لئے روانگی

۲۵ ذیقعدہ شنبہ کے دن آپ نے غسل کیا اور سر میں کنگھی کی تیل لگایا اور خوشبو لگائی۔ سلے ہوئے کپڑے پہنے اور گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں جاکر چار رکعت ظہر کی ادا کیں۔ اور شجرہ کے راستے سے کہ جس میں ذوالحلیفہ واقع ہوتا ہے روانہ ہوئے کہ یہی راستہ مختصر ہے۔ ذوالحلیفہ میں پہونچکر عصر کی نماز قصر ادا کی۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں آپ نے تمام راستہ نماز قصر ادا کی۔ حالانکہ اُس وقت کوئی خوف نہ تھا۔[2]
اسی جگہ آپ نے ھدی کے جانوروں کے قلاوہ ڈالا اور شعار[3] لگایا، اور ناجیہ بن جندب رضؓ

---

[1] یہ ارشاد آپ نے ام معقل رضؓ کے لئے فرمایا تھا جو آپ کے ساتھ حج میں شریک نہ ہوسکیں تھی۔ علامہ ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ عمرہ رمضان میں افضل نہیں ہے لیکن حنفیہ کا مسلک وہی ہے جو حدیث ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ زاد المعاد [2] یہ قول حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہے اس میں تردید ہے کہ قصر کے لئے مسافت شرط ہے خوف نہیں [3] یعنی شعار کرنا (باقی ص ۱۷۱ پر)

کے سپرد کیا۔ انھوں نے عرض کیا۔ اگر کوئی اونٹ ہلاک ہو جائے تو کیا کروں؟ فرمایا اس کو ذبح کر کے اسکا خون اس کے قلادہ اور کوہان کو لگا دینا۔ کوئی آدمی تمہارے ساتھیوں میں سے اس کا گوشت نہ کھائے[1]۔ اور اگر تم چلنے سے عاجز ہو جاؤ تو ھدی کے جانور پر سوار ہو سکتے ہو[2]۔ یہ کہہ کر روانہ فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضہ اور ازواج مطہرات آپ کے ساتھ تھیں ظہر کی نماز کے بعد آپ نے احرام باندھا اور اس وقت کوئی نیت افراد یا قرآن کی نہ تھی۔ راستہ میں حضرت جبرئیل آئے اور وہ قارن تھے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والا آیا اور نماز پڑھی اور کہا۔ کہو عمرۃ فی حجۃ[3] اور فرمایا جس کا جی چاہے احرام عمرہ اور حج کا باندھے اور جس کا جی چاہے تنہا عمرہ کا احرام باندھے[4]

روایت ہے کہ آپ کے ہمراہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور بروایت دیگر ایک لاکھ بیس ہزار کا مجمع تھا۔

آپ نے اس طور سے تلبیہ فرمایا۔ لبیک اللّٰھم لبیک، لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لاشریک لک۔ اور ایک روایت میں ہے لبیک الٰہ الحق۔ حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا اپنے صحابہ رض سے فرمایئے کہ وہ تلبیہ بآواز بلند کہیں۔

سامان کا اونٹ

روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس رض زوجہ حضرت ابوبکر رض کے اسی راستہ میں بچہ ہوا۔ اس کا نام بن ابی بکر رکھا گیا۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رض روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے مدینہ میں حضور سے عرض کیا۔ ہم نے ایک اونٹ پر زاد راہ لادا ہے، آپ بھی اس پر لاد دیجئے۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنا غلام اس پر سوار کر دیا ایک رات وہ غلام اونٹ سے نیچے اتر آیا اور سو گیا۔ وہ اونٹ مع سامان کے فرار ہو گیا۔ غلام اس کو تلاش کرتا ہوا مقام عرج پر پہونچا وہاں حضور قیام پذیر تھے اور اونٹ کے گم ہونے کی خبر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے غلام کو تادیباً مارنا شروع کیا۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا

(صفحہ ۱۷۰ کا باقی حاشیہ) صاحبین فرماتے ہیں، قلادہ باندھنا افضل ہے شعار مکروہ ہے۔ ملاحظ فرمایئے ہدایہ

[1] بلکہ اس جانور کا گوشت فقراء کے لئے حلال ہے [2] بلا ضرورت ھدی کے جانور پر سوار ہونا جائز نہیں ہے [3] اس سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے یہی حنفیہ کا مسلک ہے [4] تاکہ بعد میں حج کا احرام باندھ کر حج تمتع ادا کیا جائے جو قران کے بعد درجہ رکھتا ہے۔ ہدایہ

اس محرم کو دیکھو کیا کرتا ہے۔ ۱؎

قبیلہ بنی اسلم کو جب معلوم ہوا کہ آپ کے سامان کا اونٹ گم ہوگیا ہے تو ایک برتن میں چھوہارے اور دوسرے میں روغن بھر کر لائے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضؓ کو بلایا اور فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے غذائے طیب فراہم فرمائی ہے آپ غلام کو مارتے تھے اور فرمایا۔ ابوبکر! اپنے لئے آسانی اختیار کرو۔ ۲؎ اس کے بعد سے اس کھانے میں سے آپ اور حضرت ابوبکر رضؓ اور اُن کے متعلقین سب سیر ہو کر کھاتے تھے۔

روایت ہے صفوان بن معطل سلمیؓ جو لشکر کے مقدمہ پر تھے حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا۔ کیا آپ کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے؟ فرمایا ایک اونٹ سامان کا۔ انھوں نے جواب دیا۔ وہ اونٹ سامنے ٹہلتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضؓ اٹھے اور سامان کو دیکھا تو سب موجود تھا۔ صرف ایک پیالہ نہیں تھا غلام نے کہا وہ پیالہ میرے پاس ہے حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا، شکر خدا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری امانت ادا کردی۔

روایت ہے کہ اسی جگہ سعد بن عبادہ رضؓ اور ان کا لڑکا حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کیا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے سامان کا اونٹ گم ہوگیا ہے۔ ہمارے پاس دو اونٹ ہیں۔ ان میں سے ایک آپ قبول فرمالیجئے۔ آپ نے فرمایا، خدا کا شکر ہے کہ وہ اونٹ مل گیا ہے۔ سعد بن عبادہ رضؓ نے عرض کیا پھر بھی قبول فرمالیجئے فرمایا، اللہ تعالیٰ برکت دے ہم تو جس دن سے مدینہ آئے ہیں آپ ہی کے مہمان ہیں۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا، خدا اور اس کے رسول کا ہم پر احسان ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ مال ہے، اس میں سے جو آپ قبول فرمالیں وہ ہمیں زیادہ محبوب ہے اس سے کہ جو ہمارے پاس رہ جائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو اچھا اخلاق دیا ہے۔ اور اخلاق اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے عطا فرمائیں۔

حضرت سعد رضؓ کے بیٹے نے کہا، حضور! ہمارا قبیلہ زمانہ جاہلیت میں بھی تمام قبائل کا پیشوا

۱؎ محدثین نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ محرم اگر تادیباً کسی کو مارے تو نص قرآنی کے خلاف نہیں ہے۔ زاد المعاد

۲؎ اس میں اشارہ ہے کہ دوسرے پر سختی کرنا نتیجتاً اپنے اوپر سختی کرنا ہے

تھا۔ ارشاد فرمایا:۔

الناس معدن معدن الذهب	انسان چاندی سونے کی کان کی طرح ہے انکا
والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ	زمانہ جاہلیت کا شریف اسلام میں بھی شریف
خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا[1]	ہوگا، بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو۔

چند واقعات سفر راستہ میں ایک جگہ آپ نے پچھنے بھی لگوائے۔ اور مقام "ابوا" یا "ودان" میں صعب بن جثامہ رضؓ۔ گورخر کا گوشت بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ جب وہ رنجیدہ ہوئے تو فرمایا۔ ہم محرم ہیں اسوجہ سے قبول نہیں کیا۔[2]

روایت ہے کہ منزل "روحا" میں پہونچنے کے بعد۔ ایک جماعت حاضر ہوئی۔ ان سے دریافت کیا تم کون ہو؟ بولے مسلمان ہیں۔ اور انھوں نے دریافت کیا، آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں رسول خدا ہوں۔ اس جماعت میں ایک عورت بھی، اس نے آگے بڑھ کر اپنی گود کا بچہ پیش کیا۔ اور دریافت کیا، کیا اس کا بھی حج ہے۔ فرمایا ہاں۔ مگر تیرے لئے اس کا اجر ہے۔[3]

مقام "سرف" میں پہونچ کر حضرت عائشہ رضؓ کو حیض آگیا۔ وہ عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھیں آپ نے فرمایا، عمرہ کا احرام کھول دو، اور سر میں کنگھی کرو، اور حج کا احرام باندھو۔ اور طواف کے علاوہ دوسرے افعال حج ادا کرو۔ اسی جگہ آپ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ اپنے حج پر باقی رہے۔ بعض کے پاس ہدی نہ تھی اس لئے بعض عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض حج ہی کے احرام پر باقی رہے۔

جب آپ مقام بطحا میں داخل ہوئے تو حضرت ابو موسیٰ آکر ملے اور عرض کیا۔ میں نے اسی

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ نسبی شرافت کے جوہر ضائع نہیں ہوتے وہ کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو جاتے ہیں اور رنگ لاتے ہیں۔

[2] کیونکہ محرم کے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے اور صعب نے شکار خود کیا تھا تفصیل مرقاۃ ص ۳۰۹ ج ۵ [3] گود کے بچہ کا احرام اس کی طرف سے اسکی ماں یا جسکی گود میں ہو باندھنا چاہئے۔ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نابالغ کی نفلی عبادت کا ثواب والدین کو ملتا ہے کہ ایسا کرنے سے ان کا قران ادا ہو اس میں حنفیہ کے لئے دلیل موجود ہے

احرام کی نیت کی جو آپ کا احرام ہے لیکن میرے پاس ھدی کا جانور نہیں ہے۔ فرمایا تم اپنے دوستوں کی طرح کرو۔

طواف کعبہ شب یکشنبہ، چار ذی الحجہ کو آپ نے ذی طوی میں نزول فرمایا۔ اور صبح کی نماز پڑھ کر مکہ میں اعلیٰ (بلند) جانب سے داخل ہوئے۔ اور طواف کعبہ کیا اور بوقت طواف چادر کو بغل میں لیا، اور حجر اسود کا استلام کیا اور طواف کیا۔ اور سات چکّر لگائے۔ اول کے تین طواف میں تیزی سے چلے اور آخری چار طواف میں سکون کے ساتھ چلے۔ ہر طواف میں استلام حجر اسود کیا، اور رکن یمانی کو چھوا اور اس وقت دُعا کی۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و	اے ہمارے رب ہمارے لئے دنیا میں بھی
فی الآخرۃ حسنۃ وقنا	بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی
عذاب النار	بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب نار سے بچا

آپ نے ارشاد فرمایا رکن یمانی پر ستر فرشتے متعین ہیں جو آدمی یہ دُعا کرتا ہے۔

اللّٰھم انی اسئلك العفوَ	اے اللہ ہم آپ سے عفو اور عافیت دنیا
والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ	اور آخرت میں مانگتے ہیں۔ ہمارے
وربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و	رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت
فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار[1]	میں بھی اور عذاب نار سے بچا

تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔

طواف پورا کرنے کے بعد آپ مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

واتخذوا من مقام ابراہیم	مقام ابراہیم کو نماز کی
مصلّٰی	جگہ بناؤ۔

یہاں آپ نے دو رکعت ادا کئے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یاایھا الکافرون اور دوسری میں فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ پڑھا۔ اور اس کے بعد پھر حجر اسود کے پاس آئے

---

[1] رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضؓ

اور اس کا استلام کیا، اور پھر کوہ صفا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر قبلہ کی طرف کو منہ کیا، اور تلبیہ پڑھا۔ اور دعا کی اور مروہ پر بھی اسی طرح کیا۔ اور سعی سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا۔ جو لوگ ھدی کا جانور نہ لائے ہوں وہ حلال ہو جائیں اور ترویہ کے دن[1] حج کا احرام باندھیں اور جو جانور لائے ہیں وہ اپنے احرام پر باقی رہیں۔ اور اگر میں ھدی کے جانور نہ لاتا تو ایسا ہی کرتا۔ حضرت سراقہ بن مالک کھڑے ہوئے اور عرض کیا، کیا ایسا حکم اسی سال ہے فرمایا نہیں بلکہ

دخلت العمرة فی الحج — قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں

الی یوم القیامة[2] — داخل ہو گیا۔

اس سے کفار کے عقیدے کی تردید مقصود تھی، ان کا کہنا تھا کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا بدترین گناہ ہے۔ اور جمہور علماء نے کہا ہے۔ یہ لوگوں کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا تھا۔ ورنہ افضل وہی عمل ہے جو حضور نے کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض۔ حضرت طلحہ رض۔ حضرت زبیر اور بہت سے دوسرے صحابہ اپنے احرام پر باقی رہے[3]۔ حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کے پاس ھدی کے جانور نہ تھے۔ اس وجہ سے وہ حلال ہو گئیں بجز حضرت عائشہ رض کے۔ اسی جگہ حضرت علی رض یمن سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ حضور کے لئے کچھ جانور ھدی کے لائے۔ آپ نے فرمایا تم نے کیسا احرام باندھا ہے؟ عرض کیا۔ میں نے آپ کے احرام کی نیت کی ہے۔ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کو دیکھا کہ رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اس پر انھوں نے تردید کی۔ حضرت فاطمہ رض نے عرض کیا میں نے حضور کی اجازت سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے تصدیق فرمائی۔

وقوف عرفات روز یکشنبہ، دوشنبہ اور شب پنجشنبہ کو توقف فرمایا۔ پنجشنبہ ۸ ذی الحجہ کو منیٰ کے لئے امر فرمایا کہ جو احرام نہ باندھے ہوں وہ احرام باندھ لیں۔ اور مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوئے منیٰ میں پہنچ کر آپ نے ظہر، عصر اور رات کی نمازیں

---

[1] مراد ۸ ذی الحجہ ہے[2] رواہ اصحاب السنن عن جابر رض [3] اس لئے کہ یہ حضرات ھدی کے جانور لائے تھے۔ اس میں حنفیہ کے دلیل ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ نے حج قران ادا کیا ہے۔ فتح الملہم ص ۲۲۹ ج ۳

پڑھیں۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز پڑھ کر عرفات کی روانہ ہوئے یہاں نمرہ کے پاس آپ کا ڈیرہ گاڑ دیا گیا تھا۔ وہاں قیام فرمایا اور جب آدھا دن ہو گیا تو فرمایا۔ اونٹنی پر کجاوہ باندھا جائے۔ پھر آپ اس پر سوار ہوئے اور بطن وادی میں تشریف لائے۔ اور خطبہ بلیغہ ارشاد فرمایا

تمہاری جانیں، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں
تمہارے لئے ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ آج کا دن
یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے [۱]

اس مختصر عبارت میں امور مذکورہ کی حرمت پر بہترین طور پر دلالت ہے۔ اس کے بعد فرمایا:۔

امور جاہلیت اور مراسم جاہلیت پر میں نے قدم رکھ دیا ہے جو خون جاہلیت میں ہو چکے ہیں اور اس کا انتقام لینا باطل ہے۔ سب سے پہلا مطالبہ ربیعۃ الحارث کے بیٹے کا ہے میں اس کو معاف کرتا ہوں[۲]۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے سود کو ختم کرتا ہوں۔ چنانچہ اس معاملہ میں عباس بن مطلب کا سود معاف ہے۔

تم لوگ عورتوں کے بارے میں ڈرو! وہ تمہارے نکاح میں خدا کے عہد کی بنا پر آئی ہیں۔ اور ان کے لئے بھی لازم ہے کہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ چڑھنے دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو تم ان کو ایسا مارو کہ اس کا نشان ان کے جسم پر نہ آئے[۳]۔ تمہارے اوپر ان کا نان و نفقہ ہے

---

[۱] رواہ مسلم [۲] یہ نام مسلم نے روایت کیا ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ ربیعہ کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور جن کو قبیلہ ہذیل نے قتل کیا تھا۔ ان کا نام حارثہ بن حارث بن عبد المطلب یا ایاس یا آدم یا تمام بن حارث بن عبد المطلب ہے فتح الملہم ج۳ ص۲۸ [۳] اس جگہ بستر پر آنے سے مراد زنا نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو ضرب شدید واجب ہے بلکہ نزول حجاب سے قبل عرب کی عادت تھی کہ وہ دوسرے کے گھروں میں داخل ہو کر باتیں کرتے

اور میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی سنت کو چھوڑے
جاتا ہوں، تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اگر تم سے قیامت میں سوال
ہو اکہ میں نے تمہارے درمیان کس طرح زندگی گذاری
ہے تو کیا جواب دو گے عرض کیا، آپ نے حق تبلیغ اور رسالت
ادا کر دیا ہے۔ اس وقت آپ نے آسمان کی طرف انگشت
مبارک اٹھائی اور فرمایا۔ اے اللہ گواہ رہ۔ اور مسلمانو!
تین چیزوں کو ضرور اختیار کئے رکھنا۔ اخلاص عمل، مسلمانوں
کے لئے خیر خواہی اور جماعت مسلمین کے ساتھ شرکت لہ

آپ ابھی عرفات ہی میں تھے کہ ام الفضل رضہ نے دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے سب لوگوں کے سامنے پیا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ روزے سے نہیں ہیں جب خطبہ پورا ہو چکا تو آپ نے حضرت بلال رضہ کو اذان کا امر فرمایا، اور پھر اقامت کہی گئی اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر اقامت کہی گئی تو عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد اونٹ پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور رو بقبلہ ہو کر دعا میں مشغول ہوئے ثابت ہے کہ بہترین دعا دعائے عرفہ ہے۔ اور فرمایا، کوئی دن، اللہ کے نزدیک عرفہ کے دن کے علاوہ افضل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دن فرشتوں کے سامنے فخریہ فرماتا ہے۔ جو کچھ اس جماعت کا مقصود ہے ہم نے اس کو پورا کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، شیطان عرفہ کے دن بہت ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اسی دن آیت مبارکہ

الیوم اکملت لکم دینکم — آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

نازل ہوئی۔

آپ عرفات میں اس وقت تک رہے کہ سورج بالکل نیچے چلا گیا۔ اس کے بعد اسامہ بن زید رضہ کو اپنا ردیف بنایا، اور روانہ ہوئے اور اونٹ کی مہار اس قدر کھینچی کہ اس کا کوہان کے قریب آگیا۔ ایک گھاٹی میں آکر آپ نے نقض وضو کیا اور خفیف سا وضو کیا۔ اور فرمایا نماز

باقی حاشیہ صفحہ ۱۷۶: عورتوں سے بات چیت کر لیا کرتے تھے اسی کی طرف اشارہ ہے فتح الملہم ص ۲ لہ علماء حضرات غور فرمائیں

پڑھنے کی جگہ آگے ہے۔ اور مزدلفہ میں آئے اور مغرب اور عشار کی نمازیں۔ ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیں۔ اور رات مزدلفہ ہی میں گذاری۔ جب صبح ہو گئی تو نماز صبح کو غلس میں ادا کیا اور مشعر حرام آئے۔ اور قبلہ رو ہو کر دعا میں مشغول ہوئے۔ اور اس وقت تک توقف کیا کہ خوب دن روشن ہو گیا۔

روایت ہے کہ عرفہ کے آخری وقت میں اور شب عید میں آپ نے اُمت کے لئے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہی حکم ہوا، ہم نے ظالموں کے علاوہ سب کی مغفرت کر دی۔ ظالموں کو اُس وقت بخشا جائیگا۔ جب ان سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا۔ عرض کیا، الٰہی مظلوم کو اپنے فضل سے بہشت عطا فرما کہ وہ ظالم سے راضی ہو جائے۔ ہر چند آپ نے التجا کی مگر قبول نہ ہوئی۔ جب صبح ہوئی پھر دعا میں مشغول ہوئے۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور قبولیت دعا کی خوشخبری سنائی۔ آپ خوش ہوئے اور مسکرا دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور حضرت عمر رضہ موجود تھے۔ عرض کیا ہمارے ماں باپ قربان مسکرانے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا۔ دشمن خدا ابلیس کو میری دعا کے قبول نہ ہونے کا خیال تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی ہے اور اُمت کی مغفرت فرمائی ہے۔ اس وجہ سے وہ سر پر خاک ڈالتا ہے۔ اس کی اس پریشانی سے مجھے ہنسی آئی۔

منیٰ میں آمد

روایت ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل آپ مشعر حرام سے روانہ ہوئے۔ اور فضل بن عباس رضہ کو ردیف بنایا۔ وہ بہت کم عمر اور حسین وجمیل تھے۔ قبیلہ خشم کی ایک نوجوان عورت ان کو تک رہی تھی اور وہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ نے ان کی گردن کو دوسری طرف کر دیا۔ اس عورت نے آپ سے دریافت کیا۔ میرا بوڑھا باپ ہے۔ وہ حج نہیں کر سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا۔ کر سکتی ہو۔ اس کے بعد آپ جب بطن محسر سے گذرے تو سواری کو تیز کر دیا۔ اور جمرہ کبریٰ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت ابن عباس رضہ نے سات باریک کنکریاں پیش کیں۔ آپ نے رمی فرمائی اور تلبیہ کہنا بند فرما دیا اُس وقت حضرت بلال رضہ اور حضرت اسامہ رضہ موجود تھے۔ ایک سواری کو پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی آپ نے خطبہ بلیغہ ارشاد فرمایا۔ حرمت اموال اور اعراض جیسی عرفات میں بیان فرمائی تھی ویسی ہی یہاں بھی بیان فرمائی

اور فرمایا۔ امیر کا حکم اس وقت تک مانتے رہو۔ جب تک وہ کتاب اللہ پر قائم رہے اور مناسک حج کو یاد رکھو! شاید کہ میں آئندہ حج نہ کرسکوں گا۔ اور لوگوں کو خروج دجال اور اس کی علامات اور اس کے شمائل تبلائے اور فرمایا، آج زمانہ اپنی اصلیت پر لوٹ آیا ہے[1]۔ یاد رکھو سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ چار مہینے حرام ہیں۔ ان میں سے تین مہینے مسلسل ہیں۔ ذوقعدہ۔ ذوالحجہ محرم اور ایک علیحدہ ہے یعنی رجب کہ درمیان جمادی اور شعبان کے ہے۔ اور فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تم سے دریافت کرے گا۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔

الا ھل بلغت کیا میں نے تبلیغ کی ہے؟

لوگوں نے کہا بیشک آپ نے تبلیغ کی ہے۔ اُس وقت حاضرین بہت تھے۔ آپ نے فرمایا۔ حاضر غائب کو پہونچا دے۔ اس کے بعد آپ نے قربانی کی۔ وہ اونٹ جو آپ لائے تھے۔ اور جو حضرت علی رض یمن سے لائے تھے کہ سب سو ہوتے تھے جن میں سے ۶۳ کو آپ نے ذبح کیا (یہی آپ کی عمر شریف تھی) اور بقیہ ۳۷ کو حضرت علی رض نے ذبح کیا۔ اس کے بعد آپ نے سر کے بال منڈا دیئے۔ نصف بال حضرت ابوطلحہ رض اور نصف دیگر اپنی ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ کو مرحمت فرمائے۔ حضرت خالد رض نے عرض کیا۔ حضور! پیشانی کے بال مجھے مرحمت فرما دیجئے۔ آپ نے عطا فرما دیئے۔ حضرت خالد رض نے ان کو ڈبہ میں رکھ لیا اور جب وہ دشمن پر حملہ کیا کرتے تھے تو ان کو سامنے رکھ لیتے اور ان کی برکت سے مظفر اور منصور ہوتے۔

اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی اور دو بکریاں بھی ذبح فرمائیں حضرات صحابہ رض میں سے بعض نے بال منڈوائے اور بعض نے بال کٹوائے۔ آپ نے منڈانے والوں کے لئے تین بار اور بال کٹوانے والوں کے لئے یکبار دعا کی جیسا کہ حدیبیہ میں کی تھی اور آپ نے تمام جانوروں میں سے تھوڑا تھوڑا گوشت لیا اور پکایا اور حضرت علی رض کو کھانے میں شریک کیا، کیونکہ وہ جانوروں میں شریک تھے۔ آپ نے فرمایا، قربانیوں

---

[1] قریش مکہ نے لوند کا حساب لگا کر مہینوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا تھا اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ انما النسیٔ زیادۃ فی الکفر۔ الآیۃ۔ مرقاۃ ص ۳۶۵ ج ۲

کی کھال، گوشت۔ رسی، قصاب کو اُجرت میں نہ دی جائے بلکہ اُجرت علیحدہ سے دی جائے حضرت عائشہ رضؓ نے اس وقت آپ کے کپڑوں کو خوشبو لگائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تمام عرفہ موقف ہے۔ الابطن عرنہ اور تمام مزدلفہ موقف ہے۔ الابطن محسر اور تمام منیٰ اور مکہ کے تمام گلی کوچہ منحر ہیں (یعنی قربانی کی جگہ)

طواف صدر منیٰ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور مکہ تشریف لائے اور طواف صدر کیا چاہ زمزم پر تشریف لائے اور فرمایا اے بنی عبد المطلب پانی نکالو! اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر پانی نکالنے میں غلبہ کریں گے تو میں خود نکالتا۔ بہرحال آپ نے آب زمزم نوش فرمایا۔ اسی وقت حضرت عائشہ حیض سے پاک ہوئیں۔ اور طواف کیا۔ اسی وقت آپ سے لوگوں نے سوال کیا، کہ اگر کوئی ذبح سے قبل سر منڈالے۔ ذبح رمی سے قبل کرلے۔ اور طواف افاضہ رمی سے قبل کرلے۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے اس کے بعد شنبہ۔ شب یکشنبہ۔ اور یکشنبہ اور شب دوشنبہ اور شب سہ شنبہ کو منیٰ ہی میں اقامت فرمائی۔ اور فرمایا یہ تین دن ایام منیٰ اور تشریق کے دن ہیں۔ تینوں دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کی۔ یوم یکشنبہ کہ اس کو یوم الروس کہتے ہیں۔ اور روز دوشنبہ کہ جسکو یوم اکارع کہتے ہیں، کو آپ نے خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں وصیت فرمائی، اور ذوی الارحام کے ساتھ حسن سلوک کا امر فرمایا۔ شب چہارشنبہ کو آپ نے محصب میں قیام فرمایا۔ اور فرمایا لوگوں سے کہہ دو کہ مکہ سے باہر نہ جائیں۔ جب تک کہ طواف کعبہ نہ کرلیں۔ چہارشنبہ کی صبح ہوتے ہی آپ مکہ کی نیچے کی جانب سے داخل ہوئے اور طواف رخصت کیا۔ اور دس روز مکہ میں قیام فرمایا۔ اور نماز قصر ادا کی اور سلام کے بعد فرمایا:۔

اتموا صلوتکم یا اھل مکۃ	مکہ والوں تم اپنی نماز پوری کرلو ہم
فانا قوم سفر [1]	مسافر ہیں۔

واپسی جب مکہ مکرمہ سے واپس ہوئے تو غدیر خم کہ جحفہ کے آس پاس ہے قیام فرمایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد صحابہ کی طرف منہ کرکے فرمایا

---

[1] یہ حدیث حنفیہ کا مستدل ہے کہ پندرہ دن سے کم قیام پر قصر کرنا واجب ہے۔

الست اولیٰ بالمومنین من انفسھم — کیا میں مومنین کے نزدیک ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں۔

عرض کیا بیشک۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑے جاتا ہوں قرآن پاک اور اہل بیت، ان کے حقوق کی رعایت رکھنا۔ یہ دونوں چیزیں تم سے جدا نہ ہونا چاہئیں۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔

من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ اللھم والی من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ[1] — میں جس کا دوست ہوں علی رضؓ اس کے دوست ہیں۔ اے اللہ جو علی رضؓ کو دوست رکھے تو اسکو دوست رکھ۔ جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ جو اسکو رسوا کرے تو اسکو رسوا کر اور جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔

اکابر صحابہ اور حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ علی رضؓ! آج سے آپ مومنین کے مولا ہو گئے ہو۔

روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں واپسی پر ایک شب آپ نے ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور معرس کے راستہ سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اور مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ آئبون تائبون، عابدون، ساجدون، لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ

ذی الکلاع

اسی سال سنہ ھ میں آپ نے حضرت جریر بن عبداللہ کو ذی الکلاع کی طرف روانہ فرمایا۔ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ ملوک

---

[1] جمع الفوائد مناقب حضرت علی رضؓ

طائف کے خاندان سے تھا۔ حضرت جریر رضؓ واپس نہ ہوئے تھے کہ حضور کا وصال ہوگیا۔ اور ذو الکلاع حضرت عمر رضؓ کی خلافت تک کافر رہا۔ اور ان کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ آیا۔ اور مع اٹھارہ ہزار غلاموں کے مسلمان ہوگیا۔ اور ان میں سے چار ہزار کو فوراً ہی آزاد کردیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا، اے ذو الکلاع بقیہ غلاموں کو ہمیں فروخت کردو۔ عرض کیا ذرا غور کرلوں اور قیام گاہ پر آکر سب کو آزاد کردیا صبح کو حضرت عمر رضؓ نے دریافت کیا۔ کیا رائے ہے۔ عرض کیا، سب کو خدا کے لئے آزاد کردیا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے آفرین فرمائی۔ اس کے بعد ذو الکلاع نے عرض کیا۔ امیر المومنین مجھ سے بڑا گناہ سرزد ہوا ہے کہ ہزاروں آدمیوں سے سجدہ کراتا تھا۔ میں اس سے ڈرتا ہوں، فرمایا خدا تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے۔

وفاتِ ابراہیم رضؓ اسی سال ۱۰ھ میں صاحبزادہ محترم حضرت ابراہیم رضؓ کی وفات ہوئی۔ اُسی دن آفتاب گرہن ہوا۔ لوگوں نے کہا صاحبزادہ کی موت کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ یہ سنکر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خدا کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا "آفتاب و ماہتاب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، کسی کے مرنے، پیدا ہونے سے اُن کا تعلق نہیں ہے جب ایسا ہو تو صدقہ خیرات اور اعتاق کی طرف مشغول ہونا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم رضؓ کی وفات کا تفصیلی بیان اپنے موقع پر آئے گا۔

آمدِ جبرئیل اسی سال حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت میں آئے کہ نہایت سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور بال نہایت سیاہ تھے اور بہت خوشبو آتی تھی۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا کہ مسافر ہونے کے باوجود آثار سفر بالکل ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ (یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان میں موجود ہے اور مشہور ہے)[1] تین دن کے بعد آپ نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا معلوم ہے انھوں نے کیا دریافت کیا تھا، عرض کیا خدا اور رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا، تمہاری تعلیم کیلئے آئے تھے۔

لہ یہ حدیث، تمام کتابوں میں کتاب الایمان میں ذکر کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

حالات ۱۱ھ اور وفات سرورِ عالم

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا
کیا برطرف پردہ چشم جہاں سے جگایا زمانہ کو خوابِ گراں سے
زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آوازِ حق

(حالی)

ترتیب

حالات سنہ ۱۱ھ
اور
وفات سرورِ عالم علیہ السّلام

ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپس ہو کر آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ اور یہ ناسازی مزاج۔ مرض الوفات کے سوا تھی۔ یہ خبر اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ بعض کو دعویٰ نبوت پیدا ہوا جیسے مسیلمہ بن ثمامہ اور طلیحہ بن خویلد اسدی اور اسود بن کعب، اور ایک عورت سجاح بنت الحارث

مسیلمہ کذاب مسیلمہ کو یمامہ کا رحمٰن کہا جاتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میرے اوپر رحمٰن کی جانب سے وحی آتی ہے۔ اس کے قصہ کی شرح یہ ہے کہ وہ سنہ ۹ھ میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا تھا۔ ....

جب اس کی قوم خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور مسلمان ہو گئی تو وہ حاضر نہ ہوا بلکہ اپنی قیامگاہ ہی پر رہا، اور کہلا بھیجا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد میرے سپرد حکومت فرمائیں تو ان کی اتباع کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر تو مجھ سے کھجور کی یہ شاخ بھی طلب کرے گا تو نہ دوں گا۔ اور یاد رکھ تیری تقدیر میں جو لکھا ہے وہ ہو گا اگر میرے بعد باقی رہا تو خداوند عالم تجھ کو ہلاک کرے گا۔

یہ بھی روایت ہے کہ مسیلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا اور وہ استدعا بھی کی تھی لیکن قبول نہ ہوئی اور وہ اپنے وطن جا کر مرتد ہو گیا اور دعویٰ نبوت کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو قاصدوں کو مکتوب دیکر روانہ کیا۔ اس میں تھا۔

مسیلمہ رسول خدا کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی طرف - امابعد، آدھا ملک میرا ہے اور آدھا قریش
کا، لیکن قریش ظلم کرتے ہیں۔

جب وہ قاصد پہونچے توان سے دریافت کیا، کیا تم ہماری رسالت پر اعتقاد رکھتے ہو۔ بولے ہاں، فرمایا مسیلمہ کے بارے میں کیا اعتقاد ہے؟ بولے نبوت میں وہ آپ کے شریک ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو تم کو قتل کرادیتا، اور مسیلمہ کے خط کا جواب لکھا:۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام معلوم
ہو کہ تمام زمین خدا کی ہے۔ خدا جس کو چاہے عطا کرے
انجام کار پرہیزگاروں کے حق میں ہے۔ اہل یمامہ کو خدا
ہلاک کرے گا۔

روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب کو اپنے کفر پر اصرار ہوا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہاں سے رخصت ہونے کے بعد اُس کے پیرو سو ہزار تک پہونچ گئے تھے۔ وہ لوگوں کو دھوکہ آمیز کلمات سے دھوکہ دیتا اور خوارق عجیبہ کہ معجزات کے برعکس ہوتے لوگوں کو دکھلاتا سحر اور شعبدہ بازی سے کام لیتا تھا۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اول آدمی کہ جس نے تنگ منہ کے شیشہ (بوتل) میں بیضہ اتارا مسیلمہ کذاب تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دو بازو تراشیدہ پرندوں کو ملا دیتا تھا۔ اور دعوی کرتا تھا کہ جنگلی ہرن اس کو اپنا دودھ، دوہا جاتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک عورت اس کے پاس دعا کیلئے آئی کہ خدا ہمارے باغ کے کنویں میں پانی پیدا کردے۔ بولا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے؟ اس عورت نے کہا وہ تو وضو کرکے وضو کا پانی کنویں میں گرادیتے تھے۔ مسیلمہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ تو کنواں بالکل خشک ہوگیا۔ ایک کنویں میں مسیلمہ نے اپنا آب دہن ڈالا تو اس کا پانی شور ہوگیا۔ ایک آدمی یک چشم تھا اُس نے اپنی آنکھ پر ہاتھ پھروایا تو اس کی دونوں آنکھیں ہی ختم ہوگئیں

القصہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے بیس ہزار کا لشکر دیکر حضرت خالد بن ولید رض کو روانہ کیا۔ مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ نہایت عظیم جنگ ہوئی۔ دس ہزار کا فرمارے

گئے اور ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اور شروع شروع میں لشکر اسلام کو کمزوری ہوئی ہوئی اور مسیلمہ کذاب کا لشکر خالد بن ولید رضؓ کے ڈیرہ تک آگیا لیکن انجام کار اسلام ہی کو بلندی حاصل ہوئی۔ ثابت بن قیس رضؓ۔ زید بن الخطاب رضؓ۔ براء بن مالک رضؓ نے بے مثال قسم کی جرارت دکھلائی کہ لشکر کفار کے پیر اکھڑ گئے۔ مسیلمہ بھاگ کھڑا ہوا، اس کے تعاقب میں حضرت وحشی رضؓ چلے اور نہایت تاک کر نیزہ مارا اور اس مردود کا خاتمہ کر دیا۔

روایت ہے کہ حضرت وحشی رضؓ فرماتے ہیں کہ حالت کفر میں، میں نے بہترین انسان حضرت حمزہ کو شہید کیا اور حالت اسلام میں بدترین انسان مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ مسیلمہ کذاب کی قوم کی ایک عورت نے کہا۔

وا امیر المومنیناہ قتلہ	ہائے امیر المومنین اس کو حبشی غلام
العبد الاسود	نے قتل کیا

فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضؓ مسیلمہ کی قوم کے ایک گروہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں لائے۔ .. .. حضرت صدیق اکبر رضؓ نے ان سے دریافت کیا۔ مسیلمہ تم کو کونسا کلام سناتا تھا۔ بولے لہ

یا ضفدع نقی نقی الی کم تنقین لا الشراب
تشربین ولا الماء تکدرین ولا الطین
تغادقین ولا العذوبۃ تمنعین لنا نصف
الارض ولقریش نصف ولکن قریش قوم
یعتدون۔

لہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بہت بڑا فتنہ تھا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فتنہ ردت میں وہ کام کیا جو ایک نبی اولوالعزم کرتا ہے۔ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲ ہمارے بعض اکابر نے خلافت ابی بکر صدیق رضؓ کو تکملہ نبوت قرار دیا ہے۔ تفصیلی حالات اسی کتاب کی جلد ثانی سیرت اصحاب النبی میں مذکور ہوں گے۔ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

اور کہا۔ اس کے پاس ایک دفعہ سورۂ ذاریات کے ابتدائی حصّہ کو پڑھا گیا تو اس نے اس کے جواب میں پڑھا:۔

والزادرات زرعاً فالحاصرات حصراً فالذاریات
قمحا والطاحنات طحناً فالخابزات خبزاً
فالثاردات ثردا فاللاقمات لقماً اھالۃ و
سمناً ولقد فضلتم علی اھل الوبر وما سبقکم
اھل المدر۔

حضرت ابوبکر کو ان بیہودہ کلمات سے تعجب ہوا۔ اور فرمایا تم کو اس قسم کی باتوں سے اس نے گمراہ کیا تھا

سجاح مسیلمہ کی بیوی

سجاح نامی بنی تغلب کی عورت نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا۔ ایک بڑی جماعت اس کے بھی گرد ہو گئی تھی۔ مسیلمہ کا علاقہ اور اس کا علاقہ ایک ہی تھا۔ مسیلمہ کو ڈر ہوا کہ اگر سجاح سے تعرض کیا تو اسکی قوم غالب آجائے گی۔ اس خطرہ سے شادی کا پیغام دے دیا۔ سجاح نے قبول کرلیا۔ اور جب نکاح ہوا تو مہر میں عشا اور صبح کی نمازیں معاف کردی گئیں۔ روایت ہے کہ سجاح حضرت معاویہ رض کے دور خلافت تک رہی اور بعد میں مسلمان ہوگئی اور پھر مخلص مسلمان رہی۔

اسود بن کعب

اُس کو ذوالخمار بھی کہتے ہیں۔۔۔۔۔ ذوالخمار تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے شیطان کا نام ذوالخمار تھا اور یہ بھی ہے کہ ایک دن اس نے اپنے چہرہ پر شراب گرالی تھی۔ اور ذوالحمار اس وجہ سے کہتے ہیں وہ کہا کرتا تھا مجھ پر جو وحی لے کر آتا ہے وہ حمار پر سوار ہوتا ہے۔ اس نے لوگوں کو شعبدے دکھلائے۔ اس کے دو شیطان تھے ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا نام شقیق تھا۔

جب عامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ باذان کا انتقال ہوا (وہ صنعا پر عامل تھے) تو اسود نے اپنے گروہ کے ساتھ خروج کیا۔ اور صنعا پر قبضہ کرلیا۔ اور زوجہ باذان مرزبانہ کو قبضہ میں کرلیا۔ حضرت فروہ رض جو قبیلہ مراد پر عامل مقرر تھے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکتوب لکھا۔ حضرت معاذ بن جبل رض (جو علاقہ یمن پر مقرر تھے) حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کے پاس

پہونچے۔ (یہ علاقہ مآرب پر مقرر تھے) اور حالات سے خبردار کیا۔ دونوں نے اتفاق کیا اور حضرموت (صنعاء اس کا ایک شہر ہے) پہونچے۔ جب حضور کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں کو لکھا۔ کہ جس طرح ممکن ہو اسود کا شر دفع کرنا چاہیے حضرت ابوموسی اشعری رضہ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ دونوں نے مل کر، مرزبانہ سے کہا۔ تو اس کے ساتھ کس طرح زندگی گذارتی ہے۔ حالانکہ وہ تیرے باپ اور شوہر کا قاتل ہے۔ اس نے کہا یہ اسود بدترین مخلوق ہے۔ خدا اس سے نجات دلائے۔ چنانچہ فیروز دیلمی اور داذویہ نامی دو آدمی تیار ہوئے اور مرزبانہ نے ان سے کہا فلاں شب تم مکان میں نقب کر کے داخل ہو جانا اور اسود کو قتل کر دینا۔ مرزبانہ نے اسود کو خوب شراب پلائی جب وہ بیہوش ہو گیا تو وہ دونوں نقب کے ذریعہ مکان میں داخل ہوئے اور اسود کو قتل کر دیا۔ بوقت قتل اسود نے نہایت ہیبتناک آواز نکالی کہ چوکیدار بیدار ہو کر دروازہ پر آئے۔ مرزبانہ نے کہا، تمہارے نبی پر وحی نازل ہوئی ہے۔ اس وجہ سے یہ وقت تمہارے آنے کا نہیں ہے۔ جب صبح صادق ہوئی تو موذن نے اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد، ان عبہلۃ کذاب۔ جب عمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو انہوں نے دربار رسالت کو اطلاع دی لیکن یہ خبر آپ کے وصال کے پچاس روز بعد مدینہ منورہ پہنچی تھی۔ وصال سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

وہ اہل بیت مبارک ہیں جنھوں نے اسود
کو قتل کیا ہے۔ دریافت کیا وہ کون ہیں؟
فرمایا فیروز اور فاز فیروز۔ فیروز کامیاب ہوا

اکثر محدثین اور اہل سیر کا اسی روایت پر اتفاق ہے اور بعض محدثین نے روایات کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے عکرمہ بن ابی جہل کے تحت ایک لشکر بھیجا تھا۔ قبل اس کے یہ لشکر وہاں جاتا۔ زیاد بن لبید عامل یمن نے شب خون مار کر اسود کو قتل کر دیا تھا۔ صبح ہوتے ہی شدید جنگ ہوئی اور کافروں کو شکست ہوئی

طلیحہ بن خویلد

بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طلیحہ نے خروج کیا اور اسکو بہت عروج ہوا۔ عیینہ بن حصن فزاری نے بھی زکوۃ دینے

سے انکار کر دیا۔ طلحہ بن خویلد نے دعویٰ کیا کہ اس پر جبرئیل آتے ہیں۔ ایک دن اس نے اپنی قوم سے کہا، "گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور جندیل چلو کہ پانی سے سیراب ہو جاؤ گے"۔ قوم نے جندیل چلنے کے بعد ایسا ہی پایا۔ تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضؓ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ اُن کے ساتھ اس علاقہ کے مسلمان بھی شریک ہو گئے جو طلحہ کے فتنہ میں مبتلا ہوئے تھے۔ طلحہ کے ساتھ عینیہ بن حصن فزاری کا قبیلہ بھی شریک تھا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو طلحہ ایک طرف کو چادر اوڑھ کر بیٹھ گیا کہ اس پر وحی آرہی ہے عینیہ نے دریافت کیا۔ وحی آئی ہے، بولا ابھی کچھ نہیں تیسری دفعہ جواب دیا "ان لک رحی کرحاۂ وحد یثا لا تنباہ"، یہ سُنکر عینیہ بن حصن نے اپنے قبیلہ سے کہا یہ جھوٹا ہے۔ اور مع اپنے قبیلے کے بھاگ گیا۔ طلحہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ شام بھاگ گیا۔ اور پھر مسلمان ہو گیا۔ اور اخلاص کے ساتھ رہا۔ بالآخر ایک جنگ میں شہید ہوا۔ (یعنی جنگ قادسیہ میں)

امارت حضرت اُسامہ

۲۶ صفر ۱۱ھ روز دوشنبہ کو آپ نے روم کی جانب لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے دن اسامہ بن زیدؓ کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے تم کو لشکر پر امیر مقرر کیا۔ جاؤ۔ اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف اور وہاں جہاد کرو۔ اور اللہ تعالیٰ جب تمھیں وہاں کامیابی دے۔ تو کچھ وقت قیام کرنا اور جاسوسوں کو اُدھر روانہ کرو۔ اور ۲۸ صفر ۱۱ھ کو آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود آپنے جھنڈا بنایا اور فرمایا:۔

اغز بسم اللہ وفی سبیل اللہ	اللہ کا نام لیکر غزوہ اللہ کی راہ میں کرو
وقاتل من کفر باللہ	اور کافروں کو قتل کرو۔

جھنڈا لیکر حضرت اسامہ بن زید رضؓ رخصت ہوئے اور بریدہ بن حصیب کو دیا، تاکہ لشکر گاہ میں لے جائیں اور مقام "جرف"، میں پڑاؤ کیا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان رضؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ، حضرت ابو عبیدہ رضؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت سلمہ بن اسلم رضؓ وغیرہ حضرات مامور تھے۔ اس وجہ سے کہ حضرت اسامہ اس لشکر کے امیر تھے۔ یہ بات بعض لوگوں کو گراں ہوئی، اور طعن کے طور پر کہا کہ اس غلام کو جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ نے امیر بنا دیا ہے" یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہونچی۔ آپ کو غصہ آگیا اور بخار شدید اور سر کے درد کے باوجود سر میں پٹی باندھ کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر پہونچے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

تمہارے بعض لوگوں کا یہ قول مجھ تک پہونچا ہے کہ میں نے اسامہ رضؓ کو امیر بنا دیا ہے۔ اگر طعن کے طور پر کہا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کے اوپر بھی غزوۂ موتہ کے موقع پر بھی طعن کیا گیا تھا بخدا وہ بھی امارت کے قابل تھے اور اس کا بیٹا بھی اس منصب کے لائق ہے۔ زید بھی مجھے محبوب تھا اور اُس کا بیٹا بھی مجھے محبوب ہے

اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور گھر تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول روز شنبہ کا ہے۔ حضرت اسامہ رضؓ رخصت ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور رخصت ہو کر لشکر گاہ میں آئے۔ حضور پر مرض کا دباؤ اور بڑھ گیا۔ فرمایا اسامہ رضؓ کا لشکر روانہ کرو۔ یکشنبہ (اتوار) کے دن اور بھی طبیعت ناساز ہوگئی۔ حضرت اسامہ رضؓ رخصت ہونے کے لئے پھر آئے۔ صبح دوشنبہ (پیر) کو کچھ افاقہ ہوا۔ اور حضرت اسامہ رضؓ کو رخصت کیا اور ارشاد فرمایا

اغز علی برکۃ اللہ — اللہ کی برکت پر غزوہ کرو۔

مقام جرف میں آکر لوگوں کو حضرت اسامہ رضؓ نے کوچ کا حکم دیا، کہ اتنے ہی میں حضرت ام ایمن رضؓ نے ان کے پاس کسی کو بھیجا کہ حضور حالت نزع میں ہیں۔ حضرت اسامہ رضؓ اور اکابر صحابہ رضؓ جو باہر تھے وہ واپس لوٹے اور حضرت بریدہ نے بھی وہ جھنڈا لاکر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر گاڑ دیا۔ جب حضور کے دفن سے فراغت ہوگئی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ منتخب ہو گئے تو بریدہ بن حصیب رضؓ کو امر فرمایا کہ وہ جھنڈا اسامہ رضؓ کے دروازہ کے سامنے جاکر گاڑ دو! اور جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اُس کو کوچ کر دینا چاہیے۔ پس حضرت اسامہ رضؓ باہر آئے اور مقام جرف میں پہونچے اور پڑاؤ کیا،

تاکہ لوگ جمع ہو جائیں۔

اسی اثنا میں مدینہ منورہ میں خبر آئی کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور حضرت اسامہؓ کا جانا موقوف کرنا چاہیے۔ اندیشہ ہے کہ کہیں دشمن مدینہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اسامہؓ کے لشکر بھیجنے کے بعد میں درندوں کا لقمہ بن جاؤں گا۔ تب بھی میں خلاف فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہ کروں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت اسامہ رضؓ سے درخواست کی مناسب ہے کہ آپ حضرت عمر رضؓ کو میرے پاس رہنے کی اجازت مرحمت فرما دیجئے۔ پس اسامہ رضؓ کی اجازت سے حضرت عمرؓ اس لشکر میں نہ جا سکے۔ ربیع الآخر کے مہینہ میں حضرت اسامہؓ نے فتح پائی اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا، بہت زیادہ مال غنیمت لیکر واپس مدینہ منورہ ہوئے۔

وفات سرور عالم صلعم

اشارات بر وفات صحیح سند سے ثابت ہے کہ "سورۂ اذا جاء" ایام منیٰ میں آپ پر نازل ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، حضرت جبرئیل نے مجھے آکر خبر دی ہے۔ "والآخرة خیر لك من الاولی"، یعنی آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے[1] روایت ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آخرت میں آپ نے زیادہ اجتہاد (کوشش محنت) کرنی شروع کی اور اکثر اوقات

سبحانك اللھم وبحمدك اللھم اغفرلی

انك انت التواب الرحیم ۵

پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ رضؓ نے دریافت کیا۔ حضور آپ اکثر اوقات یہ پڑھا کرتے ہیں فرمایا مجھے عالم بقا کی طرف طلب فرمایا ہے۔ اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ،

---

[1] اکلیل علی مدارک ص۲۴۵ ج ۷

بخشے جا چکے ہیں، فرمایا۔

موت کی آمد، قبر کی تنگی اور اس کی ظلمت
اور قیامت کے حالات کہاں ہیں؟

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں، سورہ اذا جاء، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خدا کی طرف سے بلاوا ہے۔ ؎۱

ایک ماہ پہلے

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میرے محبوب، میرے رسول وفات سے ایک ماہ پہلے اپنے وصال سے خبردار ہو گئے تھے۔ آپ نے خواص صحابہؓ کو حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ میں طلب فرمایا۔ جب آپ پر ہماری نظریں پڑیں رو دیئے۔ اور یہ رونا ہم لوگوں کی جدائی اور ہم پر شفقت کی وجہ سے تھا۔ اور فرمایا۔

مرحبا بکم رحیکم اللہ وجمع کم اللہ و
رحمکم اللہ وحفظکم اللہ، جبرکم اللہ ر
نصرکم اللہ ورفعکم اللہ وقبلکم اللہ وھدا
کم اللہ داواکم اللہ وسلمکم اللہ

میں تم کو تقویٰ اور خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں، تم کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ میں نذیر مبین ہوں، تم کو تکبر ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو امر فرمایا ہے۔

وتلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علواً
فی الارض ولافساداً والعاقبۃ للمتقین ؎۲ اور

؎۱ اسی وجہ سے اس کا نام سورۂ تودیع بھی ہے۔ اکلیل علی مدارک صفحہ ۲۴۵ ؎۲ یہ دار آخرت ہم انھیں کو دیں گے جو زمین میں نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ فساد مچاتے ہیں اور انجام کار متقیوں کے لئے ہے

ارشاد فرمایا: ۔ الیس فی جھنم مثویً للمتکبرین[1]

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلعم) کیا آپ کو بھی موت آئیگی ؟ فرمایا۔ جدائی کا وقت قریب ہے اور خدا کے پاس جانے کی مدت کم ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ، جنۃ الماوی۔ رفیق اعلیٰ۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا ۔ فرمایا۔ میرے اہل بیت کے مرد جو مجھ سے قریب ہیں ہم نے عرض کیا۔ آپ کو ہم کس کپڑے میں کفنائیں ؟ فرمایا، جو لباس میں پہنے ہوئے ہوں۔ اگر چاہو تو مصری کپڑے یا یمنی حلّہ، یا سفید کپڑے میں۔ ہم نے عرض کیا۔ کیا آپ پر نماز پڑھیں ؟ یہ کہکر ہمارے اوپر گریہ طاری ہو گیا حضور بھی روئے اور فرمایا صبر کرو ! خدا تم کو تمہارے پیغمبر کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھ کو کفن میں لپیٹ کر میری قبر کے کنارے رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے ہٹ جانا سب سے پہلے مجھ پر جبرئیل نماز پڑھیں گے، پھر میکائیل پھر اسرافیل، پھر ملک الموت تمام فرشتوں کے گروہ کے ساتھ۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا

اول من تصلی علیّ ربی ۔ سب سے پہلے میرا رب مجھ پر رحمت نازل کریگا

اور پھر جبرئیل اسی ترتیب کے ساتھ۔ پھر تم لوگ فوج در فوج۔ یاد رکھو ! نوحہ اور فریاد کر کے مجھ کو اذیت نہ دینا۔ اور نماز کی ابتدا مجھ پر میرے اہل بیت کریں۔ پھر اہل بیت کی عورتیں اور تمام اصحاب۔ اور میرا سلام اُن لوگوں تک پہونچا دینا جو غائب ہیں۔ اور جو بھی میرے دین کی پیروی کرے اور میری سنت کی اتباع کرے، قیامت تک میرا سلام اُن پر ہو۔

روزے کہ تو سلام باشد مارا ۔ فلک آنروز غلام باشد مارا

از تو نکنم توقع برسیدن ۔ اندیشہ تو تمام باشد مارا

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ کو قبر میں کون اتارے فرمایا۔ میرے اہل بیت تمام فرشتوں کے ساتھ۔ تم دیکھو گے کہ جگہ نہ ہوگی۔

گورستان بقیع میں جانا

آخر ماہ صفر ۱۱ھ میں آپ کو امر خداوندی ہوا کہ گورستان بقیع میں جا کر اُن کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ حضرت عائشہ رضی

---

[1] دوزخ متکبرین کا ٹھکانا ہے۔

روایت کرتی ہیں۔ ایک شب آپ نے خواب کے کپڑے اتارے اور لباس پہنا، اور باہر تشریف لائے۔ میں بھی آپ کے پیچھے گئی اور آپ سے پہلے آ گئی۔ آپ دیر تک گورستان بقیع میں رہے۔ واپسی پر میں نے صبح تک آپ سے کچھ نہ کہا۔ صبح کو عرض کیا یا رسول اللہ (صلعم) رات کو کہاں تشریف لے گئے تھے، فرمایا، مجھے بقیع جانے کا امر ہوا تھا تاکہ اُن کے لئے طلب مغفرت کروں۔ اور حضرت عائشہ رض کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ بقیع جانے کے بعد آپ نے یہ دعا پڑھی۔

السلام علیکم دار قوم مومنین انتم
لنا فرط وانا بکم لاحقون اللھم لا
تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم
اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ ایک شب لباس پہنکر آپ بقیع تشریف لے گئے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا مجھے اہل بقیع کی مغفرت کے لئے دعا کا امر ہوا ہے۔ حضرت ابو رافع۔ اور بروایت دیگر ابو موہیبہ اور بروایت دیگر دونوں جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کہتے ہیں آپ بقیع آئے اور بہت دیر دعا کرتے رہے کہ ہم کو یہ تمنا ہونے لگی کاش کہ ہم بھی اس گورستان والے ہوتے" آپ نے ہم سے فرمایا اور آپ کا رُخ یمن کی طرف کو تھا ابو موہیبہ مجھ پر دنیا کے خزانے پیش ہوئے۔ اور مجھے اختیار دیا گیا۔ اس کے بعد بہشت کو میرے سامنے رکھا گیا میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو اختیار کیا۔ میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ قربان، دنیا کے خزانوں کو بھی اور آخرت اور لقائے پروردگار ہر دو کو اختیار فرمائیے ارشاد فرمایا میں نے لقائے پروردگار اور بہشت کو اختیار کیا ہے۔ جب یہاں سے واپس ہوئے تو بیمار ہو گئے۔

احد تشریف لیجانا

عطار بن لیسار روایت کرتے ہیں کہ ایک شب آپ بقیع تشریف لے گئے اور اہل گورستان کے لئے استغفار کی۔ اور وہاں سے آ کر استراحت فرمائی۔ میں نے عرض کیا شہدائے احد کے لئے بھی دعا فرمائیے۔ آپ احد تشریف لے گئے۔ اور

وہاں اُن کے لئے استغفار کی۔ اور وہاں ہی سے آپ کو درد سر ہو گیا تھا۔ وہاں سے آپ سر کو پٹی باندھے ہوئے واپس ہوئے [1]

عقبہ بن عامر جہنی کہتے ہیں۔ واقعۂ احد کے آٹھ سال بعد آپ نے وہاں جا کر ان کے لئے دعا کی۔ اور ان سے اس طرح جدا ہوئے جس طرح زندوں ۔۔ ۔۔ سے رخصت ہو رہے ہوں۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:۔

انی بینکم ایدیکم فرط و	میں تمہارے درمیان فرط ہوں۔ اور
انا علیکم شھید وان	میں تمہارے اوپر گواہ ہوں۔ اور تمہارے
موعدکم الحوض وانی	وعدہ کی جگہ حوض ہے میں اس کو اس جگہ
لانظر الیہ وفی مقامی ھذا	سے دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہارے بارے میں
وانی لست اخشی علیکم	شرک کا خوف نہیں کرتا ہوں۔ البتہ تمہارے
ان تشرکوا ولکن اخشی	بارے میں دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس
علیکم الدنیا ان تنافسوا	میں ایک دوسرے پر بڑھ جانے کی کوشش
فیھا۔	کرو گے (یا جھگڑو گے)

ابتدائے مرض

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ مرض کی ابتدا آپ کو حضرت میمونہ کے یہاں سے ہوئی۔ وہاں ہی سے آپ میرے یہاں آئے۔ میرے سر میں بھی درد تھا۔ آپ نے فرمایا، کیا حال ہے؟ کیا مجھ سے پہلے دنیا سے جانا ہے؟ کیا میں تجھ پر نماز پڑھوں گا؟ میں نے غیرت کے طور پر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ایسا فرماتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ اسی روز میرے دفن سے فارغ ہوتے ہی میرے گھر میں اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ شب باشی فرمائیں گے۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اے عائشہ رضؓ! تیرا درد سر درد سر نہیں ہے۔ میرا درد سر، درد ہے۔ اس سے اشارہ تھا کہ اسی مرض میں عالم فانی

---

[1] ہر دو واقعہ سے ثابت ہے کہ قبرستان جانا اور وہاں جا کر مردوں کے لئے استغفار کرنا اور ان کے لئے ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور مسنون ہے۔ اس بارے میں بہ کثرت احادیث بھی موجود ہیں۔

سے رخصت ہو جاؤں گا۔ پھر آپ حضرت میمونہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں جا کر مرض نے شدت اختیار کی، اور سب ازواج آپ کے پاس جمع ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا "میں کل کو کہاں ہوں گا" اور مکرر فرمایا۔ سب نے آپ کی بات کو سمجھ لیا کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ ایام مرض میں عائشہ کے یہاں رہیں۔ لہذا سب راضی ہو گئیں۔

حضرت عائشہ رض کے یہاں آمد

یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج سے صراحۃً فرمایا تھا کہ اگر تم چاہو تو تم مجھے اجازت دیدو، تاکہ عائشہ رض کے یہاں رہوں، اسی جگہ تم میری تیمارداری کرو۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ حضور کو اس وقت گشت کرنا دشوار ہے اور وہ عائشہ رض کے یہاں کو پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ سب راضی ہو گئیں۔ اور آپ حضرت میمونہ رض کے یہاں سے حضرت عباس رض بروایت دیگر حضرت فضل بن عباس رض کے کندھے پر اور دوسرا ہاتھ حضرت علی رض کے کندھے پر رکھ کر آئے کہ آپ کے پائے مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ بدستور چادر اوڑھ کر ازواج کے یہاں آتے جاتے رہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو ان کے جمع کرنے کا طریقہ ہے کہ ابتدائی مرض میں یہی عادت شریفہ تھی لیکن آخر مرض میں حضرت عائشہ رض کے یہاں قیام فرمایا۔[۱]

روایت ہے کہ آپ سے حضرت ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ (صلعم) میرا جی چاہتا ہے کہ اس مرض میں میں آپ کی تیمارداری کروں؟ فرمایا، میں اپنا علاج خود کروں گا اور خدا تعالیٰ آپ کو نیت ہی پر اس کا اجر دے گا؟

مرض کی شدت

آپ کا مرض شدت اختیار کرتا رہا۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ مرض وفات میں آپ بہت مضطرب رہے اور بستر پر کروٹ بدلا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ایسی تکلیف ہم کو ہوتی تو اس سے بھی مجھا جاتا کہ

---

[۱] اس اسوۂ حسنہ میں تعلیم ہے کہ فرائض منصبی انجام دینا عین عبادت اور کار پیغمبری ہے۔ آخری وقت میں ترک دنیا کر دینا اور سب چیزوں کو چھوڑ دینا سناسیت ہے اسلام سے اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

کہ خدا ناراض ہے۔ فرمایا۔ عائشہ! میرا مرض بہت سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مومنین کو جس مصیبت میں مبتلا کرتا ہے بلکہ مومنین اور صلحاء پر تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور ان کو زیادہ ایذا ہوتی ہے۔ حدیہ ہے کہ اگر ان کے پیر میں کوئی کانٹا لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کی خطا معاف کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ میں نے آپ کے مرض سے زیادہ سخت مرض کسی کا نہیں دیکھا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ میں حاضر ہوا، اور جسم اطہر پر ہاتھ رکھا تو بخار اس شدت کا تھا کہ ہاتھ تحمل نہ کر سکا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے دو مردوں سے زیادہ تیز بخار ہے اور مومن کو جو تکلیف پہونچتی ہے اس سے اس کے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں۔ میں حاضر ہوا۔ آپ چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بخار کی شدت چادر کے اوپر سے معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کہا سبحان اللہ۔ آپ نے فرمایا انبیاء کو تکالیف زیادہ ہوتی ہیں اور ان کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے

حضرت بشر بن براء رض کی والدہ آئیں اور عرض کیا۔ حضور! آپ کو بخار بہت تیز ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ ہمارا اجر بھی زیادہ ہے۔ اے ام بشر، میری بیماری کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا، ان کا خیال ہے کہ "ذات الجنب (نمونیہ) ہے۔ فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی نبی پر ایسا مرض مسلط نہیں کرتا جس سے شیاطین اذیت پہونچائیں اور شیطان مجھ پر مسلط نہیں ہو سکتا۔[1] یہ مرض وہ ہے جو میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ خیبر میں گوشت کا ٹکڑا چکھ لیا تھا۔ آج وہ تکلیف تازہ ہو گئی۔ رگ جان پھٹی جاتی ہے،، اس طرح آپ کو درجہ شہادت ملا۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ اگر آپ کسی بیمار کو دیکھتے تو اس پر یہ دعا پڑھ کر دم فرماتے۔

اذھب الباس رب الناس اشف انت

---

[1] اس حدیث کو طبری نے روایت کیا ہے۔ علامہ سہیلی رح نے بیان فرمایا ہے کہ ذات الجنب ان امراض میں سے ہے جس سے آپ نے پناہ مانگی ہے باوجودیکہ اس میں مرنے والا شہید ہوتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا، اور آگ میں جلنے والا شہید ہوتا ہے لیکن آپ نے اس سے بھی پناہ مانگی ہے۔ الروض ص ۳۶۹ ج ۲

الشافی ولا شفاء الا شفاءک و شفاء
لا یغادر سقیما۔

جب مرض میں شدت ہوئی تو آپ یہی پڑھ کر جسم اطہر پر ہاتھ پھیرتے لیکن جب مرض میں اور شدت ہوئی تو میں نے چاہا کہ میں آپ کے دست مبارک پر دم کر کے پھیروں۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا :-

رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "اللّٰھم اعلی جنۃ الخلد" اور فرمایا، پہلے مجھے اسی تعوذ سے نفع ہو جاتا تھا، اب یہ کچھ سود مند ثابت نہیں ہو رہا ہے۔

فغاں و نالہ و زار و سرشک لعل چہ سود
چو دادنی ہمہ دادند و بودنی ہمہ بود

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حالت صحت میں آپ سے سُنا ہے کہ کوئی پیغمبر دنیا سے ایسا نہیں گیا کہ اس کو رخصت نہ دی گئی ہو کہ چاہے دنیا اختیار کرے یا آخرت۔ جب مرض زیادہ ہو گیا تھا تو کھانسی بھی آنے لگی، اس وقت آپ نے فرمایا :۔

مع الذین انعمت علیھم من النبیین
والصدیقین والشھداء وحسن
اولئک رفیقا۔

اس وقت آپ نے فرمایا مع الرفیق الاعلیٰ مع جبرئیل و میکائیل۔ میں سمجھ گئی کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا اور آپ نے اس عالم کو اختیار کر لیا ہے

روایت ہے کہ تمام امراض میں آپ نے عافیت اور شفاء کے لئے دعا کی۔ مگر مرض وفات میں آپ نے سکوت اختیار کیا۔ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل تشریف لائے اور عرض کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر چاہو شفا دیدی جائے، اور چاہو وفات۔ فرمایا ہماری جانب سے اُسے اختیار ہے ؎

بکسی نمی توانم کہ حکایت تو گویم
ہمہ جانب تو خواہند تو انکنی کہ خواہی

واقعاتِ مرضِ وصال

اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ ۱۳ یوم مریض رہے بعض کہتے ہیں ۱۴ روز ، کہتے ہیں کہ اس مدت میں بہت سے واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے ان ایام میں، میں نے حضرت فاطمہ رضؓ کو حضور سے زیادہ مشابہ پایا۔ حسن صورت، حسن سیرت، استقامت، سکینہ اور وقار، قیام اور قعود میں آپ ہی جیسا تھا۔ جب وہ تشریف لاتیں، آپ اُن کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے، اور وہ بھی اسی طرح پیش آتیں۔ بیماری کے زمانہ میں آپ نے حضرت فاطمہؓ کو طلب فرمایا۔ جب آئیں تو فرمایا۔ مرحبا یا بنتی۔ اور اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھایا آپ نے خاموشی سے کچھ فرمایا تو وہ رو پڑیں، پھر کچھ فرمایا تو وہ ہنس دیں میں نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا تو بولیں میں حضور کی بات کو ظاہر نہ کروں گی۔ آپ کے وصال کے بعد جب دریافت کیا تو بولیں کہ آپ نے اول مرتبہ فرمایا تھا۔ ہر سال جبرئیل ایک مرتبہ قرآن پاک سناتے تھے، اس سال دو مرتبہ سنایا ہے میرا گمان یہ ہے کہ میرا وقت وفات قریب ہے اور میرے اہل بیت میں سے تم مجھ سے سب سے پہلے ملاقات کروگی میں یہ سنکر رو دی۔ دوسری مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت کی عورتوں کا سردار بنایا ہے تو میں ہنس دی۔ یہ بھی روایت ہے کہ اول مرتبہ وصال کی خبر دی تھی اور دوسری مرتبہ سب سے پہلے ملاقات ہونے کی خبر دی تھی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایام مرض میں آپ حجرۂ عائشہ سے باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے اور نصیحت فرمائی۔ اور درمیان میں فرمایا :۔

> اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا اور اپنی ملاقات کے بارے
> میں اختیار دیا ہے۔ میں نے اس کی ملاقات کو
> اختیار کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ یہ سنکر رو دیے۔

ہم نے سوچا یہ تو بہت دانشمند آدمی ہیں، ان کو کیا ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تمام انسانوں میں میرے اوپر ہر اعتبار سے ان کا احسان زیادہ ہے۔ اگر مجھے کسی کو خدا کے سوا خلیل بنانے کا امر ہوتا تو میں ابو بکر کو بناتا، لیکن اخوۃ اسلام بہت بڑی ہے اور یہ مرتبہ اُن کو حاصل ہے۔ کوئی صاحب اپنا دروازہ بجز ابی بکر رضؓ کے مسجد کی طرف کو کھُلا نہ رکھے۔ اس سے مراد حضرت عائشہؓ

کا دریچہ ہے۔ اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ قصہ آخری خطبہ میں پیش آیا تھا۔ [۱]

واقعہ صحیفہ کا

سعید بن جبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا پنجشنبہ کا دن بھی عجیب دن ہے۔ اور یہ کہہ کر رو دیئے۔ اور کہا، اس دن حضور کا مرض شدید ہوا، اور آپ نے صحابہ سے فرمایا میرے پاس آؤ، تاکہ میں تم کو کچھ لکھوا دوں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ دوات اور شانہ لاؤ [۲] تاکہ تمہارے لئے کچھ لکھوا دوں، تاکہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔" پس صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا، دوات اور صحیفہ پیش کر دینا چاہئے کہ آپ جو چاہیں تحریر فرما دیں۔ بعض نے کہا مناسب نہیں ہے۔ آپ پر شدت مرض ہے۔ اس وقت آپ کو تکلیف نہ دینا چاہئے اور حضور ہی کی موجودگی میں آپ ہی کے دولتکدہ پر منازعت شروع ہو گئی۔ آپ نے تنگ آکر وہ ارادہ ترک کر دیا

بعض نے کہا، یہ آپ نے بخار کی شدت میں تو نہیں فرمایا تھا؟ آپ سے دریافت کرنا چاہئے تاکہ مراد ظاہر ہو جائے۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا، رہنے دو۔ میں جس حال میں ہوں بہتر ہوں۔ اس سے کہ جو کچھ تم کہتے ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ آپ پر مرض کی شدت ہے اور قرآن پاک ہمارے درمیان موجود ہے "حسبنا کتاب اللہ"، اس وقت اختلاف بڑھ گیا۔ اور آپ نے فرمایا اٹھ جاؤ۔ پیغمبر کے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں ہے [۳] - اور تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔

١- مشرکین سے جزیرۃ العرب کو خالی کرا لیا جائے۔

---

[۱] رواہ بخاری و مسلم، ترمذی جمع الفوائد ج۲ ص۲۰۵ ان واقعات سے فضیلت صدیق اعظمؓ ثابت ہے اور انکی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

[۲] اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے [۳] اس حدیث کی بنا پر روافض نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ معاملہ خلافت علیؓ سے متعلق تھا جس کو حضرت عمرؓ نے نہیں لکھنے دیا روافض کا یہ قول بہتان ہے اور نص قطعی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ رسالت سے باز نہیں رہ سکتے تھے جبکہ اس واقعہ کے بعد آپ چند دن اور حیات رہے اور ایسے اوقات اکثر رہے کہ صرف اہل بیت ہی ہوتے تھے۔ روایات سے اس بہتان کی تردید ہوتی ہے مسئلہ تفصیل طلب ہے اور یہ حاشیہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ فتح الباری ص۵ ج۱

۲۔ جو وفود عرب تمہارے پاس آئیں ان کو انعامات دیا کرنا، جیسا کہ میں دیا کرتا تھا۔ سلیمان احول جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ سعید بن جبیرؓ نے کہا تیسری وصیت کو میں نہیں جانتا، انھوں نے گویا اس کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا ہو گا۔ اور اس سے خاموش ہو گئے اور کہہ دیا میں بھول گیا۔[1]

انصار کے ساتھ محبّت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصیت تحریر نہ فرما سکے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مرض میں شدّت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر پانی بہاؤ۔ چنانچہ سات بھری ہوئی مشکیں آپ پر بہائی گئیں۔ اس سے مرض میں کچھ تخفیف ہوئی اور آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ اور حمد و ثنا اور شہدائے احد پر استغفار کے بعد ارشاد فرمایا:

بلا شک انصار میرے خواص میں سے ہیں
میں ان کے پاس ہجرت کر کے آیا ہوں اور
انھوں نے مجھے جگہ دی ہے اور حد سے
زیادہ میرا اکرام فرمایا ہے۔
اے لوگو! تم بہت ہو اور انصار بہت کم
ہیں۔ خدا کی قسم میں ان کو دوست رکھتا
ہوں لہٰذا تم ان کے ساتھ نیکی کرو

روایت ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ آپ کے مرض میں شدت ہو گئی تو وہ اپنے گھروں میں صبر نہ کر سکے۔ اور حیران اور پریشان مسجد نبوی میں آ گئے۔ حضرت عباسؓ اندر سے تشریف لائے اور انصار کو اطلاع دی، اور فضل بن عباسؓ نے انصار کا حال اندر جا کر

---

[1] مہلب نے کہا ہے تیسری بات لشکر اسامہؓ کی روانگی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تیسری بات یہ تھی کہ میرے بعد میری قبر کو عبادت گاہ نہ بناؤ۔

بیان کیا تو حضرت علیؓ باہر تشریف لائے۔ اور خبر دی حضور نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا، ذرا مجھے سہارا دو تاکہ میں بیٹھ جاؤں۔ پھر فرمایا۔ انصار کیا کہتے ہیں۔ بتلایا گیا، وہ آپ کی وفات سے بہت ڈر رہے ہیں۔ کہتے ہیں معلوم نہیں آپ کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا؟ آپ اٹھے۔ ایک ہاتھ حضرت علیؓ کے کندھے پر اور دوسرا ہاتھ فضل بن عباسؓ کے کندھے پر تھا اور آپ مسجد میں تشریف لائے کہ آپ کے پائے مبارک گھسٹ رہے تھے۔ اور منبر کی پہلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا

مجھے معلوم ہوا کہ تم میری موت سے بہت ڈرتے ہو، گویا کہ موت کے منکر ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے میری اور تمہاری موت سے تم کو خبر دار کیا ہے۔ انک میت وانھم میتون[۱] کوئی نبی بھی اپنی قوم میں ہمیشہ نہیں رہا۔ میں کیسے رہ سکتا ہوں۔ میں تم کو مہاجرین اولین کے ساتھ نیکی کرنے کا اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے والعصر ان الانسان لفی خسر[۲] (پوری صورت پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا) تمام امور اللہ تعالیٰ کے امر سے جاری ہوتے ہیں اس وجہ سے کسی امر میں جلدی نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے جلدی نہیں کرتا۔ اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم[۳] اس کے بعد ارشاد فرمایا:-

---

[۱] آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ بھی [۲] زمانے کی قسم البتہ انسان ٹوٹے میں ہیں [۳] قریب ہے اگر تم کو کسی امر کا مالک بنا دیا جائے تو تم زمین پر فساد پھیلاؤ گے اور رشتہ داریاں قطع کرو گے۔

گروہ مہاجرین! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم انصار کے ساتھ نیکی کرنا۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو ہجرت میں تمہارے مددگار رہو ہے۔ تمہاری طرح یہ بھی سابق الایمان ہیں، تمہارے لئے انھوں نے اپنے گھروں کو خالی کیا۔ تمہارے لئے اپنی خاص آمدنیاں خرچ کیں۔ ان کے احسانات کو قبول کرو۔ اور ان کی کوتاہیوں سے درگذر کرو! (حضرات انصار نے کہا یا رسول اللہ ہم ان کے ساتھ کیا کریں؟) فرمایا، تم ان کے ساتھ صبر کرو تاوقتیکہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو۔[1]

حضرت عباسؓ نے عرض کیا حضور! قریش کے بارے میں بھی ارشاد فرمادیجئے؟ ارشاد فرمایا :-

خلافت قریش کے لئے ہے اور لوگ اس معاملہ میں ان کے تابع ہیں۔ نیک لوگ، قریش کے نیکوں کے ساتھی ہوں گے اور بدلوگ قریش کے بدلوگوں کے ساتھی ہوں گے۔ اے گروہ قریش! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم نیکوں کے ساتھ نیکی کرنا، اور اے لوگو! گناہ کی وجہ سے نیکی چھن جاتی ہے جب لوگ نیک ہوں گے تو ان پر حاکم بھی نیک ہوں گے۔ اور اگر لوگ بدکار ہوں گے تو ایسے ہی اُن کے حاکم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

---

[1] خطبہ کے الفاظ سے مترشح ہے کہ آپ قبائلی عصبیت میں پھنس جانے کے مخالف تھے اور منشاء گرامی یہ تھا کہ اس طرح نہ سوچا جائے بلکہ وحدت امت کو پیش نظر رکھا جائے۔

کذٰلک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون [1]

آخری اہم وصیت

حضرت فضل بن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور منبر پر آ کر بیٹھے آپ کے سر سے پٹی بندھی تھی۔ بلالؓ کو طلب فرمایا۔ کہ لوگوں کو آواز دو کہ جمع ہو جائیں۔ میں ان کو نصیحت کروں گا یہ آخری وصیت ہے۔ پس حضرت بلالؓ نے مدینہ کے بازاروں میں اعلان کیا سب لوگ اپنی دوکانیں اور دروازے کھلے چھوڑ آئے۔ حتی کہ کنواریں لڑکیاں بھی آ گئیں اور اس قدر مجمع ہو گیا کہ گنجائش نہ رہی تو آپ نے ارشاد فرمایا "پیچھے والوں کے لئے جگہ پیدا کرو!" اس کے بعد ایک طویل خطبہ دیا۔ اور روایت یہ ہے کہ حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا!

اے لوگو! میں تمہارے لئے اندر سے باہر آیا ہوں اور تمہارے قریب ہوا ہوں۔ اگر کسی کا میرے اوپر جانی یا مالی حق ہو، یا کوتاہی مجھ سے اس کے حق میں ہوئی ہو تو وہ مجھ سے اپنا حق حاصل کر لے۔ اور ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ اس سے مجھ کو کسی قسم کی دشمنی ہو گی۔ ....
بلکہ میرا سب سے زیادہ دوست وہی ہے کہ جو مجھ سے اپنا حق وصول کرے تاکہ میں اپنے پروردگار کے یہاں بالکل صاف ہو کر جاؤں۔ اور یہ بات میں مکرر کہتا ہوں ہر ایک آدمی اپنا حق مجھ سے وصول کرے۔

حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں یہ فرما کر آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور نماز کے بعد پھر وہی اعلان فرمایا۔ ایک آدمی کھڑا ہوا، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے آپ کے ذمہ تین درہم ہیں۔ فرمایا، وہ کیسے؟ عرض کیا۔ آپ نے ایک مسکین کو لیکر دیئے تھے۔ آپ نے فرمایا فضل

---

[1] ترجمہ ایسے ہی والی بنا دیں گے ہم بعض ظالموں کا بوجہ اُن کے اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث اور ہے اعمالکم عمالکم تمہارے اعمال ہی تمہارے عمال (حاکم) ہیں۔

اس کو تین درہم دو! اس کے بعد فرمایا، اگر میرا کسی کے اوپر کچھ چاہتا ہے تو وہ ظاہر کرے۔ اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے۔ اس لئے کہ آخرت کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے بڑی ہے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا۔ میرے ذمہ آپ کے تین درہم ہیں۔ فرمایا۔ وہ کیسے؟ اس وقت میں بہت ضرورتمند تھا۔ مال غنیمت سے میں نے لئے تھے۔ آپ نے فرمایا، فضل! ان سے تین درہم لے لو۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر کسی میں کوئی بُری عادت ہو تو بتلائے تاکہ اس کے لئے دعا کی جائے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا، اور بولا حضور مجھ میں جھوٹ بولنے، اور گالیوں کی عادت ہے۔ آپ نے اس کے لئے دعا کی، الٰہی اس کی یہ عادت چھوڑا دے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور بولا۔ حضور! میں جھوٹا اور منافق ہوں، اور کوئی بدی ایسی نہیں کہ جو میں نے نہ کی ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اے بندۂ خدا، اپنے کو رسوا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، آخرت کی رُسوائی اس سے زیادہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی بات پر مسکرا دیئے اور فرمایا

عمرؓ میرے ساتھ ہے اور میں عمرؓ کے ساتھ
ہوں۔ وہ جہاں ہوں گے حق ان کے ساتھ ہے

امامت ابی بکرؓ

روایت ہے کہ تین روز کی نمازیں آپ نے جماعت سے نہیں پڑھیں اور ایک روایت سترہ نمازوں کی ہے ایک روز عشاء کے وقت حضرت بلالؓ آئے اور پکارے۔ الصلوٰۃ یا رسول اللہ! آپ اس وقت بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اُٹھنا دشوار تھا۔ فرمایا کہدو، ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، وہ بہت رقیق القلب ہیں آپ کی جگہ خالی دیکھ کر بے قابو ہو جائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو فرما دیجئے۔ حضرت عائشہؓ نے مکرر یہی کہا تو آپ نے یہی فرما دیا۔ تب حضرت عائشہ نے حضرت حفصہؓ سے یہ بات کہی جس کو آپ نے سُن لیا اور فرمایا:۔

بلاشبہ تم صواحب یوسف ہو

ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے جا کر کہہ دیا وہ جب مصلے پر پہونچے تو رونے لگے اور "واغوثاہ وانقطاع رجاہ وانکسر ظہراہ" پکارنے لگے کاش کہ میری ماں نے نہ جنا ہوتا کہ مجھے یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔

حضرت ابوبکرؓ اور دیگر صحابہؓ کے رونے کی آواز سنکر آپ نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے حالات سے آگاہ کیا۔ پس آپ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ پر سہارا لگاکر باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

مسلمانو! تم کو خدا کی حفاظت اور اس کی
پناہ میں دیتا ہوں۔ وہی تم پر نگہبان ہے۔
خوف خدا اور تقویٰ کو اختیار کر دیں دنیا سے
مفارقت کرنے والا ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ کا مرض شدید ہوا تو عشاء کے وقت آپ نے دریافت کیا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا نہیں وہ ابھی آپ کا انتظار کرتے ہیں فرمایا مجھ کو پانی کے ٹپ میں بٹھاؤ اور پانی بہاؤ۔ آپ نے اٹھنا چاہا تو بیہوشی طاری ہوگئی۔ جب ہوش ہوا تو پھر وہی دریافت کیا اور وہی جواب دیا گیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ جاؤ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں ان سے جاکر کہا گیا وہ نہایت رقیق القلب تھے۔ ان پر گریہ طاری ہوگیا، اور انھوں نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھادو۔ حضرت عمرؓ مصلے پر گئے۔ اور نماز شروع کرادی۔ ان کی آواز سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ شریفہ سے ارشاد فرمایا۔ "کیا یہ آواز عمرؓ کی ہے۔ جواب ملا، جی ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

یابی اللہ ذلک والمومنین — اللہ اور مومنین اسکو پسند نہیں کریں گے۔

اور سر مبارک دریچہ سے باہر نکالا اور فرمایا۔ نہیں نہیں۔ ابوبکرؓ کو چاہیئے کہ وہ نماز پڑھائیں حضرت عمرؓ مصلے سے واپس ہوگئے۔

روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ نے نماز شروع کرادی تو آپ کو مرض میں کچھ خفت محسوس ہوئی دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا، کہ مجھے ابوبکرؓ کے پہلو میں لے جاکر بٹھادو۔ چنانچہ دو آدمی کہ ان میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔ باہر تشریف لائے اور آپ کو حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہٹنا چاہا تو آپ نے اشارہ سے منع فرمادیا۔ اور آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اس طرح کہ آپ امام رہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ مقتدی

اور دوسرے مسلمان حضرت ابوبکر کے مقتدی (یعنی تکبیرات انتقالیہ حضرت ابوبکر رض کہتے تھے)

یہ بھی روایت ہے کہ دوشنبہ کی صبح کو حضرت ابوبکر رض نے نماز شروع کرائی۔ آپ نے حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے یہ محسوس کر کے ہٹنا چاہا۔ آپ نے اشارہ سے منع فرمادیا۔ اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسی دن آپ کا وصال ہو گیا[1]

چند اہم امور

حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں۔ ایام مرض میں ایک دن حضرت علی علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ آج میری کیسی حالت محسوس کرتے ہو؟ عرض کیا۔ آج تو بہتر ہے۔ حضرت عباس رض نے حضرت علی رض کا ہاتھ پکڑا اور پوشیدہ طور پر کہا۔ بنی عبدالمطلب کی وفات کے وقت جو علامات ہوئیں ہیں وہ ہیں حضور میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ آپ کا تین دن کے بعد وصال ہو جائے گا۔ آپ سے دریافت کرنا چاہیے۔ کہ آپ کے بعد خلافت، ہمارے لئے ہے یا کسی اور کے لئے۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہم ہیں اور اگر دوسرا ہے تو وہ کون ہے، حضرت علی ع نے جواب دیا میں آپ سے یہ سوال نہ کروں گا، اور دنیا نہ طلب کروں گا

دوسری روایت جس کو ابن عباس رض اور حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ رض اور ام سلمہ رض آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ عرض کیا۔ حضور ہم نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ وہاں کے کنیسہ نہایت خوبصورت بنے ہوتے ہیں، ان کو ماریہ کہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ لوگ جب ان کے کسی نیک آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے ہیں۔ ان مسجدوں میں ان کی تصویر بناتے ہیں، وہ لوگ بدتر مخلوق ہیں۔ روایت ہے، کہ آپ نے وصال سے پانچ یوم پیشتر ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ انبیاء اور صلحاء کی قبور کو مسجد بنا لیتے تھے، تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آخری مرض میں جب آپ اٹھنے سے معذور ہو گئے تو چادر اوڑھ کر لیٹ گئے جب سانس

---

[1] مندرجہ بالا تمام احادیث جو صحیحین اور صحاح ستہ کی روایات ہیں اسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رض ہوں گے کیونکہ نماز جیسے اہم امر کا قیام اور امامت ہمیشہ مقرر شدہ امیر ہی کے ذمہ تھی۔ اور یہ اس کے اولین فرائض میں سے تھی جیسا کہ مختلف غزوات اور سرایا اور وفود کے امراء کے بارے میں ثابت ہے۔ امامت صلوٰۃ موجودہ زمانہ کے پیشہ کی طرح نہیں تھی بلکہ یہ کام امیر ہی کے سپرد ہوتا تھا اور یہی امیر ہونے کی علامت تھی۔

لینے میں دشواری ہوئی تو منھ کھول لیا اور فرمایا:۔

لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ	اللہ، یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے
اتخذوا قبور انبیائھم مسجد	اپنے انبیار کی قبور کو مسجد بنا لیا ہے۔

یہ آپ نے تحذیراً فرمایا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے دعا کی، الٰہی میرے بعد میری قبر کو لوگ بت نہ بنائیں اور سجدہ نہ کریں۔ وہ قوم نہایت مبغوض ہے جو اپنے انبیار کی قبروں کو بلند بناتی ہے اور ان کو مسجد بنا لیتی ہے۔ میں اس سے منع کرتا ہوں اور فرمایا:۔

الاھل بلّغت اللّٰھم اشھد	میں نے تبلیغ کر دی خدا تو گواہ رہ، خدا
اللّٰھم اشھد	تو گواہ رہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ، اگر یہ تاکیدات نہ ہوتیں تو آپ کی قبر شریف کو ظاہر کر دیا جاتا۔[۱]

دنانیر کو صدقہ کرنا آپ کے پاس کہیں سے کچھ دینار سرخ آئے تھے جن کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ صرف ۶، ۷، یا ۸ دینار حضرت عائشہ رضؓ کے پاس باقی تھے۔ اس وقت آپ پر بیہوشی طاری تھی۔ جب ہوش آیا تو دریافت کیا، ان دنانیر کا کیا ہوا۔ عرض کیا، میرے پاس باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا صدقہ کر دو! اور پھر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو پھر دریافت کیا، عرض کیا گیا موجود ہیں۔ (حضرت عائشہ رضؓ تیمارداری کی مشغولیت کی وجہ سے صدقہ نہ کر سکیں تھی)، آپ نے حضرت علی رضؓ کے سپرد فرمایا کہ ان کو صدقہ کر دو! اور فرمایا "کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ خدا کے پاس اس حالت میں جائیں کہ ان کے پاس یہ سب کچھ ہو

منھ میں دوا ٹپکانا روایت ہے کہ حالت مرض اور بیہوشی میں امہات المومنین میں سے کسی نے آپ کے منھ میں دوا ٹپکائی۔ آپ کو اس سے اذیت ہوئی اور آپ نے منع فرمایا، اور دریافت فرمایا۔ یہ کیا دوا ہے؟ عرض کیا عود ہندی، ورس، زیت

---

[۱] اس سے صاف ظاہر ہے کہ مزارات صلحار کے ساتھ ہندوستان میں جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی اسلام میں ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے۔ وہ مراسم گمراہ قوموں اور اہل کفر کے ہیں۔

فرمایا، تم کو کس نے بتلایا۔ عرض کیا۔ اسماء بنت عمیسؓ نے بتلایا کہ یہ جنبہ کا علاج ہے۔ فرمایا، تمہارے نزدیک یہ کیا مرض ہے؟ عرض کیا، ذات الجنب، فرمایا۔ یہ مرض شیطان کا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے میری اس سے حفاظت فرمائی ہے۔ لہٰذا بجز حضرت عباسؓ کے سب کے منہ میں وہ دوا ٹپکائی جائے۔ حضرت میمونہ اس وقت روزے سے تھیں، ان کو بھی دوا پلائی گئی۔

آمد جبرئیل

روایت ہے کہ وصال سے تین دن پیشتر حضرت جبرئیل آئے اور عرض کیا، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور اکراماً مزاج پرسی فرمائی ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے امین اللہ، میں اپنے آپ کو مغموم اور تکلیف میں محسوس کر رہا ہوں، دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی ارشاد فرمایا۔

ملک الموت

تیسرے دن ملک الموت آئے اور ان کے ساتھ ایک فرشتہ جس کا نام اسماعیل ہے آیا وہ ستر ہزار بروایت دیگر سو ہزار فرشتوں پر حاکم ہے وہ سب فرشتے ہمراہ تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے مزاج پرسی کے بعد عرض کیا۔ ملک الموت دروازہ پر کھڑے ہیں اور حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں نہ آپ سے پہلے کسی سے اجازت طلب کی اور نہ آپ کے بعد اجازت طلب کی جائے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، بلالو، ملک الموت آیا اور سلام کیا، اور عرض کیا، اگر اجازت ہو تو آپ کی روح قبض کر لوں ورنہ واپس ہو جاؤں اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ آپ نے فرمایا، اجازت ہے۔ آپ اپنا کام کریں حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا "یا احمد علیک السلام۔ اب میں وحی لیکر زمین پر نہ آسکوں گا۔ میں تو آپ ہی کی وجہ سے آیا کرتا تھا۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے ارشاد فرمایا، کہ

---

[۱] اس حدیث کو مشکوٰۃ میں علامہ بیہقی کی دلائل النبوۃ سے روایت کیا ہے لیکن علامہ عسقلانی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند بہت واہیات ہے۔ اور علامہ خضری نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابن محرز ہے جس کو امام نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ صرف اس ایک شخص کی وجہ سے حدیث کو موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دوسرے طرق سے بھی مروی ہے اس وجہ سے صحیح ہے۔ مرقاۃ ص ۵۰ ج ۵

تم ہمارے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے قبض روح کی اجازت طلب کرو۔ اگر وہ اجازت دیں تو بہتر ورنہ واپس آجاؤ۔ ملک الموت ہزاروں فرشتوں کے ساتھ اعرابی کی صورت میں کپڑے کا لباس پہنے ہوئے، در نبوت پر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

السلام علیکم اهل بیت النبوة — نبوت کے گھرانے والوں اور

ومعدن الرسالة — رسالت کے مخزن

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ اس وقت حضرت فاطمہ سرہانے تھیں۔ بولیں، اس وقت حضور اپنی حالت میں مشغول ہیں۔ اس وقت اجازت نہیں ہے۔ پھر آئیے! فرشتہ نے پھر آواز دی۔ پھر یہی جواب ملا۔ تیسری بار نہایت زور سے بولا کہ اس کی آواز سب نے سنی۔ آپ بیہوش تھے۔ آپ نے آنکھ کھولدیں، اور فرمایا، کیا ہے؟ آپ سے ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا، بیٹی یہ جو تجھ سے بات کر رہا ہے، ملک الموت ہے۔ جو رشتہ جان ختم کرتا ہے اور آرزوؤں کو توڑ دیتا ہے۔ عورتوں کو بیوہ کرتا ہے اور بچوں کو یتیم کرتا ہے۔ حضرت فاطمہ رض نے جب یہ سُنا تو بولیں۔ یا ابتاہ خرابت المدینة۔ والد بزرگوار مدینہ برباد ہو گیا۔ آپ نے بیٹی کا ہاتھ اپنے سینہ مبارک پر رکھا، اور ذرا آنکھ کھولیں۔ اتنے ہی میں روح مقدس جسد اطہر سے پرواز کر گئی۔ حضرت فاطمہ نے آگے سر جھکایا، اور بولیں، یا ابتاہ۔ کوئی جواب نہ سُنا۔ حضرت فاطمہ رض نے کہا جان من آپ سلامت رہیں۔ بات کیجئے! آپ نے آنکھیں کھولدیں اور حضرت فاطمہ رض کے رخساروں سے آنسو صاف کئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ ہر مصیبت پر عوض دیتا ہے۔ حضرت فاطمہ رض نے کہا۔ حضور! آپ کا بدل کہاں؟ آپ نے فرمایا۔ آج کے بعد الم نہ ہوگا کیونکہ رنج اور پریشانی جسمانی رشتہ کی وجہ سے ہے محققین نے کہا ہے کہ کسی مردہ کو موت کی وجہ سے حسرت نہیں ہوتی۔ البتہ کوتاہی عمل سے حسرت ہوتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا۔ ذرا نزدیک ہو جاؤ۔ میں جو وصیت کرتا ہوں اُس کو قبول کرو۔ حضرت عائشہ رض نے قبول کیا۔ فرمایا ہمیشہ گوشہ گھر میں رہنا، اور نامحرم سے نظر کو بچانا، اور یہی وصیت حضرت حفصہ رض کو فرمائی، اور ایک روایت ہے کہ تمام ازواج مطہرات کو یہی وصیت فرمائی۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن — اپنے گھروں میں رہو اور جاہلیت اولیٰ
تبرج الجاھلیۃ الاولی — کی طرح ننگی پھرو!

اُس وقت آپ نے حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا اپنے بچوں حسنؓ، حسینؓ کو بلاؤ! دونوں صاحبزادے آئے۔ اور سلام کیا۔ اور جد بزرگوار کے پاس بیٹھ گئے۔ اور رونا شروع کیا۔ ان کے رونے سے تمام گھر والے رونے لگے۔ حضرت حسنؓ نے اپنا منہ آپ کے چہرۂ انور پر رکھ دیا، اور حضرت حسینؓ نے آپ کے سینہ پر سر رکھ دیا۔ اور خوب روئے۔ ان کی آواز سے باہر جو لوگ تھے وہ بھی روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ حضور بھی رونے لگے۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے عرض کیا حضور! آپ نہ روئیں، آپ تو مغفور ہیں۔ فرمایا۔ اُمت پر رحمت اور شفقت کی وجہ سے روتا ہوں۔ اس وقت آپ نے حضرت علی رضؓ کو بلایا۔ اور ان کے آغوش میں سر رکھ کر فرمانے لگے۔ علیؓ مصائب پر صبر کرنا، لوگ دنیا اختیار کریں گے تو آخرت اختیار کرنا۔ لاؤ! میں تمہارے لئے کچھ لکھ دوں حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا

الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم — نماز اور غلاموں کا خیال رہے

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم — اللہ اللہ تمہارے غلام! ان کو کپڑا پہناؤ
البسو ظھورھم واشبعوا بطونھم — پیٹ بھر کھانا دو، اور اُن سے نرم
والینو لھم القول — بات کرو۔

روایت ہے کہ آپ نے مرض وفات میں چالیس غلام آزاد کئے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ کی خلافت کے زمانہ میں کعبؓ نے ان سے آپ کی وصیت کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے جواب دیا حضرت علی رضؓ سے معلوم کرو! انھوں نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ آپ کا سر مبارک میرے آغوش میں تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ کعبؓ .... نے کہا، انبیاء کی آخری وصیت نماز ہی کے بارے میں ہوتی ہے وہ اسی کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔

شدّت سکرات موت

روایت ہے کہ آپ پر شدت سکرات موت اس قدر ہوئی کہ آپ کے چہرۂ انور کا رنگ کبھی سُرخ ہو جاتا اور کبھی زرد، کبھی آپ دست راست کھینچتے اور کبھی دست چپ، اور کبھی پانی میں ہاتھ بھگو کر منہ پر پھیرتے تھے۔ اسوقت آپ نے یہ دعا کی۔

اللّٰھمّ اعنی علی سکرات الموت	الٰہی سکرات موت اور منکرات موت پر
اللّٰھم اعنی علی منکرات الموت	میری مدد فرما۔

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں۔ اس کے بعد کسی کے آسانی سے دم نکلنے پر مجھے رشک نہیں آیا کیونکہ اگر وہ بہتر ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اسی طریقہ کو اختیار کرتا۔

حالت نزع میں مسواک

حضرت عائشہ رضہ روایت فرماتی ہیں کہ وقت نزع آپ میرے آغوش میں تھے کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن آئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ نے اس کو دیکھا میں نے دریافت کیا، کیا آپ کو رغبت ہے، آپنے سر سے اشارہ فرمایا۔ میں نے وہ مسواک اپنے مُنہ میں نرم کر کے آپ کو دی شکر خدا کہ آخر وقت میں میرا لعاب دہن آپ کے منہ مبارک میں گیا۔ اسی دن میری باری کا دن تھا جس وقت آپ کی روح مبارک قبض ہوئی۔ آپ کا سر میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان تھا۔ آپ نے دست مبارک اُٹھائے اور فرمایا، الرفیق الاعلیٰ اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ اور ایسی خوشبو نکلی کہ پورا گھر مہک گیا اور ایسی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگھی تھی۔

روایت ہے کہ ملک الموت نے حضرت جبرئیل کی موجودگی میں قبض روح کیا۔ حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان سے گریہ و بکا کی آوازیں آتی سنیں۔ حضرت فاطمہ رضہ کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضہ یہ بیان کرتی جاتیں اور روتی جاتیں تھی۔

آپ نے ہمیشہ غنا پر فقر کو اختیار کیا گنہگاران
اُمت کے لیے آپ نے کبھی تمام شب بستر
پر استراحت نہیں فرمائی

تعزیت حضرت خضر

آپ کے وصال کے بعد سب گھر میں رنجیدہ بیٹھے تھے کہ گھر کے

گوشہ سے آواز آئی السلام علیکم یا اھل البیت لیکن آواز والا دکھلائی نہیں دیا حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ تعزیت کرنے والے حضرت خضر تھے۔ ۱؎

حالات بعد وصال مسجد میں اسوقت جتنے حضرات تھے۔ آپ کے وصال کی خبر اور اہل بیت کے رونے کی آواز سے سمجھ گئے اور سب رونے لگے۔ حضرت عثمان رضؓ ششدر رہ گئے اور جہاں بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے۔ عبداللہ بن انیس بالکل مریض ہو گئے۔ حضرت عمر رضؓ کے بیان پر بہت سے حضرات کو یقین آنے لگا۔ منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کو موت نہ آتی۔ یہ سُنکر حضرت عمر رضؓ نے تلوار نکال کر مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کی گردن قلم کردوں گا

حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ کہتی ہیں کہ وصال کے بعد میں نے دیکھا تو شانہ مبارک کے درمیان مہر نبوت نہ تھی اس وقت یقین ہو گیا کہ آپ دنیا سے جا چکے ہیں۔ اس بنا پر اور دوسروں کو بھی آپ کی وفات کا یقین آگیا۔

مقام حضرت صدیق اکبر روایت ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنے محلہ سنح میں گئے تھے ان کے پاس خبر بھیجی گئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے دریافت حال کے لئے اپنے غلام کو بھیجا جب غلام نے جا کر کہا تو سوار ہو کر آئے۔ راستے بھر روتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے، وانبیاہ، واصفیاہ، واخلیلاہ حضرت عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے، دریافت کیا، رسول خدا کہاں ہیں؟ انھوں نے بتلایا وہ چادر اوڑھے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے چادر اُٹھائی اور پیشانی کو بوسہ دیا، اور وانبیاہ کہہ کر خوب روئے۔ پھر دوبارہ چادر اُٹھائی اور واصفیاہ کہہ کر خوب روئے اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا، بخدا آپ پر دو موت ہرگز نہ جمع ہو سکیں گی، یہ وہی موت ہے جو انبیاء سے بھی واپس جاتی باہر تشریف لائے تو لوگوں کو متفرق حال دیکھا حضرت عمر رضؓ کی حالت دگرگوں دیکھی منبر پر تشریف لے

۱؎ الروض ص ۳۷۴ ج ۲۔

گئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔ لوگو! حضور کا وصال ہو چکا ہے۔ اور یہ آیات تلاوت فرمائیں

انك ميت وانهم ميتون وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخلدون ۔

آپ کو بھی موت آئے گی اور ان کو بھی، اور آپ سے قبل ہم نے کسی انسان کے لئے بھی دوام نہ کیا اگر آپ کی وفات ہو گئی تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے

اور ارشاد فرمایا

من كان يعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت

جو محمد کی عبادت کرتا ہو تو وہ مر چکے ہیں، اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ نہیں مرے گا۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم

اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول ہوئے ہیں۔ اگر انکی وفات ہو گئی یا وہ قتل ہو گئے تو کیا تم پیچھے کو لوٹ جاؤ گے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں یہ سنکر میرے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیات آج ہی نازل ہوئی ہیں۔

کیفیت غسل

حضرت ابوبکر صدیقؓ اندر تشریف لائے اور سب کو تسلی دی اور تجہیز و تکفین کے لئے فرمایا، کہ آپ حضرات اہل بیت، ...... اس کام کو انجام دیں اور خود اکابر صحابہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ قبیلہ بنی ساعدہ میں آئے تاکہ خلافت کا معاملہ طے ہو جائے [1]

جب اہل بیت نے غسل کا ارادہ کیا تو آواز آئی، ہرگز غسل نہ دو۔ وہ طاہر اور مطہر ہیں لیکن آواز دینے والا دکھلائی نہ دیا۔ دوسری مرتبہ آواز آئی۔ غسل دو! وہ ابلیس تھا، اور میں خضر ہوں پس حضرت عباسؓ۔ حضرت علیؓ۔ فضلؓ، قثمؓ، پسران عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ،

---

[1] - اس سے خوب ظاہر ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی ایک لمحے کے لئے بھی امیر یا خلیفہ سے خالی نہ رہنی چاہئے۔

صالح حبشی رض (جن کو حضور نے آزاد کر دیا تھا) اندر گوشہ میں داخل ہوئے۔ اختلاف ہوا کہ آپ کا لباس اتارا جائے یا نہیں۔ ناگاہ آواز آئی کہ کپڑے نہ اتارو! چنانچہ مع لباس کے غسل دیا گیا۔

حضرات انصار رض باہر کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے اے لوگو! آپ کو ہمارا قرب اور حضور سے قرابت معلوم ہے۔ ہمارا بھی ایک آدمی شریک کر لو تا کہ یہ شرف انصار کو بھی حاصل ہو جائے۔

روایت ہے کہ اوس بن خولی انصاری نے حضرت علی کو قسم دیکر کہا کہ مجھے اجازت دیدو! چنانچہ ان کو اندر بلا لیا گیا وہ سعد بن خیثمہ کے کنویں سے پانی لاتے تھے اور اہل بیت غسل دیتے تھے[۱]

حضرت علی رض نے غسل دینا شروع کیا۔ حضرت اسامہ اور صالح حبشی پانی بہاتے تھے۔ فضل رض کپڑا پکڑے ہوئے تھے اور قثم اور عباس رض، حضرت علی رض کی اعانت کر رہے تھے

آپ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ اور مشک اور خوشبو سجدہ گاہوں پر لگائی گئی۔ منقول ہے کہ وہ خوشبو حضرت جبرئیل جنت سے لائے تھے۔ حضرت علی رض نے اس خوشبو میں سے تھوڑی سی جو بچ گئی تھی اپنے صاحبزادوں کو مرحمت فرمائی اور وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دینا

حضور کی صلوٰۃ جنازہ

حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی تھی۔ سہ شنبہ کو ایک ندائے غیبی آسمان سے آئی کہ اپنے رسول پر نماز پڑھو، پس حدیث ابن مسعود رض میں جو ترتیب مذکور ہوئی ہے۔ اس طرح نماز ادا کی گئی۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ کسی نے امامت نہیں کرائی، کیونکہ آپ جس طرح حیات میں امام تھے، اسی طرح وفات کے بعد بھی امام ہیں۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ کی وصیت کے مطابق ہی نماز ادا کی گئی۔ اور اسی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوئی۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ میں آپ کے جنازہ کے سرہانے کھڑا تھا۔ میں نے عرض کیا

خدا کی آپ پر رحمت ہو۔ میں گواہی دیتا
ہوں کہ آپ پر جو کچھ نازل ہوا، اسکو آپ نے

---

[۱] بہ تمام تفصیل ابن ہشام اور الروض میں مذکور ہے جلد ۲ صفحہ ۳۷۴

پہونچادیا اور راہ خدا میں اس قدر جہاد کیا کہ
اس کا دین غالب آگیا۔ اے خدا ہم کو اس
دین کا سچا پیرو بنا۔ اور قیامت میں ہمیں اور
حضور کو ایک ساتھ جمع فرما۔ سب لوگوں
نے کہا آمین۔

حضور کی تدفین

حضرات صحابہ رضؓ میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر ایک پیغمبر اسی جگہ دفن ہوا ہے جہاں اس کی روح قبض ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں۔ بقعۂ ارض میں وہ زمین سب سے زیادہ افضل ہے جہاں پیغمبر کی روح قبض ہوئی ہے یہ سنکر آپ کا بستر اٹھایا گیا۔ اور قبر کی جگہ معین کی گئی [۱]

مدینہ منورہ میں دو صحابی قبر کھودتے تھے۔ ایک حضرت ابو عبیدہ بن جراح یہ لحد شق کھودتے تھے اور دوسرے ابو طلحہ رضؓ انصاری یہ لحد بناتے تھے۔ ان دونوں کو بلایا گیا۔ اور طے ہوا جو پہلے آجائے وہی کھودے گا۔ چنانچہ ابو طلحہ رضؓ پہلے آگئے اور ان سے لحد کھدوائی گئی چہار شنبہ کی آدھی رات یا سحر ہو چکی تھی کہ آپ کو قبر کے کنارے رکھا گیا۔ حضرت علی رضؓ، حضرت عباس رضؓ، عقیل رضؓ اسامہ رضؓ، شقران (صالح حبشی) اور ایک روایت یہ ہے فضل رضؓ، قثم رضؓ، اور ایک قول ہے عبدالرحمن بن عوف رضؓ یہ حضرات قبر میں اترے۔ اور حضور کی قبر شریف میں وہ سرخ چادر جو خیبر میں آپ کو ملی تھی، بچھائی گئی۔ شقران نے کہا بخدا آپ کے بعد اس کو کوئی نہ پہنے گا علماء نے فرمایا ہے کہ یہ صرف حضور کی خصوصیت ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے وصیت فرمادی تھی کہ اس سرخ چادر کو میرے فرش کے لئے بچھا دینا، اللہ تعالیٰ انبیاء کے جسم پر زمین کو مسلط نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جب اینٹوں سے بند کیا جانے لگا تو اس چادر کو نکال لیا تھا [۲]

---

[۱] سیرت ابن ہشام، الروض ج ۲ ص ۳۷۵ [۲] ایضاً

قبر شریف سے آخر میں حضرت قثمؓ باہر آئے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ سب سے آخر میں باہر آئے۔ اور یہ جو روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنی انگوٹھی اندر گرا دی تھی۔ اس بہانہ سے وہ اندر گئے اور پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ یہ روایت اہل علم کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو منع کر دیا تھا اور خود نکال کر دی تھی واللہ اعلم۔

مزار مبارک اس کے بعد مٹی ڈالی گئی اور قبر شریف کو مسطح بنا دیا گیا، اور یہ بھی روایت ہے کہ کوہان نما بنایا گیا جو زمین سے ایک بالشت اونچی تھی۔ اس کے بعد پانی چھڑکا گیا [۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کی حیات میں خواب دیکھا تھا، کہ میرے گھر میں تین چاند اتر آئے ہیں میں نے یہ بات والد صاحب سے کہی تو انھوں نے فرمایا انشاء اللہ خیر ہوگی اور فرمایا، تم اس کی تعبیر خود ہی بیان کرو! میں نے عرض کیا، مجھ سے حضور کے فرزند تولد ہوں گے، یہ سنکر کچھ جواب نہ دیا، جب آپ کو دفن کیا جا چکا تو، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، ان میں سے ایک چاند یہ ہے [۳]

آپ کے دفن سے فارغ ہو کر سب سے پہلے لوگ حضرت فاطمہؓ کے یہاں پہونچے۔ اور تعزیت کی۔ انھوں نے فرمایا، تم نے کس دل سے حضور کو مٹی میں دفن کر دیا۔ آپ کی جدائی کے صدمہ سے اہل بیت اور دیگر صحابہؓ چور چور ہو چکے تھے۔ اور اس غم میں بہت سے حضرات نے مرثیہ کہے ہیں ان میں سے بہت سے حضرات کے مراثی منقول ہیں مثلاً حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسان بن ثابتؓ [۴]

بعض صحابہؓ اس صدمہ کی تاب نہ لا سکے۔ چنانچہ عبداللہ بن زیدؓ انصاری رو رو کر نابینا ہو گئے حضرت بلالؓ نے مدینۃ الرسول کی سکونت ترک کر دی، اور وہ شام چلے گئے۔ حضرت

---

[۱] سیرت ابن ہشام، الروض ص۳۷۵ ج ۲ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴]۔ ان مراثی کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا بھی کہ تم اسی خدمت (اذان) کو کرتے رہو۔ عرض کیا مجھ سے برداشت نہ ہو سکے گا آپ نے جس ثواب کے لئے مجھے آزاد کرایا تھا اسی ثواب کی نیت سے اب بھی آزاد فرمائیے!
یہ سنکر ابوبکر صدیق رضؓ رو دیئے اور فرمایا آپ کو اختیار ہے

بلالؓ کی آمد حضرت بلال رضؓ ایک مدت تک شام میں رہے، کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا کہ حضور ارشاد فرمارہے ہیں کہ ہمارے ساتھ بے وفائی اختیار کی۔
یہ دیکھ کر حضرت بلالؓ زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے۔ حضرت فاطمہ رضؓ کا وصال ہو چکا تھا۔ ہر ایک سے اہل بیت کا حال دریافت کیا۔ سب لوگوں نے حضرت علی رضؓ، حسن رضؓ، حسینؓ اور ازواج مطہرات رضؓ کے بارے میں تو کہا، لیکن حضرت فاطمہ رضؓ کے بارے میں سکوت اختیار کیا جب حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کے پہونچے، ان کو سلام کیا، اور والدہ کا حال دریافت کیا تو وہ رو دیئے۔ اور کہا ان کی وفات ہو چکی ہے۔ حضرت بلال رضؓ یہ سنکر رو دیئے۔

روایت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت بلال رضؓ سے اذان کی درخواست کی۔ انھوں نے جب مسجد کی چھت پر جاکر اذان دینا شروع کی تو مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ اور مرد اور عورتیں روتے ہوئے مسجد میں آکر جمع ہو گئے، ایسا منظر ہو گیا۔ گویا آج ہی حضور کا وصال ہوا ہے۔ اذان ختم کرنے کے بعد حضرت بلال رضؓ نے فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو خوش خبری دیتا ہوں کہ جو آنکھ حضور کے فراق میں روئی ہے وہ دوزخ کی آگ نہ دیکھے گی۔

میں کہتا ہوں یہ فضیلت اسی وقت کے لئے خاص نہ تھی۔ بلکہ تمام امت اجابت جب حضور کی وفات کو یاد کر کے رو دے گی سب کے بارے میں یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ آپ کا وصال تمام اُمت کی مشترکہ مصیبت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے جس کے بھی دو فرط ہوں گے وہ ان کے ذریعہ جنت میں داخل ہو گا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا اور جس کے ایک فرط ہو۔ فرمایا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر دریافت کیا، اور جس کے ایک بھی نہ ہو، فرمایا:۔

انا فرط امتی لن یصابوا

میں اپنی اُمت کا فرط ہوں ان کو ہرگز

بمثلی لے — ایسی مصیبت نہ پہنچی ہو گی جیسے میرے بارے میں پہونچی۔

غرضکہ حضرت بلالؓ پھر شام چلے گئے۔ وہ ہر سال مدینہ آتے اور اذان دیتے اور پھر چند روز رہ کر چلے جاتے۔ ان کی وفات ملک شام ہی میں ہوئی ہے۔ دوسرے صحابہ رضؓ جو مدینہ منورہ میں سکونت پذیر رہے وہ حضور کے روضۂ اقدس ہی سے تسکین پاتے اور دل میں اضطراب ہوتا تو حضور کے مزار مقدس کے سامنے آکر کھڑے ہو جاتے۔ اور عرض کر جاتے۔ ان میں سے بعض تو کانوں سے اور بعض دل کے کانوں سے اس کا جواب سُن لیتے۔ آپ کا مزار مقدس نہایت ہی نور و صفا کا مقام ہے۔ جو بھی ادھر سے گذرتا وہ جان لیتا کہ یہ کسی پیغمبر کا مزار ہے

قصہ اعرابی کافر کا چنانچہ ایک کافر اعرابی حاضر ہوا، اور مزار مقدس کو دیکھتے ہی کلمہ پڑھ لیا، دریافت کیا تو بتلایا مجھے پہلے سے تو معلوم نہ تھا لیکن جب یہاں آیا تو میرے دل میں الہام ہوا کہ یہ رسول اللہ کی قبر ہے۔ اس اعرابی کے یہ اشعار ہیں

مررت بقبر النبی محمد ۔ فکلمنی والقبر غیر مکلم
وبالقبر آثار النبوۃ قائم ۔ تصدع فیہ قلب کل مسلم
وانا ان لم احمد یا سید الوری ۔ فقیر لہ ینبی ان فیہ مکرم

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ کے دفن سے تین روز بعد اعرابی آیا۔ آپ کی قبر پر اپنے کو گرا دیا اور ایک مشت خاک اٹھا کر اپنے سر پہ بکھیری، اور کہا، حضور آپ نے حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ قرار کیا۔ آپ ہی پر یہ نازل ہوا ہے

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم ۔ اگر وہ جب انھوں نے اپنے پر ظلم کیا۔

شیخ محمد بن عبداللہ جو مفسر ہیں فرماتے ہیں۔ میں آپ کی قبر کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا، اور آپ پر سلام پڑھا اور مندرجہ بالا آیت پڑھی) اور گناہوں کی مغفرت کی درخواست کی، مجھے اسی عالم میں غنودگی آگئی، تو میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا

لے رواہ ابوداؤد ۲ے اس سے ثابت ہے کہ محض زیارت قبر رسول کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ علامہ ابن قیم اور ابن تیمیہ کا مسلک اس بارے میں درست نہیں ہے۔

اس اعرابی سے کہہ دو، اس کے سب گناہ معاف کر دیئے گئے۔

زیارت مزار مقدس حضور پاک کے مزار مقدس کی زیارت کرنا بہت بڑی عبادت اور بہت بڑی فضیلت ہے۔ اور سنت مرغوب فیہ ہے اور بعض علماء نے وجوب کو بھی کہا ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے

من لم یزد قبری فقد جفانی جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا کی

دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے جس کو گنجائش ہے اور اس کے بعد اس نے ہماری زیارت نہیں کی۔ اس کے لئے کوئی عذر نہیں۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ میری قبر کی زیارت ایسی ہی ہے جیسی میری زیارت لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

تاریخ وفات جمہور علماء سیر نے بیان کیا ہے کہ آپ کی وفات کا حادثہ جانکاہ، دوشنبہ بارہ، ۱۲ ربیع الاول کو ہونے میں اشکال ہے۔ اس لئے کہ ائمہ محدثین اور مفسرین نے بیان کیا۔ باتفاق اس سال یوم عرفہ جمعہ کو تھا۔ اس طرح چاند رات ذی الحجہ کی پنجشنبہ کو ہوئی۔ اس طرح بارہ ربیع الاول کو دوشنبہ نہیں ہو سکتا، خواہ ماہ محرم، صفر ۳۰ دن کے ہوں خواہ ۲۹ دن کے ہوں۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ ممکن ہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی رویت میں اختلاف ہو گا۔ خواہ ابر ہو یا اختلاف مطالع ہو اس طرح اہل مکہ کے نزدیک چاند رات جمعرات کو اور اہل مدینہ کے نزدیک ذوالحجہ کی چاند رات جمعہ کو مانی جائے گی۔ عرفہ مکہ کی رویت کے اعتبار سے ہوا اور جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کی رویت کا اعتبار کر لیا لیکن علمائے متاخرین نے اس توجیہ کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ یہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے نیز اس توجیہ کی بنا پر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینوں کو ۲۹ دن کا تسلیم کرنا پڑے گا۔

آپ کی عمر شریف حضور صلعم کی عمر شریف کے بارے میں ارباب سیر کے اقوال مختلف ہیں۔ ایک قول ۶۳ سال اور دوسرا قول ۶۵ سال، تیسرا قول ۶۰ سال، چوتھا قول ۶۲ ½ سال کے بارے میں ہے اور ہر ایک قول روایت پر مبنی ہے

پہلے قول کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ ۴۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے ۱۳ سال مکہ میں رہے اور پھر دس سال مدینہ میں رہے۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اکثر ائمہ اسی طرف ہیں۔ دوسری روایت بھی حضرت ابن عباسؓ کی ہے لیکن ائمہ نے اس کو اختیار نہیں کیا، اور تیسری روایت حضرت انسؓ کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپ ۴۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ دس سال مدینہ میں رہے اور دس سال مکہ میں رہے اس طرح ساٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ انھوں نے ۳ سال خفیہ دعوت کے شمار نہیں کئے ہے۔ اور چوتھی روایت حضرت عمرؓ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر پیغمبر کی عمر سابقہ پیغمبر سے نصف ہوتی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی عمر ۱۲۵ سال کی ہوئی تھی۔ لیکن یہ حدیث ضعف سے خالی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اہم مباحث از مترجم

واقعات ساٹھ اور وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں فتنۂ ارتداد اور خلافت صدیق اکبرؓ یہ دو ایسے مباحث گذرے ہیں کہ جن سے پیدا شدہ اشکالات کا جواب حاشیہ میں نہیں دیا جاسکتا تھا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں مباحث کی اصلیت اور حقیقت کو سادہ طور پر بیان کر دیا جائے۔ اُمید ہے کہ یہ بحث اضافہ نہیں بلکہ مفید ثابت ہوگی۔

فتنۂ ارتداد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ابتدائی دور خلافت میں عرب کے مختلف قبائل میں۔ جو بغاوت پھوٹ پڑی اور چند مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے۔ اس کو فتنۂ بغاوت قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ اگرچہ اہل سیر اور تاریخ نے بعض وجہ سے اس کو ارتداد قرار دیا ہے

لہ ان احادیث کو امام ترمذی نے بروایت ابن عباس روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ فتنہ ارتداد نہیں تھا

اس جگہ یہ بھی اشکال ہوتا ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد ان قبائل نے یہ حرکت کیوں کی؟ اور جن عربوں نے ایک سچی رسالت کو بہت دیر میں قبول کیا اور بے انتہا ستایا، وہ چند جھوٹے رسولوں کے پھندوں میں کیوں آگئے؟ ان اشکالات کے جوابات اگرچہ گذشتہ واقعات اور حالات کے تحت آچکے ہیں، لیکن مطالعہ کے وقت ان کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے۔ بس اس جگہ ہم گذشتہ حالات اور واقعات کی طرف اشارہ ہی کریں گے۔ اس سے پوری بات سمجھ میں آجائے گی۔ سورۂ حجرات جو ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اس پوری سورت کو غور سے پڑھئے! اس سورت میں یہ بھی مذکور ہے۔

قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا	اعراب کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے آپ
ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل	فرمادیجئے تم مومن نہیں ہوئے بلکہ یہ کہو کہ تم تابعدار
الایمان فی قلوبکم	ہوگئے ہو اور ایمان تمہارے دلمیں ابھی تک داخل نہیں ہوا۔

اعراب سے مراد وہ قبائل ہیں جو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں آباد تھے، لیکن بیرون حجاز تھے۔ مثلاً عبس، ذبیان، غطفان، بنو کنانہ، فزارہ، ان تک ابھی دینی تعلیمات تفصیل سے نہیں پہونچی تھیں مسلمانوں کی کثرت فتوحات کی وجہ سے انھوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو تسلیم کرلیا تھا۔ اگر مذہبی تسلط قبول کرلیتے تو قرآن پاک "حرف لما" کے ساتھ کلیتہً ایمان کی نفی نہ کرتا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن پاک کے نزدیک "اسلمنا" سے مراد اسلام کا سیاسی تسلط ہے، ورنہ مذہبی اصطلاح میں، اسلام کی اصل میں ایمان موجود ہے۔

سورۂ حجرات کے مطالعہ کے بعد سورۂ توبہ کا بغور مطالعہ کیجئے۔ اس میں جگہ جگہ "اعراب" اور "مخلفون" کے نام سے ان کو یاد کیا ہے۔ اس سورت کا نزول غزوۂ تبوک کے بعد ۹ھ میں ہوا۔ اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ فرضیت زکوٰۃ ۸ھ میں ہوئی جس کے احکامات کی تبلیغ کا انتظام ۹ھ میں ابھی پورے طور پر نہیں ہوا تھا کہ ان مذکورہ قبائل نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا۔ اور انکار بھی صرف اسقدر رکھا کہ وہ دربار خلافت کو زکوٰۃ نہیں دیں گے، جس کو وہ اپنے گمان میں خراج تصور کرتے تھے اور اس کو اپنی قبائلی ذلت سمجھتے تھے

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ارشاد میں موجود ہے۔

ولو منعونی — اگر مجھے دینے سے منع کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس نزاکت سے واقف تھے لیکن دوسرے صحابہ رضؓ جن میں حضرت عمر رضؓ بھی داخل ہیں۔ ان سے جنگ اور مقاتلہ کے خلاف تھے۔ انھوں نے عرض کیا تھا کہ آپ ان کو کس طرح قتل کریں گے۔ حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا تھا۔ اگر وہ پہلے اونٹ کی رسی بھی زکوٰۃ میں دیتے تھے اگر وہ اس کو بھی مجھے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضؓ اور بعض دیگر صحابہ رضؓ کے نزدیک منع زکوٰۃ ارتداد نہیں تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی نظر کہیں اور تھی اور ان کو جنگ پر اسی وجہ سے اصرار تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس باریکی کو یا تو کوئی رسول سمجھ سکتا تھا یا رسول کا جانشین اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا یہی مقام تھا۔ اسی وجہ سے وہ اس فرق سے خوب واقف تھے

یہ حالات تو شمالی عرب کے بارے میں ہیں۔ اب جنوبی عرب کی طرف آیئے۔ جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر تھا۔ اور اتفاق سے جنوب اور شمال میں پہلے ہی سے بہت زیادہ عناد تھا۔ وہ اپنے خدا کو، رحمن یمامہ کہتے تھے، کیونکہ شمال والے اللہ کا نام لیتے تھے۔ جنوبی قبائل میں بغاوت کرنے والے بنو حنیفہ، بنو ثقیف۔ حضرموت، یمن میں نجران کے بنو تغلب عیسائی تھے۔ بنو تمیم۔ مضر، دوس، بنو عامر، اور عرب کی شمال مغربی سرحد پر غسان اور بنو قضاعہ تھے۔ ان قبائل کے حالات اور ان کے ایمان کے بارے میں قرآنی شہادت بہت کافی ہے وہاں اسلام بہت کم پہونچا تھا بلکہ وفود کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہاں اسلام کے بارے میں ابھی وہی عقائد تھے جو شروع میں قریش کے تھے۔ اس وقت قریش کے علاوہ جو اسلام پر قائم رہے وہ صرف مزنیہ غفار، جہینہ، بلی، اشجع۔ بنو خزاعہ، اسلم تھے۔

مدعیانِ نبوّت

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

لا تقوم الساعة حتی یبعث	قیامت قائم نہ ہوگی کہ جب تک کذاب
کذابون دجالون قریب من	دجال قریب تیس نہ نکل لیں ان میں
ثلاثین کلھم یزعم انہ	سے ہر ایک یہی کہے گا کہ وہ خدا
رسول اللہ	کا رسول ہے۔

آپ کے ارشادگرامی کی صداقت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ ان مدعیان نبوت میں کچھ تو آپ کے سامنے ظاہر ہوئے، اور کچھ آپ کے بعد ہوئے اور قیامت تک یہ تعداد پوری ہو جائے گی. فتنہ ارتداد کے زمانہ کے چار مدعیان نبوت وہ ہیں جنھوں نے تحریک بغاوت کی خوب قیادت کی، اور چند وہ ہیں جو زیادہ بڑے اور مشہور نہیں تھے لیکن تھے۔

مدعیان نبوت میں سب سے زیادہ پیش پیش اسود عنسی طلیحہ بن خویداسدی مسیلمہ کذاب اور اس کی بیوی سجاح ہیں. وفود کے ضمن میں ان کے حالات گذر چکے ہیں کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے تھے۔ اور اتفاق سے ان قبائل کی سرداری کر رہے تھے جو مدینہ منورہ سے زیادہ فاصلہ پر تھے اور ابھی تک وہاں اسلامی تعلیمات کی اشاعت نہیں ہوئی تھی بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمال اور معلمین کو متعرر کرنا شروع کیا تھا۔

مانعین زکوٰۃ کے سلسلہ میں اس قدر معلوم ہونا چاہیئے کہ ان میں وہی قبائل اور ان کے سردار شریک تھے جن کے وفود کی آمد میں بہت سے ناخوشگوار واقعات پیش آئے ہیں مثلاً ایک قبیلہ حاضر ہوا کہ اس نے زور خطابت میں آپ سے مناظرہ کیا، ایک وفد آیا کہ اس کا سردار آپ کے قتل کی گھات میں رہا۔ ایک وفد آیا کہ آپ نے اس کو بشارت دی، اس نے اس کا انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہمیں خالی بشارت نہیں چاہیے۔ یہ سب حالات گذر چکے ہیں ان اشارات کے بعد بحث کا خلاصہ۔ اس طرح کیا جا سکتا ہے

۱۔ جو لوگ بغاوت کی تحریک کی قیادت کر رہے تھے وہ وہی تھے جو اپنی حکومت اور اقتدار روز اول ہی سے چاہتے تھے اور اس کا انھوں نے مطالبہ بھی کر دیا تھا

۲۔ نجران کے نصاریٰ اور بنو تغلب بدستور عیسائی تھے۔

۳۔ شام اور روم کی حکومتیں اسلام کے خلاف بدستور صف بستہ تھیں۔

۴۔ مانعین زکوٰۃ کی قیادت وہی لوگ کر رہے تھے جن کو قرآن پاک نے اعراب کے نام سے یاد کیا ہے اور ان میں مولف قلوب بھی شامل تھے۔ جیسے ابوطفیل دوسی، عینیہ بن حصن فزاری وغیرہ ان کو مدعیان نبوت سے قوت حاصل ہوگئی یا مدعیان نبوت کو ان سے قوت مل گئی۔

۵۔ مدعیان نبوت کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اس تحریک کو مذہبی رنگ دیدیں چنانچہ انھوں نے جھوٹی نبوت کا اعلان کردیا اور زکوٰۃ معاف کردی اور یہ اعلان مانعین زکوٰۃ کے منشار کے مطابق تھا۔ لہٰذا ایک خالص اقتصادی اور اقتدار کی تحریک کو انھوں نے مذہبی تحریک بنا دیا، ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ مدعیان نبوت کو خود اپنی نبوت پر اعتماد نہ تھا کیونکہ مسیلمہ کا موذن اذان میں کہتا تھا۔

اشھد ان مسیلمۃ یزعم	میں گواہی دیتا ہوں کہ مسیلمہ کا خیال
انہ رسول اللہ [1]	ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے۔

اور مسیلمہ اس کو فصیح قرار دیتا تھا۔ اور موذن کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ اس کی رسالت اعتقاد کے درجہ میں نہیں قبول کی تھی۔ اب اس آیت مبارکہ کی طرف رجوع فرمایئے کہ جس کو ہم نے شروع میں نقل کیا ہے کہ قرآن پاک نے کتنے واضح طور پر ان کے عدم ایمان کو ظاہر کیا ہے۔ اور ان کا جس قدر بھی اسلام سے تعلق تھا اس کو قرآن پاک نے سیاسی تابعداری قرار دیا ہے۔ اس کے بعد دو حدیثیں اور ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کرتے وقت فرمایا تھا۔

اما والذی نفسی بیدہ	خدا کی قسم بلاشک جعیل عینیہ اور اقرع
لجعیل بن سراقۃ الضمری	جیسے چھاپے ماروں سے بہتر ہیں لیکن
خیر من طلاع الارض کلھم	میں دل جوئی کرتا ہوں۔ تاکہ وہ
مثل عینیۃ بن حصن واقرع	دونوں .. ..

---

[1] فتوح البلدان ص۹۰

بن حابس ولکنی تالفتھما یسلما　　　مسلمان ہو جائیں

دوسری حدیث ہے :-

تالفت بھا قوما یسلموا ؎　　میں ان عطیات سے ایک قوم کی تالیف قلب کرتا ہوں تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں ۔

غور فرمائیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولفۃ قلوب اور مانعین زکوٰۃ کی تیاد کرنے والوں کے لئے کیا فرمایا ہے؟ ان وجوہات کی بنا پر یہ فتنہ ارتداد نہیں بلکہ اسلامی حکومت اور خلافت کے خلاف ایک بغاوت تھی ۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے کیونکہ قرآن پاک کے نزدیک وہ ابھی ایمان ہی نہیں لائے تھے ۔ اس کے بعد اب صرف ایک ہی اشکال باقی رہتا ہے کہ بعض آثار صحابہ رضوان اور اہل تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اس فتنہ کو ارتداد سے کیوں یاد کیا ہے؟ جواب اس کا بہت سہل ہے ۔ وہ یہ کہ اسلام کے نزدیک مرکز ملت (امارت یا خلافت) سے انحراف دراصل ارتداد ہی کے مترادف ہے کیونکہ یہ وہ اہم مرکز ہے کہ جس کی وجہ سے قیام دین اور قیام ملت ہے ۔ یہ اہمیت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے ارشاد سے بخوبی واضح ہوتی ہے ۔ ازالۃ الخفاء کے شروع میں خلافت کے متعلق نہایت لطیف بحث کی ہے جس کا خلاصہ اس جگہ پیش کیا جا رہا ہے ۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام ہی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے ۔ بعد بعثت آپ نے جن امور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا اگر ان سب کا استقرار کر کے جزئیات سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلیٰ ہے تو یہ ثابت ہو گا کہ تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی ۔ یہ جنس اعلیٰ ہے اس کے تحت حسب ذیل کلیات آتی ہیں ۔

۱ - علوم دین کا احیاء (قائم رکھنا اور رائج کرنا ، علوم دین سے مراد قرآن و سنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت ۔

۲ - ارکان اسلام ، نماز ، روزہ ، حج وغیرہ کا قیام اور استحکام

۳ - لشکر کا تقرر اور غزوات کا اہتمام

۴۔ مقدمات کا انفصال اور قاضیوں کا تقرر۔

۵۔ امر بالمعروف (عمدہ افعال و اوصاف کا حکم دینا، اور ان کو رائج کرنا۔ نہی عن المنکر بری باتوں کو روکنا، جو حکام نائب مقرر ہوں ان کی نگرانی کرنا کہ پابند حکم رہیں۔ ان جملہ امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس فرمایا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام وحفاظت کے واسطے ضروری تھا کہ نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر ہو تاکہ وہ اقامت دین کی مندرجہ بالا خدمات کو انجام دے۔

لہٰذا جن قبائل نے دربار خلافت کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، تاریخ اور سیرت نے اہمیت کے اعتبار سے اسکو ارتداد قرار دیا ہے جو حقیقتاً بغاوت تھی۔ لیکن مفسرین کی ایک معتدبہ جماعت نے سورۂ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کے تحت اس کو فتنہ ارتداد ہی قرار دیا ہے۔ آیت مبارکہ یہ ہے۔

یاایھا الذین من یرتد منکم	ایمان والو اگر تم میں سے کوئی مرتد
عن دینہ فسوف یاتی اللہ	ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایک قوم
بقوم۔ الایۃ	کو لائے گا۔ الخ

مفسرین نے آیت مبارکہ کے اول جزو سے مرتدین مراد لئے ہیں اور ثانی جزو سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور ان کے ساتھی مراد لئے ہیں لیکن ہماری گذارش یہ ہے کہ اولاً تو یہ آیت عام ہے اور سورۂ حجرات کی آیت خاص ہے اور عام کے مقابلہ میں ترجیح ہوتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ ارتداد کے جو معنی ہم نے بیان کئے اس سے یہ معارضہ باقی نہیں رہتا اور مفسرین کے مصداق کے اوپر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کارنامہ خلافت

بلا شک وشبہ ایسے عظیم طوفان کے وقت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو کارنامہ انجام دیا، وہ ایک اولوالعزم نبی کے کارنامہ کی برابر تھا۔ ان کی خلافت در اصل تکملہ کار رسالت تھی۔ ایسے وقت میں حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی جبکہ تمام صحابہ رضؓ انکار کر رہے تھے، مقام ذوالقصہ میں جاکر خود لشکر کی قیادت کرنا اور مرتدین (باغیوں) کو شکست دینا جبکہ تقریباً تمام صحابہ رضؓ آپ کے باہر جانے کے خلاف تھے (اس کی تفصیل اسی کتاب کی جلد ثانی میں آئے گی)، یہ عظیم کارنامے ہیں اور ان سے اشارۃً

ثابت ہے۔

۱۔ یہ کارنامہ خلافت کا تھا ورنہ جس کو لوگ آج کل اسلامی جمہوریت کہتے ہیں۔ اس میں اس کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ جمہور کی رائے جیش اسامہ رضؓ کی عدم روانگی اور جنگ ذوالقصہ میں حضرت ابوبکر رضؓ کی عدم شرکت تھی۔

۲۔ مندرجہ بالا جس قدر قبائل بھی نظام خلافت سے وابستہ تھے ان کے لئے نقطۂ اتحاد اسلام تھا۔ جو لوگ اس کو نقطۂ اتحاد قرار نہیں دیتے وہ محرف فی الدین ہیں۔

۳۔ جو لوگ مدنی نظام کو موجودہ زمانہ میں قومیت یا نیشنلزم سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ بھی محرّف ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت نے اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو غرق ہونے سے بچایا، اور ان کے بعد اسلامی نظام خلافت اور امارت کی برکت سے اسلام کو فروغ نصیب ہوا۔

حدیث قرطاس حدیث قرطاس اسکی وجہ سے بعض محدثین نے بہت قیاسات بیان کئے ہیں، اور اہل روافض نے تو اس حدیث کی وجہ سے حضرت عمر رضؓ پر بہت طعن کیا ہے۔ ان تمام مباحث کو دیکھ کر مولانا شبلیؒ نے الفاروق میں اس حدیث کا انکار کردیا ہے[1]۔ اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس کا جائزہ لیتے ہیں

اس حدیث کو امام بخاری نے عبید اللہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے۔ اور کسی صحابی نے اس کو روایت نہیں کیا۔ لیکن تنہا حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس کی تردید کسی نے نہیں کی ہے۔ اس حدیث میں ایک جملہ ہے۔

فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ	ابن عباس رضؓ یہ کہتے ہوئے نکلے یہ بہت بڑی مصیبت تھی۔

یہ عبید اللہ کا مقولہ ہے جو انھوں نے روایت کیا ہے اور منشا اسقدر ہے کہ ان سے حضرت عباس رضؓ

---

[1] الفاروق ص ۴۹ / ج ۱

...... روایت کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے نکلے۔ یہ بات نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رض واقعہ کے وقت یہ کہتے ہوئے نکلے تھے۔

حدیث میں دوسرا اشکال لفظ "ھجر" سے پیدا ہوا ہے جس کے معنی ہذیان اور اختلال حواس کے لئے جاتے ہیں لیکن مسلم شریف میں ہے "اھجر" قاضی عیاض نے کہا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے[1] جس کے معنی انوکھی اور نئی بات کے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اپنے کمال تفقہ اور منشائے نبوت کو جاننے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتابت سے روک دیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت آپ حضرت ابوبکر صدیق رض ہی کی خلافت کے بارے میں تحریر کرائیں گے اور ان کی خلافت معین ہو چکی ہے، کیونکہ آپ نے ان کو امیر الحج مقرر فرمایا تھا، اور آپ ہی نے ان کو امام صلوٰۃ بنایا تھا۔ اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ آپ کو تکلیف دی جائے۔ ہماری اس توجیہ کو مسلم شریف کی مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں ملاحظہ کیا جائے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں:۔

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں
فرمایا، ذرا اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ
تو میں ایک تحریر لکھ دوں، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرے
اور کہے کہ میں زیادہ بہتر ہوں۔ حالانکہ اللہ اور مسلمانوں
کے نزدیک ابوبکر سے زیادہ کوئی بہتر نہیں ہے[2]

اس حدیث سے حضرت ابن عباس رض کی حدیث کی شرح ہو گئی اور اس حدیث کی بھی شرح ہو گئی جسکو سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ میں تیسری بات بھول گیا، اس کے علاوہ دوسری چیزیں ہم حاشیہ میں ذکر کر آئے ہیں۔

حدیث قرطاس کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی نے دفتر دوم مکتوب ۹۶ میں نہایت عجیب بحث کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث اھجر استفہموہ میں حضرت عمر رض نے کاغذ لانے سے منع نہیں کیا تھا بلکہ یہ مشورہ دیا تھا کہ حضور سے مکرر دریافت کر لو۔ اس تشریح سے تمام اشکالات دور ہو گئے[3]

---

[1] مرقاۃ ۵/۲۹۴ [2] مسلم فضائل ابی بکر صدیق رض [3] مکتوبات مجددیہ ۲/۱۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا باب

فضائل درود، ازواج مطہرات

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

ترتیب

ازواج مطہرات

دوسرا باب

فضائل درود شریف اور اہم عنوانات

تحقیق صلوٰۃ صلوٰۃ کے معنی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت، فرشتوں کی جانب سے استغفار، اور مومنین کی جانب سے مدح، ثنا، تعظیم اور دعا ہیں لیکن بعض محققین نے کہا ہے کہ صلوٰۃ خدا کی جانب سے رحمت اور دوسروں کی طرف سے خدا سے رحمت طلب کرنا ہے۔ امام غزالی رح نے کہا ہے صلوٰۃ لفظ مشترک ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ "اللھم صلی علی محمدٍ" کے معنی یہ ہیں۔ کہ اے خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم فرما۔ دنیا میں، اعلاء دین، اظہار دعوت اور اعظام ذکر اور ابقاء شریعت کے ذریعہ اور آخرت میں قبول شفاعت اور ثواب بڑھا کر، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

حکم صلوٰۃ اِنَّ اللّٰہ وملائکتہ یُصلون علی النبی الخ

اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

آیت کریمہ میں امر، وجوب پر محمول ہے لیکن مقدار واجب میں اختلاف ہے اکثر ائمہ کا فرمانا ہے کہ صرف ایک مرتبہ واجب ہے۔ اور زیادہ مرتبہ مستحب اور مندوب ہے اور بعض جگہ مستحبات میں سب سے موکد ہے یعنی نماز میں تشہد اول کے بعد۔ اور دوسرے تشہد میں واجب ہے۔ یہ امام شافعی رح کا مسلک ہے [1]

دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی سی دعا اس وقت تک محجوب رہتی ہے۔ جب تک درود شریف

---

[1] یہ امام شافعی رح کا مسلک ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رح کا مسلک یہ ہے کہ دونوں تشہد کے بعد اہم مستحبات میں سے ہے۔

نہ پڑھا جائے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، دُعا اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے[1]

اہم موکدات میں سے ایک وقت مسجد کے داخل ہونے کا ہے۔ اور دوسرا وقت مؤذن کے اذان سے فارغ ہونے کا۔ اور ایک وقت آپ کا نام لکھنے یا سننے کا ہے۔ اور بعض ائمہ شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جب بھی آپ کا نام پاک لکھا جائے یا سُنا جائے واجب ہے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

البخیل من ذکرت عندہ ولم یصل علی[2]

بخیل وہ ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اُس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ اس کی شقاوت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے۔ اور فرمایا جس آدمی کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا وہ خدا کی رحمت سے دور ہو۔ فرمایئے! آمین میں نے آمین کہا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "جفا یہ ہے کہ میرا نام لیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہ بھیجا[3]

یہ سب احادیث وجوب پر دلالت کرتی ہیں بعض ائمہ نے کہا۔ ایک مجلس میں صرف ایک مرتبہ واجب اور بعض کے نزدیک تین بار[4]

فضائل درود شریف

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن پلصراط پر، درود شریف کے سبب نور ہو گا جو شخص

---

[1] رواہ ترمذی [2] رواۃ ترمذی [3] یہ تمام احادیث تفسیر ابن کثیر ج ۳ میں موجود ہیں [4] تین مرتبہ حکم بر بنائے احتیاط دیا ہے ورنہ واجب صرف ایک مرتبہ ہے اکلیل ص۳۷۔ ابن کثیر ج۲ ص۵۱۶ معلوم رہے کہ غیر انبیاء مثلاً حضرت علیؓ یا حضرت حسینؓ کے لئے صلوٰۃ یا سلام کا لفظ استعمال کرنا بدعت اور اہل رفض کا شعار ہے جیسا کہ عزوجل صرف اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایسے ہی صلوٰۃ اور سلام انبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے۔

ایضاً مذکورہ حوالہ۔ کتابت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ہر مرتبہ کو مستحب قرار دیا ہے لیکن امام احمد سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ ابن کثیر ص۵۱۳

جمعہ میں مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے[1]
حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا شب جمعہ میں مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو۔ وہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں[3]

درود شریف میں مضارع کا صیغہ (یصلون) دوام اور استمرار پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ہمیشہ درود شریف بھیجتے ہیں۔ مومنین کو بھی ہمیشہ اپنے مہمات امر میں آپ پر درود شریف بھیجنا چاہئے۔ حضرت عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، آپ میری آنکھوں کی واپسی کی دعا فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وضو کے بعد دو رکعات (صلوٰۃ الحاجت) ادا کر اور پھر یہ کہو۔

اللّٰھم اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ
یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی[4]

حضرت عثمان بن حنیف کہتے ہیں وہ آدمی مجلس سے اٹھ کر چلا ہی تھا کہ پھر آیا اور عرض کیا میں بینا ہو گیا ہوں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا حضور! میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں اور اپنی دعا کے وقت بھی آپ پر درود ہی پڑھتا ہوں۔ فرمایا کس قدر اوقات ہوں گے۔ عرض کیا چوتھائی فرمایا، اور زیادہ کر، عرض کیا، نصف وقت کرنے لگوں؟ فرمایا اور زیادہ۔ عرض کیا، دو تہائی فرمایا، اور زیادہ۔ میں نے عرض کیا، اب میں سب اوقات ہی درود پڑھونگا۔ ارشاد فرمایا:
ذا یکفی بک و یغفر لک ذنبک[4] — یہ تجھے کافی ہے اور تیرے گناہ معاف ہو جائیں گے

---

[1] یہ حدیث دلائل الخیرات میں بھی موجود ہے۔ لیکن اس کی سند میں محمد بن رزام واضع حدیث ہے۔۔۔ تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۹ [2] ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۴ ج ۲
[3] یہ حدیث کتب متداولہ میں نہیں ہے۔ بظاہر موضوع معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ عزیز الرحمن غفرلہٗ
[4] رواہ ترمذی قال ھذا حدیث حسن

کیفیت صلوٰۃ

اس باب میں صحیح حدیث ایک تو حضرت کعب بن عجرہ رضؓ کی ہے کہتے ہیں میں نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ پر سلام بھیجنا تو ہم جانتے ہیں لیکن صلوٰۃ (درود شریف) کس طرح بھیجیں یعنی بعد تشہد، اور ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً خواہ نماز ہو یا غیر نماز ہو، آپ نے ارشاد فرمایا:-

اللّٰھم صل علی محمدٍ وعلیٰ آلِ محمّدٍ کما صلّیتَ علیٰ
ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم انّک حمیدٌ مجید
اللّٰھم بارِکْ علیٰ محمّدٍ وّعلیٰ آلِ محمّدٍ کما بارکتَ
علیٰ ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم انّک حمیدٌ مجیدٌ

یہ روایت صحیحین میں ہے اور ابوداؤد و ترمذی میں کما بارکت علی ابراھیم میں آل کا لفظ حذف ہے۔ اس طریقہ درود شریف کو امام شافعی۔ امام احمد نے اختیار کیا ہے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رح نے بھی اسی کو پسند کیا ہے مگر وہ لفظ "فی العالمین" کا اضافہ فرماتے ہیں[۱] اور سب سے مختصر درود شریف یہ ہے صلی اللّٰہ علی النبی

دوسری حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ کی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ پر کس طرح درود شریف بھیجا جائے، ارشاد فرمایا:

اللّٰھمّ صلی علی محمد عبدك ورسولك کما
صلیت علی ابراھیم وبارك علی محمد کما بارکت
علی ابراھیم۔

تیسری حدیث ابوحمید ساعدیؓ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا

اللّٰھم صلی علی محمدٍ وازواجہ وذریاتہ کما
صلیت علی ابراھیم وازواجہ وذریاتہ انك حمید مجید

امام شافعی کے نزدیک سب سے افضل درود شریف یہ ہے

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کلما ذکرہ الذاکرون

---

[۱] یہ حدیث چند طرح پر مروی ہے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۶ ج ۳۔ جمع الفوائد ۲۹۶ ج ۲ [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۲ ج ۳ [۳] ایضاً

وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون [1]

بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ تمام طرق حدیث کو جمع کرنا زیادہ افضل ہے [2]

ثواب صلوٰۃ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق اور مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجے گا، ایک روایت یہ ہے کہ جو مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجیگا، اس کو قیامت کے اہوال سے نجات ملے گی۔

ایک روایت یہ ہے کہ جو مجھ پر درود شریف بھیجتے ہیں ان کو حوض کوثر پر شناخت کروں گا حضرت عمرو بن العاص رض روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائیگا۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔ اور اس کے اعمال نامہ سے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے اور اس کی جگہ دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی زید بن حباب رض کہتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے یہ پڑھا۔

اللھم صل علی محمد وانزلہ المنزل المقرب
عندک یوم القیامۃ

اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی [3]

امام شافعی رح کے شاگرد اسماعیل بن ابراہیم فرماتے ہیں، کہ بعد وفات میں نے امام شافعی رح کو خواب میں دیکھا، تو دریافت کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا مجھ کو بخش دیا۔ اور جنت میں بھیجدیا۔ میں نے پوچھا یہ کس وجہ سے ہوا۔ فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت سے درود بھیجا کرتا تھا۔ اور یہ وہی درود ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے)

بعض اسلاف نے کہا ہے کہ میں بہت سے حضرات کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ طوفان آیا۔ اور کشتی غرق ہونے کے قریب ہوگئی۔ لوگوں کا عجیب حال تھا مجھے اسی حالت میں

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱۲ ص ۵ [2] دلائل الخیرات میں تمام طرق کو جمع کر دیا گیا ہے، درود شریف کے صیغوں میں بہتر سے بہتر صیغہ اختیار کرنا چاہیے۔ اثر ابن مسعود تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۹ [3] تمام روایات تفسیر ابن کثیر میں موجود ہیں۔

اونگھ آگئی، تو دیکھا کہ حضور ارشاد فرما رہے ہیں۔ ان لوگوں سے کہو، وہ یہ پڑھیں۔

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ تنجینا بھا
من جمیع الاھوال والآفات وتقضی لنا بھا من
جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیّاٰت
وترفعنا بھا عندک اعلی الدرجات وتبلغنا بھا
اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیاۃ
وبعد الممات

جب میں بیدار ہوا، ہم نے اس کو پڑھا ابھی سو مرتبہ نہیں پڑھا تھا کہ کشتی طوفان سے نکل گئی[1] درود شریف کے منجملہ فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور کی زیارت نصیب ہو گی۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا ہے شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ رض روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس سے ثابت ہے کہ آپ کو خواب میں بھی دیکھنے والا دوزخ میں نہ جائے گا[2]

دستور یہ تھا کہ آپ کی مجلس میں آپ کے اور حضرت ابو بکر صدیق رض کے درمیان میں کوئی اور آدمی نہیں بیٹھ سکتا تھا ایک دن ایک آدمی آیا۔ آپ نے اس کو اپنے درمیان بٹھا لیا۔ لوگوں کو اس سے بہت تعجب ہوا۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ آدمی مجھ پر یہ درود شریف بھیجا کرتا ہے۔

اللّٰھم صل علی محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ
اللّٰھم صل علی محمد کما تحب وترضی لہ

---

[1] دلائل الخیرات کے حاشیہ میں اور تذکرۃ الرشید میں مہمات امر کیلئے۔ ایک دفعہ میں ایک ہزار کو پڑھنے کا حکم دیا ہے اور راقم الحروف نے سینکڑوں مہمات امر میں اسکو مجرب پایا ہے اور کم از کم تعداد سو مرتبہ سے تو گریز نہ کرنا چاہئے [2] بشرطیکہ ایمان اور اسلام پر انتقال ہوا ہے ورنہ اگر کافر دیکھ لے تو اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ عزیز الرحمن غفر لہٗ [3] یہ درود شریف اور اس سے متعلق یہ واقعہ اختلاف الفاظ کے ساتھ تفسیر مظہری بج ۱۴۹ میں ملاحظہ فرمائے۔

اور بعض اسلاف نے یہ روایت کیا ہے کہ جو آدمی یہ درود شریف ستر بار پڑھیگا اسکو آپ کی زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے:۔

اللّٰھُمَّ صل علی روح فی الارواح وعلی جسد محمدؐ فی الاجساد وعلی قبر محمد فی القبور[۱]

ازواج مطہرات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے جس عورت سے بھی نکاح کرنا چاہا یا اپنی کسی بیٹی کا کسی سے نکاح کرنا چاہا، حضرت جبرئیل آئے اور اللہ تعالیٰ کے امر سے مطلع فرمایا۔ تب ہی میں نے نکاح کیا ہے۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ کے بارہ ازواج مطہرات ہوئیں کہ جن سے آپ نے زفاف کیا۔ گیارہ متفق علیہ ہیں۔ ایک کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ زوجہ محترمہ تھیں یا سریہ؟ اس بارے میں انشاء اللہ مفصل بیان آئے گا۔

حضرت خدیجہ رض

حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب قصی پر جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رض کا سلسلہ نسب ایک ہو جاتا ہے حضرت خدیجہ اور حضرت ام حبیبہ رض یہ دونوں سلسلہ نسب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہیں۔

حضرت خدیجہ رض کی کنیت ام ہند ہے۔ آپ کی ماں کا نام فاطمہ بنت زایدہ ہے۔ وہ بنی عامر بن لوی سے تھیں۔ حضرت خدیجہ رض سب سے پہلے عتیق بن عاید بن عبد اللہ مخزومی کی زوجیت میں رہیں۔ ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان کے بعد ابو ہالہ بن نباش سے نکاح ہوا۔ ابو ہالہ کا نام مالک تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ زرارہ تھا، اور

---

[۱] حاشیہ دلائل الخیرات میں اسی طرح مذکور ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ زبیر تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ ھند تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے ان سے بھی دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ اور دوسرے کا نام ھند تھا۔ جب حضرت خدیجہؓ حضورؐ کی زوجیت میں آئیں تو ھند کی تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ ھندؓ فرماتے ہیں:۔

میرا باپ بزرگ، میری ماں بزرگ۔ میرا بھائی بزرگ
میری بہن بزرگ۔ میرے باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
میری ماں خدیجہؓ، میرے بھائی قاسم اور میری
بہن فاطمہؓ ہیں۔

حضرت خدیجہؓ۔ نہایت عقلمند اور ذہین، پاکباز، خاتون تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں انکو طاہرہ کہتے تھے۔ نسب عالی، مال کثیر رکھتی تھیں۔ ابوھالہ کے بعد شرفاء اور سرداران قریش نے اُن سے نکاح کرنا چاہا، مگر انھوں نے سب کو انکار کر دیا۔ انکار کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک آفتاب اُن کے گھر میں اتر آیا، اور اُس کی روشنی اسقدر منتشر ہوئی کہ مکہ کے ہر گھر میں پہونچ گئی۔ اس کو انھوں نے اپنے چچا ورقہ بن نوفل سے ذکر کیا۔ وہ تعبیر کے فن میں ماہر تھے۔ انھوں نے کہا تمہارا عقد پیغمبر آخر زماں سے ہوگا۔ حضرت خدیجہ بولیں وہ کس شہر میں ہوں گے۔ ورقہ نے کہا مکہ میں ہوں گے۔ پھر دریافت کیا، کس قبیلہ سے؟ کہا قریش سے۔ اور کس بطن سے؟ کہا۔ بنی ہاشم سے۔ کیا نام ہوگا۔ کہا "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم، پس حضرت خدیجہ ہمیشہ آپ کا انتظار کرتی رہیں۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ابو طالب کی بہن عاتکہ موجود تھیں۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہو کر باہر تشریف لے گئے، ابو طالب نے بہن سے کہا "محمد" جوان ہو چکے ہیں۔ اور انھوں نے شادی کے بارے میں آج تک مجھ سے کچھ نہیں کہا[1]۔

عاتکہ: خدیجہ مالدار عورت ہیں۔ ان سے کہا جائے کہ اپنا کچھ مال مضاربت پر "محمد صلعم" کو

---

[1] جوان ہونے پر لڑکوں کا اپنے والدین سے شادی کا مطالبہ نہ کرنا اسوۂ پیغمبرانہ ہے۔ اس کے خلاف کرنا بے حیائی ہے لیکن ساتھ ہی والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو محسوس کریں۔ عزیز الرحمن غفرلہٗ

دیدیں اس سے جو نفع ہوگا ان کی شادی پر صرف کردیں گے۔ غرضکہ عاتکہ نے سب حال حضرت خدیجہ سے جاکر کہا۔ اس کی تفصیل گذشتہ ابواب میں گذر چکی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لڑکیاں اور لڑکے بجز حضرت ابراہیم رضہ کے حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئے۔ جب تک وہ حیات رہیں، ان کی رعایت سے آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ رضہ ہی سب سے پہلی خاتون ہیں جو آپ پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور اپنا تمام مال آپ کے لئے صرف کیا اور آپ کی بہت دلجوئی کی۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضہ کی فضیلت میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

دنیا کی افضل ترین عورت مریم اور خدیجہ ہیں۔[1]

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جنت کی افضل ترین عورت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلا رضہ فاطمہ بنت محمد اور آسیہ بنت مزاحم زن فرعون ہیں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلا اور فاطمہ بنت محمد ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بیان فرمایا۔ ایک دن حضرت جبرئیل ؑ نے کہا۔ دیکھئے! وہ خدیجہ کھانا لارہی ہیں جب وہ آئیں تو ان سے اللہ تعالیٰ کا سلام کہہ دیجئے اور ان کو بشارت دیدیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک مجوف موتی کا محل ان کے لئے تیار کر رکھا ہے جس میں کوئی رنج والم نہ ہوگا۔ حضرت خدیجہ نے سلام کے جواب میں کہا۔

ان اللہ ھو السلام ومنہ السلام وعلی جبرئیل السلام
وعلیک یارسول اللہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
وعلی من سمع السلام الا الشیطان[2]

علامہ نے کہا ہے۔ اس قصہ میں حضرت خدیجہ کا کمال درجہ کا تفقہ ثابت ہے۔ کیونکہ انھوں نے جواب میں علی اللہ السلام نہیں کہا۔ جیسا کہ بعض صحابہ نے تشہد میں کہنا شروع کیا تھا۔ وعلی اللہ السلام آپ نے اس سے روک دیا تھا اور فرمایا۔ التحیات للہ والصلوۃ والطیبات

---

[1] بخاری ومسلم [2] حدیث کا ابتدائی حصہ متفق علیہ ہے۔

اسی میں یہ بھی ثابت ہے کہ سلام لانے والے پر بھی سلام بھیجنا چاہیئے۔

حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہیں کہ مجھے جو رشک اور غیرت خدیجہ پر آتا ہے کسی عورت پر نہیں آیا۔ آپ ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ اگر کبھی کوئی بکری ذبح ہوتی تو اس کا کچھ حصہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے یہاں بھجواتے۔ میں نے کہا۔ کیا خدیجہ سے بہتر کوئی عورت نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا۔ خدیجہ میں بہت خوبیاں تھیں اور ان سے میرے یہاں اولاد ہوئی۔[1]

ایک دفعہ ہالہ حضرت خدیجہ کی بہن دروازہ پر آئیں اور دستک دی اور اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ خدایا یہ ہالہ ہوں! مجھے بہت غیرت آئی اور عرض کیا۔ آپ اس بوڑھی کو بہت یاد کرتے ہیں جس کے منہ میں دانت بھی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عیوض بہترین ازواج آپ کو دی ہیں۔ یہ سنکر آپ کو غصہ آگیا۔ پیشانی کے بال کھڑے ہوگئے اور فرمایا۔

جس وقت لوگ کافر تھے وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ لوگ مجھے جھٹلاتے تھے انھوں نے تصدیق کی۔ اپنا مال مجھ پر صرف کیا۔ مجھے دلاسا دیا۔[2]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت خدیجہ کو کبھی بدی سے یاد نہ کیا۔

ایک دن ام زفر حضرت خدیجہ کی مشاط آئیں۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز کیا اور فرمایا یہ خدیجہ کے سامنے ہمارے گھر آیا کرتی تھیں۔ اس قصہ میں مندرجہ ذیل حدیث کی صحت پر دلیل ہے۔

احب شیئ احب محبوباتہ وما یشبہ وما یتعلق بہ	محبوب ہر چیز کی تمام محبوبات اور اس کی ہم شبیہ اور اسی سے متعلق تمام چیزوں سے محبت ہوتی ہے۔

---

[1] بخاری و مسلم۔ روایت میں "ولد" ہے لیکن ہم نے یہاں ترجمہ مرقاۃ کے مطابق کیا ہے۔ ج ۵ ص ۶۱۱

[2] رواہ ترمذی

حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات کے بارے میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ رمضان المبارک سنہ ۱۰ نبوی میں وفات ہوئی اور مقام حجون میں دفن ہوئیں۔ آپؐ نے ان کی قبر پر ان کے لئے دعا کی۔ اس وقت نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی[1]۔ حضرت خدیجہ رضؓ کی عمر ۶۵ سال کی ہوئی۔

حضرت سودہ رضؓ

حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نفر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب۔ قریشیہ، عامریہ ہیں۔ ان کا نسب حضور سے لوی پر جاکر متصل ہو جاتا ہے۔ ان کی کنیت ام اسود ہے۔ ان کی ماں کا نام شموس بنت قیس ہے۔ اوائل بعثت میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔ ان کا پہلا شوہر ان کا چچازاد بھائی سکران تھا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا جو جلولہ کی جنگ میں قتل ہوگیا تھا۔ جلولہ فارس کا ایک شہر ہے۔ سکران کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت سودہ رضؓ نے سکران کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی تھی۔ کچھ مدت کے بعد وہاں سے واپس آگئیں۔ ایک دن انھوں نے خواب دیکھا کہ حضور میری طرف آتے ہیں اور میری گردن میں انھوں نے بانہیں ڈال دیں۔ بیدار ہوکر شوہر سے یہ خواب کہا تو اس نے کہا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ میرے بعد تم رسول اللہ صلعم سے عقد کروگی۔ اس کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ میں تکیہ لگائے ہوں اور آسمان سے چاند میری گود میں اتر آیا۔ اس کی تعبیر بھی ان کے شوہر نے دی کہ اب میں مرجاؤں گا اور تمہارا عقد حضور سے ہوجائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد سکران رضؓ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت سودہ رضؓ نے گوشۂ تنہائی اختیار کرلیا تھا۔ کہ حضرت خدیجہ رضؓ کے بعد اور حضرت عائشہ رضؓ کے نکاح سے قبل بروایت دیگر بعد میں۔ حضور سے عقد کرلیا اور مہر چار سو درھم مقرر ہوا۔

شھ میں یہ بہت زیادہ بوڑھی ہوگئی تھیں تو حضور نے ان کو طلاق دیدی بروایت دیگر ارادہ طلاق کیا۔ یہ ایک شب حضور کے راستہ میں بیٹھ گئیں اور عرض کیا۔ میں نے یہ سنا ہے میں چاہتی

---

[1] صلوۃ جنازہ ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی [illegible] میں حالات [illegible] میں ملاحظہ فرمایئے۔

ہوں کہ قیامت میں آپ کی ازواج کے ساتھ میرا حشر ہو اور اب مجھے خواہش بھی باقی نہیں ہے میں اپنی باری عائشہ رضؓ کو ہبہ کرتی ہوں. آپ رجعت فرمالیجئے! یا بروایت دیگر ارادہ طلاق ختم کر دیجئے. آپ نے وہ ارادہ ترک کر دیا.

کہتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت سودہ رضؓ حضور سے ایسی باتیں کیا کرتیں کہ آپ کو ہنسی آجاتی تھی. ایک شب حضرت سودہ رضؓ نے حضور کے پیچھے نماز ادا کی اور صبح کو عرض کیا. رات میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ اتنا طویل رکوع کرتے تھے کہ میں نے اپنی ناک کو اس اندیشہ کی وجہ سے پکڑے رکھا کہ کہیں اس سے خون نہ جاری ہو جائے. آپ مسکرا دیئے!

حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مناسک حج سے فارغ ہوئے تو ازواج سے ارشاد فرمایا کہ یہ تمھارا حج فرض تھا جو ادا ہو گیا. اس کے بعد بوریہ کو اختیار کر دو اور گوشہ میں رہنا. حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ تمام ازواج نے حج ادا کئے مگر حضرت سودہ اور حضرت زینب بنت جحش رضؓ نے نہیں کیا. وہ فرماتی تھیں. آپ کے بعد ہم کسی جانور پر سوار نہ ہوں گے.

حضرت سودہ رضؓ کی کتب متداولہ میں پانچ روایات مروی ہیں. ان میں سے ایک بخاری میں اور چار سنن اربعہ میں ہیں. ان کی وفات حضرت عمر رضؓ کے آخری دور خلافت میں ہوئی. وہ طویل القامت تھیں. حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ کہتی ہیں کہ حبشہ میں عورتوں کے لئے پردہ والا جنازہ بنایا جاتا تھا حضرت سودہ رضؓ کے لئے ایسا ہی جنازہ ترتیب دیا گیا. حضرت عمر رضؓ حضرت اسماء کو اس وجہ سے دعا دیا کرتے تھے کہ انھوں نے پردہ کا اہتمام کیا. یہ بھی ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضؓ ہیں کہ جن کے لئے اولاً ایسا جنازہ تیار کیا گیا. یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سودہ رضؓ کی وفات خلافت معاویہ رضؓ کے زمانہ میں ہوئی لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے اور واقدی نے دوسری روایت کو ثابت کیا ہے.

حضرت عائشہ رضؓ

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی بیٹی ہے. ان کی کنیت ام عبداللہ ہے. انھوں نے عرض کیا. تمام عورتوں کی کنیت ہے میری نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا. اپنی بہن کے لڑکے عبداللہ بن زبیر کے نام کے ساتھ ام عبداللہ کنیت رکھ لو. ان کی والدہ کا نام ام رومان تھا. حضرت عائشہ رضؓ کے کچھ حالات تو گذر چکے ہیں اور کچھ آئندہ بیان کئے جائیں گے.

حضرت عائشہ رضؓ فقہاء اور مفتیان صحابہ میں سے تھیں۔ اسلاف سے منقول ہے کہ ایک چوتھائی احکام شریعت ان ہی کے ذریعہ معلوم ہوئے۔ بعض احادیث میں بھی مذکور ہے۔

خذوا ثلثی دینکم عن ھذہٖ حمیراء — اپنے دین کا دو تہائی اس حمیراء سے دریافت کرو۔

حضرت عروہ بن زبیر رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ معانی قرآن۔ فرائض۔ احکام حلال و حرام۔ شعر عرب۔ انساب۔ سب سے زیادہ جانتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس چیزوں میں، دوسری ازواج پر فضیلت دی ہے۔ اوّل یہ کہ آپ کی ازواج میں میرے علاوہ کوئی باکرہ نہیں تھی۔ صرف[۲] میرے ہی ماں باپ ایسے ہیں کہ جنھوں نے ہجرت کی۔ میری[۳] برأت آسمان سے نازل ہوئی۔ میرے[۴] نکاح سے قبل حضرت جبرئیل نے میری صورت ایک ٹکڑے میں حضور کو دکھادی تھی کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں[۵]۔ میں[۶] اور حضور دونوں ایک ہی برتن میں غسل کرلیا کرتے تھے۔ آپ[۷] نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی تھی۔ میرے[۸] علاوہ کسی عورت کے لحاف میں وحی نازل نہیں ہوئی۔ آپ[۹] کی روح اس حال میں قبض ہوئی کہ آپ میرے آغوش میں تھے۔ آپ[۱۰] کی وفات میری نوبت کے دن ہوئی۔ آپ[۱۱] میرے حجرہ ہی میں مدفون ہوئے۔

روایت ہے کہ حضور سے کسی نے دریافت کیا آپ کے نزدیک محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا عائشہ رضؓ[۱]۔ پھر دریافت کیا اور مردوں میں؟ فرمایا اس کے والد۔ حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلی دوستی حضرت عائشہ اور حضور صلعم کی تھی[۲]۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ رضؓ یہ انتظار کیا کرتے تھے کہ عائشہ کی نوبت کس دن ہوگی۔ اسی دن ہدایا بھیجا کرتے تھے۔ اس سے مقصد حضور کی خوشنودی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی۔

---

[۱] اس واقعہ کو بخاری، مسلم، ترمذی نے روایت کیا ہے۔ روایت میں مختلف الفاظ ہیں۔ مقصود اور مفہوم مشترک ہے۔ علامہ بغوی اور صاحب مرقاۃ نے اس کو حالت خواب کا واقعہ روایت کیا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ خواب قبل بعثت دیکھا تھا یا بعد بعثت۔ مرقاۃ صفحہ ۱۴۳/۵ شرح مواہب صفحہ ۲۳۴/۳

[۲] جمع الفوائد مناقب عائشہ رضؓ

حضور کی ازواج کے دو گروہ تھے۔ عائشہ، صفیہ، سودہ، ام سلمہ اور دوسرے گروہ میں دیگر ازواج تھیں۔ حضرت ام سلمہ رض فرماتی ہیں۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔ آپ کی ازواج کہتی ہیں کہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ اگر وہ ہدیہ دیا کریں تو ہر زوجہ کی باری کا خیال رکھیں[۱] آپ نے فرمایا۔ عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو۔ اس کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا۔ میں توبہ کرتی ہوں؛ ازواج مطہرات جب ام سلمہ رض سے مایوس ہوگئیں تو انھوں نے حضرت فاطمہ رض سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی! میں جس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ! عرض کیا بے شک! آپ نے فرمایا عائشہ رض کو دوست رکھو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں نے آپ سے دریافت کیا۔ میری محبت کیسی ہے؟ فرمایا۔ جیسی رسی کی گرہ۔ چنانچہ میں کبھی کبھی دریافت کرلیتی تھی کہ وہ گرہ کیسی ہے؟ فرمادیتے وہ اپنی حالت پر ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رض فرماتے ہیں۔ ایک آدمی نے حضرت عائشہ رض کے دروازہ پر آکر بولنا شروع کیا۔ میں نے کہا خاموش! یہ حضور کی جنتی بیوی ہیں[۱] حضرت عمر رض نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ہر زوجہ محترمہ کے لئے دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کردیا تھا لیکن حضرت عائشہ رض کا بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ حضرت مسروق رض اکابر تابعین میں سے ہیں۔ جب وہ حدیث روایت کرتے تو یوں کہا کرتے تھے۔

حدثتنی الصدیقۃ بنت الصدیق حبیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور یہ بھی روایت ہے حبیبۃ حبیب اللہ المبرأۃ من السماء

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ جس وقت میرا عقد ہوا تو میری عمر ۶ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو میری عمر ۹ سال تھی[۲] اور لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جب حضور آتے تو لڑکیاں شرم کی وجہ سے ہٹ جاتیں۔ جب حضور واپس تشریف لے جاتے تو پھر ان لڑکیوں کو میرے پاس کھیلنے بھیجدیتے تھے۔

---

[۱] جمع الفوائد

[۲] اسی وجہ سے فقہاء نے اقل مدت بلوغ کم از کم نو سال مقرر کی ہے۔

ایک دن حضور تشریف لائے کہ میرے کھیلنے کی چیزیں ایک طرف رکھی تھیں اور ان پر کپڑا پڑا تھا۔ آپ نے وہ کپڑا ہٹا کر دیکھا۔ اور دریافت کیا۔ عائشہ! یہ کیا؟ میں نے عرض کیا یہ گڑیاں ہیں۔ آپ نے دریافت کیا۔ یہ ان کے درمیان کیا ہے؟ میں نے عرض کیا گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا گھوڑے کے پیر بھی ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کیا حضرت سلیمان ؑ کے گھوڑوں کے پر تھے۔ آپ یہ سنکر مسکرا دیئے۔

ایک دن آپ نے فرمایا۔ عائشہ! میں جانتا ہوں کہ تم کب خوش ہوتی ہو اور کب ناراض؛ میں نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا۔ جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو۔ رب محمد کی قسم اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو۔ رب ابراہیم کی قسم۔ میں نے عرض کیا۔ حضور آپ کا نام تو ترک کر دیا جاتا ہے لیکن آپ کی محبت ہوتی ہے۔

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ رضؓ! اگر تو چاہتی ہے کہ میرے درجہ کو پہونچے اور مجھ سے جا ملے تو دنیا میں اس طرح زندگی گذار کہ بقدر مسافر کی زادراہ کے تیرے پاس زادراہ ہو اور ذخیرہ نہ بنا اور پیوند لگا لباس پہن اور مالداروں کی مجالس[1] سے پرہیز کر چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ نے اس پر پورے طور پر عمل کیا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے ستر ہزار درہم بھیجے۔ ان کو فوراً ہی صدقہ کر دیا۔ اس دن ام المومنین کا روزہ تھا۔ جب افطار کا وقت آیا تو چھوہارے سے روزہ افطار کیا۔ بہر حال حضرت عائشہ رضؓ کے کمالات اس قدر ہیں کہ خود حضور نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل
ہے جیسا کہ کھانوں پر ترید کو[2]

حضرت عائشہ رضؓ کا مہر کل پچاس درہم تھا لیکن آپ نے اس کو پانچ سو درہم قرار دیدیا تھا اور ادا کر دیا تھا۔

---

[1] احادیث میں مالداروں اور امراء کی مجالس سے اجتناب کے بارے میں بہت زیادہ مذکور ہے۔ احیاء العلوم میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

[2] امام مالک کے علاوہ سب نے اس کو روایت کیا ہے۔ (جمع الفوائد)

حضرت عائشہ رضؓ کی مرویات دو ہزار دو سو ہیں۔ جن میں متفق علیہ ۱۷۴ ہیں۔ اور بہت سے صحابہ اور تابعین نے ان سے روایت کی ہے۔ جب وفات کا وقت قریب ہوا تو ابن عباس رضؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا، مبارک ہو آپ زوجہ رسول ہیں۔ آپ کی برأت آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ ان کے بعد ابن زبیر رضؓ حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضؓ نے ان سے فرمایا۔ مجھے اپنی تعریف پسند نہیں ہے۔

کاش کہ میں درخت ہوتی کہ لوگ مجھ کو کاٹ کر
کام میں لاتے۔ کاش میں ڈھیلہ ہوتی۔ کاش کہ
میں پیدا ہی نہ ہوتی کہ کوئی مجھے یاد ہی نہ کرتا۔

فرمایا۔ جب مجھ کو کفن میں لپیٹ دو تو ذکوان غلام دفن کرے اس کے بعد وہ آزاد ہے۔[1] جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے لونڈی کو بھیج کر دریافت کیا اور اس خبر سے خوب روئیں اور کہا۔ خدا ان پر رحمت کرے اپنے باپ کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حضرت عائشہ رضؓ کی وفات ۱۷ رمضان المبارک شب سہ شنبہ ۵۸ھ میں ہوئی اور کل ۶۶ سال کی عمر پائی۔ ان کے جنازہ کی نماز حضرت ابوہریرہ رضؓ نے پڑھائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ اور قبر میں قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اتارا۔ آپ کے کچھ نصائح ہیں۔

۱۔ ارشاد فرمایا۔ بھائی کے لئے مناسب ہے کہ بھائی کے لئے بھلائی سے پیش آئے جیسا کہ حضرت موسیٰ ہارون کے لئے تھے کہ ان کے واسطے نبوت طلب کی تھی۔

۲۔ کسی نے سوال کیا صفت احسان کی علامت کیا ہے؟ فرمایا۔ جب تو اپنے کو برا سمجھنے لگے۔[2]

---

[1] اس وجہ سے کہ غلام محرم ہے اس سے نکاح حرام ہے۔

[2] شعر ہے ۔
رہے دیکھتے عیزوں کے عیب و ہنر نہ کی حال اپنے پہ کچھ نظر
جو کی حال اپنے پہ خود نظر، تو نظر میں کوئی برا نہ رہا

۳۔ فرمایا. خدا کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو یہاں تک کہ کھل جائے. عرض کیا کس چیز سے؟ فرمایا بھوک اور پیاس سے۔

۴۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رض درس قرآن دے رہی تھیں. جب اس آیت پر پہونچی۔

لقد انزلنا الیکم کتابًا فیہ ذکرکم	ہم نے تمھاری طرف کتاب اتاری اس میں
افلا تعقلون	تمھارا ذکر کیا ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

تو فرمایا. ہمارا وصف قرآن میں موجود ہے. کسی نے دریافت کیا. وہ ذکر کیا ہے؟ فرمایا۔

وآخرون اعترفوا بذنوبھم	دوسرے وہ جو اپنے گناہوں کا اعتراف
خلطوا عملاً صالحًا وآخر سیئًا	کرتے ہیں اور نیکیوں کے ساتھ گناہ کر لیتے
عسی اللہ ان یتوب علیھم	ہیں. امید ہے کہ اللہ تعالی ان کو معاف فرمادیگا۔

حضرت حفصہ رض

آپ حضرت عمر رض کی بیٹی ہیں. خاندانی اعتبار سے قریشیہ عدویہ ہیں. ماں کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب بن حذافہ ہے. سب سے پہلے خنیس بن حذافہ بن قیس سہمی سے عقد ہوا. یہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں. غزوہ بدر میں شریک رہے. غزوہ بدر کے بعد بقول دیگر غزوہ احد کے بعد انتقال ہوا. عدت گذرنے کے بعد حضور نے سال ۳ھ اور بقول دیگر ۲ھ میں پیغام دیا۔

جب حفصہ رض بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر رض نے حضرت عثمان سے کہا. اسی سال حضور کی دختر حضرت رقیہ رض کا انتقال ہوا تھا. حضرت عثمان رض نے کہا. ذرا غور کرلوں. اور پھر انکار کردیا. حضرت عمر رض نے اس کی شکایت حضور سے کی. آپ نے فرمایا. خدا تیری دختر کو عثمان سے بہتر شوہر دے گا. چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے حفصہ رض کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رض سے عرض کیا تھا حضرت ابوبکر صدیق نے اعراض کیا اور جواب نہ دیا. جب حضور نے پیغام دیا تو حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر رض سے فرمایا. میں نے اسی وجہ سے اعراض کیا تھا۔[1]

---

[1] مقام صدیق اکبر یہ ہے کہ قلب رسالت میں جو ارادہ پیدا ہوا ہے قلب صدیق پر اس کا عکس پڑنے لگا. گویا قلب صدیق قلب رسالت کے لئے آئینہ ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حفصہؓ کو طلاق دیدی تو حضرت عمرؓ نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا اب کیا ہوگا؟ دوسرے روز حضرت جبرئیل تشریف لائے اور کہا۔ اللہ تعالیٰ عمرؓ کی خاطر سے امر فرماتا ہے کہ آپ حفصہ سے رجعت فرمالیں۔

حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ جب حضور نے طلاق دی تو قدامہ اور عثمان ان کے دونوں ماموں موجود تھے۔ انھوں نے آکر حفصہ سے کہا تو وہ رودیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ جبرئیلؑ تشریف لائے تھے انھوں نے کہا ہے۔

راجع حفصۃ فانھا صوامۃ	آپ حفصہ سے رجعت کریں وہ
قوامۃ وانھا ازوجتک فی	بہت روزہ دار اور بہت نماز گزار ہیں اور
الجنۃ	آپ کی جنت میں بیوی ہیں۔

حضرت حفصہؓ کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی اور ۴۵ھ خلافت معاویہؓ میں وفات پائی۔ اس زمانہ میں مروان بن حکم مدینہ میں حاکم تھا۔ اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بقیع میں دفن کیا گیا۔ ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ حضرت حفصہؓ کی مرویات کی تعداد ۶۰ ہے جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ ۶ حدیث مسلم نے روایت کی ہیں اور ۵۰ حدیث دیگر کتب میں ہیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہ

زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ اول طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی زوجیت میں رہیں۔ جب انھوں نے طلاق دیدی تو عبیدہ بن حارث سے نکاح کرلیا۔ وہ غزوہ بدر میں شہید ہوگئے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ عبداللہ بن جحش سے نکاح کرلیا تھا بعض حضرات نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ عبداللہ بن جحش کی شہادت غزوہ احد میں ہوگئی تو ۳ھ میں حضور نے عقد کرلیا۔ یہ حضور کے عقد میں آٹھ ماہ بروایت دیگر ۳ ماہ رہیں اور رمضان المبارک ۴ھ میں وفات پائی۔ لوگ ان کو ام المساکین کہتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ

آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ باپ کا نام حذیفہ ہے اور کہا گیا ہے کہ سہیل ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ ہشام بن مغیرہ ہے۔ ماں کا نام

عاتکہ بنت عبدالمطلب ہے۔ پہلے ابو سلمہ بن عبداللہ بن اسد کی زوجیت میں رہیں۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہوتے تھے۔ کیونکہ حضور نے اور ابو سلمہ نے ابولہب کی باندی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ ابو سلمہ کے ان سے چار بچے ہوئے۔ زینب۔ سلمہ۔ عمرہ۔ درہ۔ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابو سلمہؓ غزوہ احد میں زخمی ہوگئے تھے۔ جب کچھ زخم آرام ہوا تو ایک سریہ میں چلے گئے وہ زخم پھر تازہ ہوگیا۔ اور اسی میں وفات ہوگئی۔

ایک دن حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت ام سلمہؓ سے کہا۔ آج میں نے حضور سے ایک بات سنی ہے اور وہ مجھے بہت پسند ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی آدمی کو کوئی مصیبت پہونچے اور وہ اس وقت استرجاع کرے اور یہ دعا مانگے۔

اللھم عندک احتسب بمصیبتی

ھذہ اللھم اخلفنی فیھا خیرًا

تو اللہ تعالیٰ اس کو نعم البدل عطا کرتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہؓ کا انتقال ہوگیا تو میں نے اپنا معمول اس دعا کو بنا لیا۔ لیکن میرا دل اللھم اخلفنی فیھا خیرًا کہنے پر راضی نہ تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک ابو سلمہؓ سے کوئی بہتر نہ تھا۔ لیکن حضور کا چونکہ ارشاد تھا۔ اس وجہ سے اس کو پڑھا کرتی تھی۔

حضرت ام سلمہؓ نے ایک دن اپنے شوہر ابو سلمہؓ سے کہا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور وہ جنتی ہو۔ اور عورت اس کے بعد صبر کرے دوسرا عقد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو بہشت میں جمع کردے گا۔ ایسے ہی اگر عورت مرجائے اور مرد صبر کرے اور دوسرا عقد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو بہشت میں جمع کرے گا۔ لہذا آؤ ہم اور آپ دونوں عہد کریں۔ حضرت ابو سلمہؓ نے کہا۔ میری بات سنو! اور جو کچھ میں کہوں وہ کرو! میں نے کہا۔ میں نے اسی وجہ سے تو مشورہ کیا ہے۔ ابو سلمہؓ نے کہا۔ اے اللہ میرے بعد ام سلمہؓ کو بہتر شوہر نصیب فرما۔

روایت ہے کہ ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تعزیت تشریف لے گئے اور فرمایا۔ خدایا اس کو صبر دے اور اس کا بہتر بدلہ عطا فرما۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عدت

ختم ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ ہر ایک نے پیغام دیا۔ انھوں نے سب کو انکار کر دیا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا تو کہا۔ مرحبا برسول اللہ۔ لیکن میری عمر زیادہ ہو چکی ہے۔ یتیم بچے ساتھ ہیں بہت غیرت دار ہوں اور میرے اولیاء بھی موجود نہیں ہیں۔ [1] حضور نے ارشاد فرمایا۔ میری عمر بھی کافی ہے اور تیری عمر سے زیادہ ہے۔ اور عورت کے لئے یہ عیب کی بات نہیں ہے کہ اس کا شوہر اس سے زیادہ عمر کا ہو۔ اور رہا یتیم بچوں کا معاملہ ان کی کفالت میں کروں گا۔ اور رہا غیرت کا معاملہ تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تیری یہ غیرت دور کر دے۔ اور رہا اولیاء کا معاملہ وہ خواہ حاضر ہوں یا غائب وہ ناپسند نہ کریں گے۔ یہ سنکر حضرت ام سلمہؓ نے اپنے لڑکے عمرؓ سے کہا۔ اٹھو! اور میرا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دو! عمرؓ نے اپنی والدہ ام سلمہؓ کا عقد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ حالاں کہ وہ ابھی نابالغ تھے [1] یہ قصہ شوال ۴ھ کا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کا مہر ایک سامان تھا جو دس درہم میں خرید اگیا تھا۔ [2] اور یہ بھی روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے تیری فلاں بہن (مراد زوجۂ محترمہؓ) کو جو دیا ہے اس سے کم نہ کروں گا۔ حضرت ام سلمہؓ نے دریافت کیا۔ اس زوجہ کو کیا دیا تھا۔ فرمایا۔ ایک مٹھی جو۔ دو گھڑے۔ ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ کے رہنے کے لیئے وہ گھر مقرر ہوا کہ جس میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ رہا کرتی تھیں۔ یہ جب اس گھر میں گئیں تو ایک گھڑے میں تھوڑے سے جو تھے۔ ایک چکی رکھی تھی اور تھوڑے سے ارد تھے۔ چکی میں آٹا پیس کر سب کو دیگچی میں کیا اور اوپر سے روغن ڈال کر کھانا تیار کیا اور حضور صلعم کی خدمت میں بھیجدیا۔ یہی ولیمہ کا کھانا تھا۔

---

[1] یہ روایت امام شافعی صاحبؒ کا مستدل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ہے لیکن روایت کے آخری حصہ سے اس کی تردید ہوتی ہے کیونکہ لڑکا اگرچہ ماں کا ولی ہوتا ہے مگر وہ نابالغ تھا اور نابالغ کی ولایت کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود حضرت ام سلمہ کا عقد ہو گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ولی کی موجودگی مستحب ہے۔

[2] اس سے ثابت ہے کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہو سکتا یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

تین یوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے پاس گذارے۔ اس کے بعد اجازت چاہی تا کہ باری کی رعایت رکھیں۔ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں حضرت حسین کی شہادت کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ انھوں نے اہل عراق پر لعنت کی۔ ۸۴ سال کی عمر پائی سال وفات ۶۱ھ یا ۵۹ھ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضہ کی مرویات کی تعداد ۳۷۸ ہے۔ جن میں سے ۱۳ حدیث متفق علیہ ہیں اور بقیہ احادیث کتب متداولہ میں ہیں۔

زینب بنت جحش

زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن جبیرہ بن مرہ بن کثیر بن دوران بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ۔ ان کا پہلا نام برة ہے جس کو آپ نے تبدیل کر دیا تھا اور زینب رکھ دیا تھا۔ کیونکہ برة خود نمائی پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات مکروہ ہے۔ ان کی کنیت ام الحکم ہے۔ ماں کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب ہے۔

پہلے زید بن حارثہ رضہ کی زوجیت میں رہیں جب زید بن حارثہ نے طلاق دے دی تو ذی قعدہ ۵ھ میں ان سے حضور نے عقد کر لیا۔ حضرت زینب نہایت حسین اور صاحب جمال تھیں۔ شروع میں جب حضور نے پیغام دیا تو یہ جان کر کہ آپ زید بن حارثہ رضہ کے لئے پیغام دے رہے ہیں انکار کر دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ حضور کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس باب میں زینب رضہ کے بھائی عبداللہ بھی متفق تھے۔ آپ نے فرمایا۔ انکار میں فائدہ نہیں ہے۔ حضرت زینب نے عرض کیا مہلت دیجئے کہ غور کر لوں تب یہ آیت نازل ہوئی۔

ما کان لمومن ولا مومنة اذا	کسی مسلمان مرد اور عورت کے لئے حق
قضی اللہ ورسولہ ان یکون	نہیں جبکہ اللہ اور اس کے رسول نے حکم
لھم الخیرۃ من امرھم ومن	کر دیا کہ ان کو اپنے معاملہ میں اختیار ہو اور
یعص اللہ ورسولہ فقد ضل	جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا
ضلالا مبینا۔	وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑا۔

چنانچہ زینب اور ان کے بھائی دونوں نے حاضر ہو کر کہا۔ ہم راضی ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقد حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا۔ وہ آپ کے متبنی تھے۔ اور مہر دس دینار اور ساٹھ درہم اور چادر۔ کرتہ۔ پچاس مد گندم۔ تیس صاع کھجور مقرر ہوا۔ اور یہ آپ نے

زینبؓ کو بھیجدیا۔ ؎۱

حضرت زینبؓ زید بن حارثہ کی زوجیت میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ رہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ ہمارے علم قدیم میں یہ ہے کہ آپ کی زوجیت میں داخل ہوں۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور حضرت زینب میں شکر رنجی شروع ہو گئی اور ایک دن تنگ آکر حضرت زید نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا۔ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں وہ انتہائی تیز مزاج ہیں۔ آپ نے سمجھایا اور فرمایا۔ خدا سے ڈرو۔ لیکن جب آپ کو اطلاع دی گئی تو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے؟ کہ آپ نے بیٹے کی بیوی سے عقد کر لیا (زمانہ جاہلیت میں متبنی کی بیوی سے نکاح ایسے ہی حرام تھا جیسا کہ حقیقی بیٹے کی بیوی سے ہوتا ہے) دوسری مرتبہ زید حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! میں نے زینب کو طلاق دے دی ہے۔ اسی وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ؎۲

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ	اور جب آپ نے اس سے کہا جس پر آپ نے
وانعمت علیہ امسك علیك	اور اللہ نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی
زوجك واتق اللہ وتخفی فی	کو روکے رکھو اور خدا سے ڈرو اور آپ

؎۱ اکلیل علی مدارك التنزیل ص ۲۶

؎۲ مصنفؒ نے یہ پوری تفصیل بعض مفسرین کے رد میں ذکر کی ہے کہ جنھوں نے یہ روایت کر دیا ہے کہ وہ بات جس کا آپ کو اندیشہ تھا یہ تھی کہ آپ نے حضرت زینب کو دیکھ لیا تھا جس کی وجہ سے میلان قلب ان کی طرف ہونے لگا تھا یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ حضرت زینب آپ کی پھوپی زاد بہن تھیں اور آپ نے ان کو بچپن سے لے کر زید بن حارثہ کے عقد تک نہ معلوم کتنی دفعہ دیکھا ہوگا۔ اسی کی تردید میں مصنفؒ نے یہ تفصیل بیان کی ہے۔ اس جگہ امام ترمذی کی روایت ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر دین کی کوئی بات آپ چھپاتے تو وہ یہ آیت ہوتی۔ اس حدیث سے روافض کے اس قول کی تردید ہوتی ہے جو انھوں نے حدیث قرطاس کے تحت کہا ہے۔

عزیز الرحمٰن عفی اللہ

نفسك ما الله مبديه و تخشى الناس والله احق ان تخشٰه۔ | چھپاتے تھے اپنے جی میں وہ بات جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ ڈرتے تھے لوگوں سے حالانکہ خدا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

روایت ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی تو آپ نے حضرت زیدؓ سے فرمایا۔ جاؤ! زینب کو میرا پیغام دو! اور یہ اس وجہ سے کیا تاکہ یہ ظاہر ہوجائے کہ زید سے جبراً طلاق نہیں دلائی گئی ہے۔ اور چونکہ حضرت زیدؓ کے دل میں حضرت زینبؓ کی بالکل محبت نہ تھی اس وجہ سے وہ خوش ہوئے اور وہ اس قدر بیزار تھے کہ جب زینبؓ کے پاس پہونچے وہ آٹا گوندرہی تھی۔ ان کی طرف کو پشت کرکے حضور کا پیغام دیا۔ حضرت زینب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اللھم ان رسولك يخطبني فان كنت اهلا له فزوجني منه | اے اللہ تیرے رسول نے مجھے پیغام دیا ہے اگر میں ان کے اہل ہوں تو میرا عقد ان سے کر دیجئے

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

فلما قضى زيد منها وطرا زوجنا كها لكيلا يكون على المومنين حرج فى ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا۔ | جب زید نے زینب سے اپنی خواہش کو پورا کرلیا تو ہم نے ان سے آپ کا عقد کر دیا تاکہ مومنین پر ان کے متبنی کی ازواج کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی خواہش کو پورا کرچکے ہوں۔

اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ حضرت عائشہؓ کے گھر تھے کہ آثار وحی ظاہر ہوئے۔ جب وحی ختم ہوچکی تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور آواز دی۔ کوئی ہے جو زینبؓ کو یہ بشارت دے اور آیت مبارکہ سنائی۔ اس وقت آپ کی خادمہ سلمی تھیں۔ وہ دوڑی ہوئی حضرت زینبؓ کے یہاں گئیں اور بشارت سنائی۔

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے انھوں نے اپنے سے کہا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ زینب صاحب جمال عورت ہیں اور ان کا نکاح آسمان پر رسول خدا سے ہوگیا ہے ان دو وجہ سے ان کو مجھ پر فخر ہوگا۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا اذن کے حضرت زینب رضؓ کے گھر میں داخل ہو گئے اس وقت وہ برہنہ سر تھیں۔ بولیں یا رسول اللہ بلا خطبہ اور بلا گواہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عقد کر دیا ہے۔ جبرئیل گواہ ہیں۔ چنانچہ طعام ولیمہ تیار کیا گیا۔ نان اور گوشت لوگوں کو کھلایا۔ حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا۔ لوگ گروہ گروہ آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے جب سب فارغ ہو چکے تب آپ نے تناول فرمایا۔ وہ سب کھانا صرف ایک بکری تھا۔[1]

حضرت انس فرماتے ہیں۔ میری والدہ ام سلیم نے کچھ چھوہارے اور روغن زیتون سے کھانا ترتیب دے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ جاؤ۔ راستہ میں جو بھی ملتا جائے۔ اس کو بلا لاؤ۔ مجھے یہ تعجب ہوا کہ اتنا تھوڑا کھانا اتنے آدمیوں کو کس طرح کافی ہوگا؟ مگر آپ کی خلاف ورزی کرنا بھی گوارہ نہیں تھا۔ بہر حال لوگ کھاتے رہے اور جاتے رہے۔ پورا حجرہ شریفہ اور صفہ بھر گیا تھا۔ حضرت انس رضؓ سے دریافت کیا گیا۔ اندازاً کتنے آدمی ہوں گے؟ فرمایا قریباً تین سو آدمی ہوں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ ۱۷ آدمی ہوں گے۔ فرمایا۔ میں نے دیکھا کھانے سے وہ برتن بدستور بھرا ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ جتنا بچ گیا تھا وہ زیادہ تھا یا جو میں لایا تھا وہ زیادہ تھا۔ (مطلب یہ ہے کہ کھانے کے باوجود کھانا بڑھ گیا تھا۔) اس کے بعد میں حضرت زینب رضؓ کے پاس لایا تاکہ وہ بھی کھالیں۔ ان کے بعد میں اپنی والدہ کے پاس لایا۔ اور کیفیت حال بیان کی تو میری والدہ نے فرمایا۔ تعجب نہ کر یہ کھانا تو تمام اہل مدینہ کو کافی ہوتا۔

روایت ہے کہ کھانا کھانے کے بعد لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت زینب رضؓ گھر میں دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی رہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ گھر میں خلوت ہو جائے۔ لیکن حیا کی وجہ سے لوگوں کو اٹھا نہیں سکتے تھے خود ہی اٹھ کر باہر آ گئے۔ اور کچھ حضرات بھی باہر آ گئے۔ لیکن پھر بھی تین آدمی باتیں کرتے رہے۔ آپ بعض امہات المومنین کے یہاں چلے گئے۔ انھوں نے دریافت کیا۔

---

[1] یہ تمام تفصیل صاحب تفسیر مظہری نے، امام مسلم، احمد، نسائی، ترمذی، علامہ بغوی سے روایت کی ہے۔ مظہری ج ۷ ص ۳۸۰، ۳۸۱

یارسول اللہ آپ نے اپنی اہل کو کیسا پایا؟ تاکہ وہ تینوں بھی باہر چلے جائیں۔ ان میں سے ایک آدمی چلا گیا۔ پھر بھی دو باقی رہ گئے۔ آپ حضرت زینبؓ کے یہاں تشریف لائے تو وہ دونوں بھی چلے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے گھر آکر اپنی والدہ کے شوہر ابوطلحہ رضؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے کہا۔ مجھے امید ہے کہ اس بارے میں قرآن شریف نازل ہوگا۔ اس وقت یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔

یاایھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ (آخرتک)، لہ

ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ تمہیں کھانے کی طرف اذن نہ ہوجائے کہ نہ دیکھتے ہو تم اُس کے وقت کو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد ہوچکا تو منافقین مدینہ نے زبان طعن دراز کرنا شروع کردی۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ الخ

اور محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔

اور اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ

ان کے باپ کے (نام) سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ معتدل بات ہے

معلوم ہو کہ بعض علماء نے حضرت زینبؓ کے بارے میں ایسا واقعہ بیان کیا ہے کہ کوئی اہل اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا، چنانچہ شیخ شہاب الدین توریشتی اکابر علماء حنفیہ میں سے ہیں، انھوں نے

لہ۔ یہ پوری تفصیل صاحب تفسیر مظہری نے بخاری و مسلم اور علامہ بغوی سے نقل کی ہے ج۵ صفحہ ۴۸ آداب طعام کے تحت امام غزالی نے بیان فرمایا ہے کہ میزبان کے کھانے کے برتنوں کو نہ دیکھنا چاہئے کہ وہ دستر خوان پر کیا چیز لاتا ہے (احیاء العلوم آداب طعام)

بھی اپنی بعض کتابوں میں ذکر کر دیا ہے۔ (العیاذ باللہ) ؎۱

بعض کتابوں میں آیت حجاب کے شان نزول میں اور واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرا واقعہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نزول حجاب سے قبل حضورؐ کی ازواج بھی رات کو صحرا میں قضائے حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں حضرت عمر رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا، حضور صلعم کو اس باب میں تامل تھا اور وحی کا انتظار تھا، ایک دن حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے لیئے باہر گئیں، وہ نہایت طویل اور جسیم تھیں۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا، سودہ رضؓ میں نے آپ کو شناخت کر لیا ہے۔ یہ بات انھوں نے نزول حجاب کی حرص میں کہی تھی۔ تب آیت حجاب نازل ہوئی ؎۱

ایک روایت اور بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ ۔۔۔۔۔۔ ایک شب حضرت سودہ رضؓ قضائے حاجت کے لیئے باہر گئیں۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کو شناخت کر لیا، وہ واپس آ گئیں۔ جب رات کو حضورؐ میرے گھر تشریف لائے اور کھانا تناول فرمانا شروع کیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی کہ اس سے گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے حضرت سودہ رضؓ کا واقعہ بیان کیا۔ فوراً ہی آثار وحی ظاہر ہوئے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قضائے حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے

ایک اور روایت حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شب حضورؐ میرے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمر رضؓ آ گئے۔ آپ نے ان کو بھی بٹھا لیا۔ کھانے کے درمیان حضرت عمر رضؓ کی انگلی سے میری انگلی چھو گئی تب حضرت عمر رضؓ نے کہا اگر میرا حکم چلتا تو ازواج مطہرات کو بھی حکم دیتا کہ کوئی آنکھ ان کو نہ دیکھ سکے۔ اس وقت آیت

؎۱ علامہ جلال الدین محلیؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور صاحب مدارک نے بھی لیکن جس طرح مصنف نے تردید کی ہے بہت سے مفسرین نے تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ گذشتہ حاشیہ ؎۲ حاشیہ تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۴۰۴۔

حجاب نازل ہوئی۔ ان تمام احادیث میں اس طرح توفیق ممکن ہے کہ اصل سبب نزول قصہ زینب رض ہے اور ضمناً دوسرے واقعات بھی پیش آگئے ہوں گے۔ واللہ اعلم

حضرت زینب کے بارے میں بہت کچھ مروی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

زینب دعا میں خشوع کرتی ہیں اور خدا
کی طرف گڑگڑاتی ہیں

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ حضور کی ازواج میں حضرت زینب سے زیادہ صدقہ خیرات صلہ رحمی مجاہدہ کرنے والی کوئی دوسری زوجہ نہ تھی۔ ایک دن حضور نے ارشاد فرمایا تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملاقات کرے گی کہ جس کا ہاتھ دراز ہوگا۔ سب نے اپنے ہاتھوں کو ناپا، تو حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے دراز تھا لیکن حضور کے وصال کے بعد جب سب سے پہلے حضرت زینب رض کی وفات ہوئی تب ہم نے جانا کہ حضور کی مراد کثرت صدقہ تھی۔

منقول ہے کہ حضرت زینب رض کا وقت وفات جب قریب ہوا تو انھوں نے اپنا کفن تیار کیا فرمایا شاید حضرت عمر رض میرے لئے کفن بھیجیں۔ ان میں سے ایک کفن کو صدقہ کر دیا جائے جب وفات ہوئی تو حضرت عمر رض نے بیت المال سے کفن بھیجا اسی میں ان کو دفن کیا گیا۔ اور ان کے تیار کردہ کفن کو صدقہ کر دیا۔ حضرت عائشہ رض نے ان کی وفات پر فرمایا

افسوس کہ حمیدہ اور یتامیٰ و مساکین کی
خبرگیری کرنے والی چلی گئیں

وفات کے بعد حضرت عمر رض نے مدینہ میں اعلان کر دیا۔ اہل مدینہ اپنی مادر کی نماز جنازہ میں شرکت کریں، ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ قبر میں اسامہ بن زید رض، محمد بن عبداللہ بن جحش اور محمد بن طلحہ بن عبداللہ نے اتارا مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۲۱ھ میں وفات ہوئی ہے۔ ان کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی۔ ان کی مرویات کی تعداد گیارہ ہے جو کتب متداولہ میں ہیں دو حدیث متفق علیہ ہیں

حضرت جویریہ رضؓ

جویریہ رضؓ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب ، بن مالک بن خذیمہ خزاعیہ سب سے پہلے اپنے چچا کے بیٹے ذوالشفر بن مسافع بن صفوان کی زوجیت میں رہیں۔ وہ غزوہ مریسع میں قتل ہوگیا تھا۔ اس غزوہ سے واپسی پر شعبان ۵ھ میں حضور نے ان سے اپنا عقد کرلیا۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ۶ھ میں عقد ہوا۔ ان کا اصل نام برہ تھا۔ حضور نے بدل کر جویریہ رکھدیا تھا۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضور ان کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ وہ چاشت تک اپنے مصلے پر بیٹھی رہیں۔ جب حضور واپس ہوئے تو ان کو اسی جگہ بیٹھے پایا کہ تسبیح اور ذکر میں مشغول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں جب سے باہر گیا ہوں یہ چار کلمہ تین مرتبہ کہے ہیں جو تمہارے دن بھر کے پڑھنے سے زیادہ ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ

وزنۃ عرشہ ورضٰی نفسہ و

مداد کلماتہ

ایک دن جمعہ کو حضرت جویریہ رضؓ روزہ سے تھیں کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا۔ کیا کل روزہ رکھا تھا عرض کیا نہیں ، حضرت نے فرمایا کل کو رکھوگی ؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو افطار کرلو۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے

حضرت جویریہ رضؓ کی وفات ۶۵ سال کی عمر میں ۵۵ھ یا ۵۶ھ میں ہوئی۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت جویریہ رضؓ کی مرویات کی تعداد سات ہے جن میں سے دو بخاری میں اور دو مسلم میں ہیں اور تین دیگر کتابوں میں ہیں۔

حضرت اُمِّ حبیبہ

اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف۔ ان کا نام رملہ اور بقول دیگر ہند ہے۔ ماں کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس ہے۔ ان کے چچا حضرت عثمان بن عفان رضؓ ہیں۔ سب سے

ا؎ زادالمعاد

عبیداللہ بن جحش کی زوجیت میں رہیں۔ یہ مسلمان ہو گئے تھے، اور حبشہ کی طرف ہجرت کی، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ تھا۔ اسی کی وجہ سے ان کو ام حبیبہ کہتے ہیں

حضرت ام حبیبہ نے حبشہ میں ایک خواب دیکھا کہ عبیداللہ کی صورت بدل گئی ہے اور اس کی بدتر حالت ہے۔ جب بیدار ہوئیں تو یہ تعبیر کی کہ اس کی حالت میں تغیر واقع ہوگا۔ صبح کو عبیداللہ نے کہا کہ میں پہلے بھی نصرانی تھا، اب میں اپنے دین کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ دین نصرانیت سے بہتر کوئی دین نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ نے سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ اور مرتد ہو گیا، اور حالت شراب میں اس کا انتقال ہوا۔ العیاذ باللہ من سوء الخاتمہ۔

عدت پوری ہو جانے کے بعد نجاشی بادشاہ کی طرف سے ایک باندی آئی حضرت ام حبیبہ رضؓ فرماتی ہیں، میں اس وقت اپنے گھر میں تھی۔ باندی نے آکر پیغام دیا کہ نجاشی کے پاس پیغام پہونچا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اپنی زوجیت کے لئے منتخب کیا ہے۔ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور دو کڑے ہاتھوں کے اور دو چھا نو رچاندی کے اس باندی کو انعام دیئے۔ اور خالد بن سعید بن عاص رضؓ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے حضرت جعفر اور جماعت مہاجرین کو طلب فرمایا اور ان کی موجودگی میں خطبۂ نکاح پڑھا۔ جس میں حمد و ثنا اور ذکر شہادتین تھا۔ اس کے بعد کہا۔

> وہ پیغمبر جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انھوں نے مجھے لکھا ہے۔ پس اے خالد بن سعید میں اُمّ حبیبہ کو حضور کی زوجیت کے لئے صد دینار سُرخ مہر کے بدلے اور بروایت دیگر چار ہزار درہم کے بدلے چاہتا ہوں [۱]

---

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ام حبیبہ رضؓ ہی کا مہر سب سے زیادہ مہر تھا (باقی صـ۲۶۲ـ پر)

خالد بن سعید رضؓ نے بھی خطبہ پڑھا اور ام حبیبہ رضؓ کو حضور کی زوجیت میں دیدیا۔ اسی مجلس میں نجاشی نے مہر ادا کر دیا۔ خالد بن سعید رضؓ نے مہر پر قبضہ کر لیا۔ نجاشی نے کہا ابھی بیٹھیے! انبیاء کی سنت ہے کہ عقد نکاح میں کھانا کھایا جاتا ہے[1]۔ چنانچہ سب نے کھانا کھایا، اور رخصت ہوئے۔

منقول ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضؓ نے اس باندی ابرہہ کو طلب کیا اور پچاس دینار مہر کے پیش کئے۔ اس نے انکار کر دیا، اور وہ دونوں چیزیں بھی لادیں اور کہا مجھے بادشاہ کی طرف سے ہدایت ہے کہ کچھ بھی نہ لوں۔ اس کی طرف سے میرے اوپر کافی انعام ہے نجاشی نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ تمام قسم کی خوشبوئیں اور لباس ام حبیبہ کے پاس پہونچاؤ۔ اس کے بعد سامان سفر کیا اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضؓ اور مہاجرین حبشہ کی ایک جماعت کے ساتھ رخصت کیا۔ اور حضور کے لئے کرتہ، پائجامہ اور موزہ سیاہ بطور ہدیہ بھیجے۔ جب ام حبیبہؓ مدینہ پہونچیں تو نجاشی کا شکر و سپاس اور اس باندی کا سلام پیش کیا۔ یہ تو مشہور روایت ہے، اور دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے ام حبیبہؓ کو مدینہ بلایا اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے حضور کے ساتھ عقد کیا، اس وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر ۳۶ سال تھی اور یہ واقعہ ۶ھ کا ہے۔

روایت ہے کہ ام حبیبہ رضؓ کو جب اپنے والد ابوسفیان بن حرب کی وفات کی خبر ہوئی تو تیسرے دن خوشبو وغیرہ لگائی۔ اور فرمایا، اگرچہ مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے حضور سے سنا ہے۔

مسلمان عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ کسی میت
پر تین دن سے زیادہ سوگواری کرے ہاں زوج

باقی حاشیہ ۲۶۱ جس سے یہ ثابت ہے کہ اگر مہر کی ادائیگی کی صورت ہو تو حسب حیثیت زیادہ مہر مقرر کرنا سنت کے خلاف نہیں ہے۔ ہمارے مشائخ میں حضرت مدنی مہر فاطمی کو افضل قرار دیتے تھے، اور حضرت تھانوی مہر مثل کے حق میں ہیں جن کی دلائل وہ ہیں جو شروع میں ذکر کر دی گئی ہیں۔ میرے نزدیک دلائل سے انہی کو ترجیح حاصل ہے۔

[1] اس سے معلوم ہوا کہ طعام ولیمہ کے علاوہ دلہن والوں کی طرف سے طعام نکاح میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

کے لئے چار مہینہ دس دن ہیں

اُم حبیبہ رضؓ کی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت اُم سلمہ رضؓ نے حاضر ہو کر معافی چاہی اور فرمایا، خدا سے ہماری مغفرت کی دعا کرنا۔ وصال سنہ ۴۲ھ یا ۴۴ھ میں ہوا۔ جنازہ کی نماز مروان نے پڑھائی، اور ایک روایت یہ ہے کہ ملک شام میں انتقال ہوا۔ ان کی مرویات کی تعداد ۶۵ ہے۔ جن میں سے دو حدیث متفق علیہ ہیں۔

حضرت صفیہ رضؓ

حضرت صفیہ بنت حیّ بن اخطب اولاد ہارون علیہ السلام سے ہیں قبیلہ بنی نضیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ ماں کا نام ضرہ بنت شمول ہے۔

اول سلام بن مشکم یہودی کی زوجیت میں رہیں۔ اس سے جدائی ہوئی تو کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق یہودی کی زوجیت میں رہیں۔ کنانہ غزوہ خیبر میں قتل ہو گیا تھا۔ خیبر کے قیدیوں میں یہ آئیں۔ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

منقول ہے کہ جس خیمہ میں حضرت صفیہ رضؓ تھیں وہاں حضور تشریف لے گئے۔ یہ اس وقت جس بستر پر بیٹھی تھیں اُس کو اُٹھایا اور حضور کے لئے بچھا دیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا صفیہ! میں تمھیں اختیار دیتا ہوں، چاہے اسلام قبول کر دیا یہودی رہو اور اپنے قبیلہ سے جا ملو۔ حضرت صفیہ رضؓ نہایت عاقلہ اور عالمہ تھیں، بولیں حضور! میں اسلام کو اختیار کرتی ہوں۔ اور قبیلہ والوں کے مقابلہ میں آپ کو چاہتی ہوں۔ اس پر حضور کو بہت مسرت ہوئی اور اُن کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر کر دیا گیا۔ اس وقت حضرت صفیہ رضؓ حالت حیض میں تھیں۔ جب حیض آچکا تو استبراء ہو گیا۔[۱]

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ فرمایا تو سواری کا اونٹ پیش کیا گیا تو حضور نے حضرت صفیہ رضؓ کو امر فرمایا کہ آپ کی زانوئے مبارک پر پیر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جائیں مگر حضرت صفیہ ادب کی وجہ سے آپ کی ران پر اپنا گھٹنا ٹیک کر سوار ہوئیں جب آپ مقام تبار میں پہونچے کہ خیبر وہاں سے چھ میل ہے آپ حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گئے

---

[۱] مراد رحم کا صاف ہونا ہے

مگر انھوں نے انکار کر دیا جس سے آپ کو خفگی ہوئی جب وہاں سے کوچ کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم رضؓ نے حضرت صفیہ کو خوشبو اور لباس وغیرہ سے مزین کیا تب مقام "صہبا" میں حضور کے ساتھ قربت ہوئی۔ اس وقت حضرت صفیہ رضؓ کی عمر ۱۷ سال کی تھی۔

مروی ہے کہ حضرت ابو ایوب رضؓ نے تمام رات ہتھیار لگا کر پہرہ دیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور نے ابو ایوب رضؓ کے ہتھیاروں کی آواز سنی، فرمایا کون؟ عرض کیا، ابو ایوب! مجھے اندیشہ تھا کہ یہ عورت جوان ہے۔ اس کے بھائی اور باپ قتل ہو چکے ہیں، مبادا کوئی حرکت کر بیٹھے اس وجہ سے میں رات بھر آپ کے قریب رہا ہوں۔ حضور نے حضرت ابو ایوبؓ انصاری کو دعائیں دیں

اللھم احفظ ابا ایوب ـــــ اے اللہ ابو ایوب کی حفاظت فرما جیسا کہ اس نے

کما حفظ نبیک ـــــ تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا تھا، اسی وقت حضرت صفیہ کی شادی کنانہ سے ہوئی تھی، انھوں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک آفتاب آسمان سے اترا، اور ان کے سینہ سے آلگا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ چاند کو گود میں لئے ہیں۔ بیدار ہو کر اپنے شوہر سے ذکر کیا، تو شوہر نے چپت مارا، اور کہا، تیری آرزو اس بادشاہ سے شادی کرنے کی ہے جس نے ہم پر حملہ کیا ہے اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے جب حضور کی نظر شب زفاف میں صفیہ کے چہرے پر پڑی تو چپت کا نشان رخسار پر تھا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کو باہر لیجا کر قضائے حاجت کرائی اور غسل کرایا اور دریافت کیا تو نے حضور کو کیسا پایا۔ بتلایا خوب پایا۔ اور میں خوش ہوں آپ نے مجھ سے پہلی منزل میں انکار کا سبب دریافت کیا تو میں نے کہہ دیا کہ چونکہ وہاں یہود قریب تھے مجھے اندیشہ تھا کہ کوئی آسیب آپ کو نہ پہونچ جائے۔ یہ سنکر آپ بہت خوش ہوئے

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت صفیہ کو حارثہ بن نعمان کے گھر اتارا، ان کے حسن و جمال کی شہرت مدینہ بھر میں ہو گئی۔ انصار کی عورتیں اور ازواج مطہرات دیکھنے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ

سے دریافت کیا، کیسا پایا؟ عرض کیا۔ ایک یہودیہ عورت ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکی ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے چار ازواج حضرت عائشہ رضؓ حضرت حفصہ رضؓ، حضرت زینب رضؓ، حضرت جویریہ دیکھنے گئیں اور آپس میں بولیں، ایسی عورت خاوند کے نزدیک کم نصیبہ ہوتی ہے۔

ایک سفر میں حضرت صفیہ کا اونٹ تھک گیا۔ آپ نے حضرت زینب رضؓ سے فرمایا تم اس کو اپنے اونٹ پر بٹھاؤ۔ حضرت زینب نے جواب دیا، میں اس یہودیہ کو اپنی کوئی چیز نہ دونگی۔ اس پر آپ ناراض ہو گئے اور دو مہینہ تک حضرت زینب رضؓ کے یہاں نہ گئے، اس کے بعد صلح ہو گئی۔

ایک دن حضرت صفیہ رضؓ ملول تھیں۔ آپ نے دریافت کیا، کیا بات ہے؟ عرض کیا مجھے حضرت عائشہ رضؓ اور حفصہ رضؓ بہت ایذا دیتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ ہم بہتر ہیں کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار ہیں۔ آپ نے فرمایا، تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ میں بہتر ہوں میرے باپ ہارون علیہ السلام اور چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مرض وفات میں حضرت صفیہ نے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! کاش کہ آپ کی بیماری مجھے لگ جائے اور آپ کو آرام ہو جائے! ازواج مطہرات رضؓ نے یہ سنکر آنکھوں سے ایک دوسری کی طرف کو اشارہ کیا۔ تو حضور نے دیکھ لیا۔ اور فرمایا صفیہ سچ کہتی ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت حفصہ رضؓ نے حضرت صفیہ رضؓ کو یہ کہہ دیا کہ وہ اتنی سی ہے (یعنی پستہ قد) آپ نے ارشاد فرمایا۔ حفصہ! خدا سے ڈر یہ تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں ملا دی جائے تو وہ تلخ ہو جائے [1]

---

[1] اس سے غیبت کی قباحت اور مذمت ظاہر ہے۔

حضرت صفیہ کی وفات ۳۶ھ بقول دیگر ۵۰ھ اور بقول دیگر ۵۲ھ میں ہوئی۔ ان کی مرویات کی تعداد دس ہے جن میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے

حضرت میمونہ رض

حضرت میمونہ بنت حارث بن حزن بن حضرم بن عبداللہ بن عامر بن صعصعہ عامریہ ہلالیہ ہیں۔ ماں کا نام ہند بنت عوف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ حضرت میمونہ کی دوسری بہن کی شادی عباس بن عبدالمطلب رض سے ہوئی تھی اور حضرت میمونہ کا دوسرا عقد عمیس سے ہوا تھا۔ اُس سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ ایک اسماء بنت عمیس رض۔ ان کا پہلا عقد حضرت جعفر رض سے ہوا اور دوسرا عقد حضرت ابوبکر صدیق رض سے ہوا، اور حضرت ابوبکر صدیق رض کے بعد علی رض سے ہوا۔ تمام ازواج سے لڑکے ہی پیدا ہوئے۔ دوسری لڑکی زینب بنت عمیس ہیں۔ اُن کا پہلا نکاح حضرت حمزہ رض سے ہوا، اور تیسری لڑکی سلمیٰ بنت عمیس رض ہے۔ انکا عقد شداد بن معاذ سے ہوا تھا۔ اسلام میں کوئی عورت ایسی نہیں کہ جس کے داماد ایسے ہوئے ہوں۔

حضرت میمونہ رض کا زمانہ جاہلیت میں عقد مسعود بن عمرو سے ہوا تھا۔ اس سے مفارقت کے بعد دوسرا عقد ابورہم سے ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد حضور سے عمرۂ قضا سے واپسی پر ۷ھ میں ہوا، اور زفاف مقام "شرف" میں ہوئی اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئیں۔

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رض سے عقد کیا ہے سب سے زیادہ راجح روایت یہ ہے کہ آپ حلال تھے محرم نہیں تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ محرم تھے۔[1] جب حضور کا پیغام پہونچا تو اونٹ پر سوار ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، اونٹ اور جو اونٹ پر ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] امام اعظم ابو حنیفہ رض کا مسلک یہی ہے اور یہی راجح ہے۔ امام صاحب کے نزدیک محرم سے نکاح جائز ہے اور امام شافعی انکار کرتے

امراۃ مومنۃ وھبت نفسھا للنبی الخ — ایک مومن عورت نے اپنے نفس کو نبی کے لئے ہبہ کر دیا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ مومنہ زینب بنت حجش ہیں۔ اور یہ بھی روایت ہے، کہ زینب بنت خزیمہ ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ عورت بنی عامر سے تھی۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے حضرت میمونہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ میں اور حضور جنبی تھے کہ میں نے ایک برتن میں پانی رکھا، اور میں نے غسل کیا، کچھ پانی باقی رہ گیا تو آپ نے غسل کیا اور فرمایا:۔

لیس علی الماء جنابۃ — پانی میں جنابت نہیں ہے۔

حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ ایک شب حضور میرے یہاں سے اُٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائے، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کھولنے سے انکار کر دیا، اور عرض کیا میری باری میں دوسری ازواج کے یہاں کیوں گئے۔ فرمایا، قضائے حاجت کے لئے گیا تھا۔

حضرت میمونہ کی وفات ۵۱ھ میں بقول دیگر ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں ہوئی۔ ازواج میں سب سے آخر میں ان ہی کی وفات ہوئی۔ ان کے جنازہ کی نماز حضرت ابن عباس نے پڑھائی۔ ان کی مرویات کی تعداد ۷۶ ہے۔ سات حدیث متفق علیہ ہیں۔

ان گیارہ ازواج مطہرات کے بارے میں سب اہل تاریخ اور اہل سیر کا اتفاق ہے حضرت خدیجہ، حضرت زینب بنت خزیمہ رضؓ کی وفات آپ کی موجودگی میں ہوئی اور نو زندہ رہیں۔ ان کے علاوہ تیس عورتیں وہ ہیں جن میں سے بعض سے نکاح کیا، لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی، اور بعض کو صرف پیغام دیا اور نکاح کی نوبت نہیں آئی۔

دیگر مستورات

۱۔ فاطمہ بنت ضحاک، کلابیہ، ان سے آپ نے صرف عقد کیا۔ زفاف سے پہلے آیت تخییر نازل ہوئی تو آپ نے اس کو خبر دی۔ اس نے دنیا کو اختیار کیا آخر اسی حال

میں انتقال ہوا کہ گوبر چنتی تھی، اور کہا کرتی تھی۔ مجھ سے عبرت حاصل کرو کہ میں نے رسول خدا کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا تھا۔

۲۔ اسماء بنت صلت رضؓ۔ جب ان کے پاس حضور نے پیغام بھیجا تو بے انتہا مسرت میں ان کی وفات ہوگئی۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ بنی سلیم کے ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری دختر نہایت حسین و جمیل ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا حضور وہ بیمار ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہمیں تیری لڑکی کی حاجت نہیں ہے اور فرمایا، اس چیز میں خیر نہیں ہے جس کو دیکھا نہ ہو، اور اس جسم میں خیر نہیں ہے جس کو پایا نہ ہو۔

۳۔ ملیکہ بنت کعب رضؓ اور دوسری روایت یہ ہے کہ ملیکہ بنت داود، جب آپ نے اس سے خلوت کی تو اس کی ران پر برص کی سفیدی دیکھی۔ آپ ہٹ گئے اور فرمایا جاؤ کپڑے پہنو اور اپنے ماں باپ کے چلی جاؤ۔

۴۔ اسماء بنت نعمان کندیہ، ان کا باپ قبیلہ کندہ کا امیر تھا۔ ایمان لانے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میری ایک لڑکی صاحب جمال ہے اور بے شوہر ہے میری خواہش ہے کہ آپ اپنی زوجیت کے لئے قبول فرمالیں۔ آپ نے قبول فرمایا، اور ۱۲ ½ اوقیہ چاندی مہر مقرر کیا۔ اس نے کہا حضور اس کے مہر زیادہ کر دیجیے آپ نے فرمایا میں نے اپنی کسی زوجہ کا مہر اور کسی لڑکی کا مہر اس سے زیادہ نہیں کیا ہے۔ اس نے کہا بہتر آپ میرے ساتھ کسی کو کر دیجئے تاکہ آپ کی حرم کو آپ کے یہاں پہونچا دیا جائے۔ آپ نے اسید ساعدی کو ساتھ کر دیا۔ جب اسماء بنت نعمان مدینہ میں آئی تو اس کے حسن و جمال کی شہرت مدینہ میں ہو گئی۔ عورتیں آنا شروع ہوئیں امہات المومنین نے ایک عورت کو پڑھا دیا کہ اسماء سے کہو کہ تو بادشاہ کی لڑکی ہے۔ جب حضور تیرے پاس آئیں تو یہ کہنا۔ اعوذ باللہ منک چنانچہ اس نے ایسا ہی کہہ دیا۔ حضور نے فرمایا، جاؤ اپنے باپ کے یہاں چلی جاؤ۔ جب حضور کو معلوم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا

انکن صواحب یوسف وکیدھن عظیم   یہ یوسف کی صواحب ہیں انکا مکر بڑا ہوتا ہے

۵ - لیلیٰ بنت خطیم - ایک دن حضور آفتاب کی طرف کو کمر کئے بیٹھے تھے۔ اس نے آکر آپ کی پشت پر ہاتھ مارا۔ آپ نے فرمایا، کون ؟ بولی، میں حطیم کی بیٹی ہوں، اور میں نے اپنے باپ سے آپ کی تعریف سنی ہے۔ میں اپنے کو آپ کے سپرد کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا، جا میں نے قبول کیا۔ اپنے خاندان والوں کو خبر کردے۔ جب اس نے اپنے گھر والوں سے جا کر کہا تو انھوں نے کہا۔ ان کے بہت بیویاں ہیں اپنا نکاح فسخ کرالے۔ یہ آئی اور نکاح ختم کرالیا۔ ایک دن مدینہ کے باغ میں تھی کہ ایک بھیڑیا آیا اور اسکو پھاڑ ڈالا

۶ - ام ہانی بنت ابوطالب - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ابوطالب کو پیغام دیا تھا اور ھبیرہ بن وھب نے بھی پیغام دیا تھا۔ ابوطالب نے ھبیرہ کے ساتھ عقد کر دیا تھا۔ جب حضور نے ارشاد فرمایا، تو یہ جواب دیا بیٹے! میرے اور تیرے درمیان مصاہرت ہو جائے گی۔ اس وجہ سے نہیں کیا ہے۔ ام ہانی مسلمان ہوگئیں۔ اور ھبیرہ مسلمان نہیں ہوا، اسی وجہ سے جدائی ہوگئی۔ حضور نے پھر ام ہانی رض کو پیغام دیا۔ انھوں نے کہا یارسول اللہ مجھے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ سے محبت تھی اور اب بھی ہے لیکن میرے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں۔ اگر میں آپ کا حق ادا کروں گی تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر ان کی طرف توجہ کی تو آپ کا حق نہ ادا ہو سکے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ میں آپ کے ساتھ فراش پر ہوں اور بچہ دودھ پی رہا ہو۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا۔

قریش کی عورتیں بہت شریف ہوتی ہیں جو
اونٹ پر سوار ہوتی ہیں اور بچوں کو دودھ پلاتی ہیں

۷ - خولہ بنت حکم - یہ ام شریک رض کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا لیکن عقد نہ ہو سکا تھا۔

۸ - جمرہ بنت حارث، غطفانیہ حضور نے ان کے باپ کو پیغام دیا تھا، ان کے باپ نے کہہ دیا تھا کہ وہ بیمار ہے۔ حالانکہ بیمار نہیں تھیں

بقیہ عورتیں اور بھی ہیں لیکن ان کے نام شمار کرانے میں چنداں فائدہ نہیں ہے اس وجہ سے گریز کیا جاتا ہے۔

باندیاں

۱۔ ماریہ، قبطیہ۔ شاہ اسکندریہ نے ان کو بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ نہایت حسین و جمیل تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملک یمین میں لیکر تصرف میں لائے۔ ان سے صاحبزادہ محترم ابراہیم رض پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ماریہ کا انتقال ۱۶ھ میں ہوا۔ حضرت عمر رض نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۲۔ ریحانہ بنت زید بن عمرو، بنی نضیر یا بنی قریظہ کے قیدیوں میں آئی تھیں۔ آپ نے ان کو اپنے لئے منتخب فرمایا۔ اور بعد ازاں اختیار دیدیا تھا کہ چاہے اپنے دین پر قائم رہے یا مسلمان ہو جائے۔ یہ مسلمان ہوگئیں۔ حضور نے ان کو ملک یمین میں داخل کرلیا اور ایک روایت یہ ہے کہ آزاد کردیا تھا۔ حجۃ الوداع کے سال وفات ہوئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر رض کی خلافت کے زمانہ میں وفات ہوئی۔

۳۔ جمیلہ۔ یہ بھی قیدیوں میں آئی تھیں

۴۔ ایک کنیز حضرت زینب بنت جحش نے آپ کو دی تھی۔

اولاد واطہار

صاحبزادے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رض سے پیدا ہوئی صرف ایک صاحبزادہ حضرت ابراہیم رض حضرت ماریہ سے پیدا ہوئے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کے تین لڑکے تھے۔ ابراہیم، قاسم[1]، عبداللہ۔ طیب اور طاہر حضرت عبداللہ کا لقب ہے، اس وجہ سے کہ وہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے تھے بعض علماء نے کہا ہے کہ طیب اور طاہر یہ بھی دو لڑکے تھے۔ اس روایت کی بنا پر آپ کے پانچ صاحبزادے ہوئے[2]۔

---

[1] یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کی عمر اتنی ہوئی کہ وہ سواری کے قابل ہو گئے تھے (زاد المعاد) [2] طیب اور طاہر حضرت عبداللہ ہی کا لقب تھا اور یہ زمانہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ اسی قول کو ترجیح حاصل ہے (زاد المعاد)

حضرت قاسم رضؓ آپ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ ان ہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ ان کی ولادت زمانہ جاہلیت میں مکہ میں ہوئی تھی۔ دو سال زندہ رہے اور زمانہ جاہلیت ہی میں مکہ میں وفات پائی۔ حضرت عبداللہ بھی مکہ میں فوت ہوئے اس پر عاص بن وائل سہمی نے کہا تھا "محمد" ابتر ہو گئے۔ اُس وقت سورہ کوثر نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے[1]

المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً و خیر عملاً (الکہف)

مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں، باقیات صالحات تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور اچھا عمل ہیں۔[2]

بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا انتقال ہوا تو مشرکین مکہ نے آپ پر طعن کئے۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس صورت میں باقیات صالحات سے مراد آپ کی صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضؓ مدینہ منورہ میں ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ حضرت سلمیٰ رضؓ حضور کی آزاد کردہ تھیں۔ انھوں نے اپنے شوہر کو ماریہ رضؓ کے فرزند پیدا ہونے کی خبر دی۔ ابورافع ان کے شوہر نے یہ خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اس خبر پر حضور نے ان کو ایک غلام مرحمت فرمایا۔ اُسی شب حضرت جبرئیلؑ آئے۔ اور کہا "السلام علیک یا ابا ابراہیم۔ اس سے حضور کو فرحت ہوئی اور ساتویں روز آپ نے بکری کا عقیقہ[3] کیا، اور سر کے بال ترشوائے، اور بالوں کے برابر چاندی فقراء پر تقسیم فرمائی

---

[1] تفسیر ابن کثیر [2] باقیات الصالحات کی تفسیر میں بہت اقوال اور متعدد روایات ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر سورۂ کہف [3] عقیقہ کرنا ماں باپ کے لئے سنت ہے بچہ کی سنت نہیں ہے اور اس سنت کی حد پہلا ہفتہ ہے اس کے بعد اس کے درجہ استحباب میں بھی اختلاف ہے۔ اگرچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ خود کیا تھا۔ اس کے تمام رواۃ ضعیف ہیں۔ ادجز ص ۲۰۰ ج ۴

اور بالوں کو دفن کر دیا۔ اور ساتویں روز ہی نام رکھ دیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ انصار کی عورتوں میں حضرت ابراہیم رضہ کے دودھ پلانے پر مناقشہ ہوا، تاکہ ماریہ حضور کی خدمت کے لئے فارغ رہیں۔

حضرت ابراہیم رضہ کی مرضعہ کے بارے میں دو روایت نظر سے گذری ہیں۔ ایک یہ کہ ام بردہ بنت منذر ہیں۔ اور دوسری یہ کہ ام سیف زوجہ ابو سیف آہنگر ہیں۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضعہ کی تلاش میں ابو سیف کے گھر تشریف لائے۔ وہ اپنی بھٹی پر بیٹھے ہیں۔ نے ابو سیف کو خبر دی۔

پہلی روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تو جمع ممکن ہے۔ اس طرح پر کہ ام سیف کا نام ام بردہ بھی ہے۔ ابو سیف کا نام ابو بردہ بن اوس ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ دونوں نے دودھ پلایا ہو۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان لہ فی الجنۃ مرضعتین — اس کے لئے جنت میں دو مرضعہ ہیں۔

قاضی عیاض مالکی نے دونوں عورتوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس سے انکار کیا لیکن علامہ ابن عبداللہ جو اسماء الرجال کے بارے میں امام ہیں۔ وہ قاضی عیاض کی تائید کرتے ہیں اور علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں یہی کہا ہے

حضرت ابراہیم رضہ ڈیڑھ سال زندہ رہے اور سنہ ۱۰ھ میں وفات ہوئی جب سکرات کی حالت طاری ہوئی تو حضور کو اطلاع دی گئی اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ آپ کے پاس تھے۔ آپ ان کو ساتھ لیکر ابو سیف کے یہاں گئے۔ وہ اپنی ماں کی گود میں تھے۔ آپ نے ان سے لیکر اپنی آغوش میں لیا۔ اور آپ کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ سے حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا۔ حضور! آپ تو منع فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے عوف کے بیٹے یہ رحمت اور قلب کی رقت ہے۔ میں نے صرف دو آوازوں سے منع کیا ہے۔ ایک لہو و لعب اور گانے کی آواز اور دوسرے نوحہ کی آواز، اور

لہ افضل یہی ہے کہ انسانی اعضاء بال، ناخن وغیرہ کو تراشنے کے بعد دفن کر دینا چاہئے (احیاء العلوم باب فضل جمعہ)

ارشاد فرمایا:۔

العین تدمع والقلب تحزن	آنکھ روتی ہے دل غمگین ہے۔ اور ہم
وما نقول الا ما یرضی ربنا	وہی بات کہیں گے جو خدا کو پسند ہے
وانا بفراقک یا ابراھیم	اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے
لمحزون (الحدیث)	رنجیدہ ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حسان رضؓ کی والدہ سیرین بیان کرتی ہیں میں اس وقت موجود تھی میں اور ماریہ رضؓ نے فریاد شروع کی۔ آپ نے منع نہیں فرمایا۔ جب روح قبض ہوگئی تو فریاد کرنے سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضور کے رونے پر اسامہ بن زید نے بھی رونا شروع کیا۔ میں چونکہ آپ کو روتے دیکھ رہا ہوں اس وجہ سے رو رہا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

البکاء من الرحمۃ والصراخ	رونا رحمت ہے اور فریاد کرنا
من الشیطان	شیطانی عمل ہے

روایت ہے کہ حضرت ابراہیم کو ان کی دایہ نے غسل دیا، اور یہ بھی روایت ہے کہ فضل بن عباس رضؓ نے غسل دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پانی دیتے تھے اور حضور اس وقت موجود تھے۔ قبر میں فضل بن عباس رضؓ اور اسامہ بن زید نے اتارا اور قبر بنا دی گئی، اور اس کے بعد اس پر پانی چھڑکا گیا۔ حضور اس وقت موجود تھے اسلام میں یہ سب سے پہلا واقعہ ہے کہ قبر پر پانی چھڑکا گیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضؓ کی وفات کے بعد فرمایا، اگر یہ زندہ رہتا تو میں اس کی ماں کے تمام عزیزوں کو آزاد کر دیتا، اور تمام قبطیوں پر سے جزیہ ختم کر دیتا۔

بعض اسلاف نے بیان کیا ہے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم رحؓ حیات رہتے تو نبی ہوتے مگر یہ بات علم غیب پر جری ہونا ہے۔ اس کا اعتبار نہیں ہے علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا ہے میں نہیں جانتا کہ اس کے کیا معنی ہیں کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نبی نہ ہوئے

بہت سے غیر انبیاء سے نبی پیدا ہوئے ہیں۔ اگر یہی ہوتا کہ نبی سے نبی ہی پیدا ہوتے تو تمام انسان نبی ہوتے، کیونکہ آدم علیہ السلام نبی تھے، ان کی تمام اولاد انسانوں کو نبی ہونا چاہئے تھا، مگر حضرت شیث علیہ السلام ان کے ایک بیٹے نبی ہوئے۔ اسی طرح آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔

حضرت زینب رضؓ یہ حضور کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے ان کا عقد ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔ ابو العاص کی ماں ہالہ بنت خویلد ہیں۔ غزوۂ بدر میں جب ابو العاص کو گرفتار کر لیا گیا تو حضرت زینب رضؓ نے فدیہ کے طور پر وہ قلادہ بھیجا جو ان کی ماں خدیجہ رضؓ نے دیا تھا۔ حضور اس قلادہ کو دیکھ کر رو دیئے۔ اور فرمایا، لوگو! اگر تم چاہو تو زینب کا اسیر اور اس کا ہار واپس کر دو۔ سب راضی ہو گئے۔ آپ نے ابو العاص سے فرمایا، جاؤ! ہماری بیٹی کو واپس مدینہ بھیج دینا۔ وہ مسلمان ہے اور تم کافر ہو۔ ابو العاص نے شرط کے مطابق حضرت زینب رضؓ کو واپس بھیج دیا۔

ایک دفعہ ابو العاص مکہ سے تجارتی قافلہ لیکر چلے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سریہ نے سب کو گرفتار کر لیا اور سب مال کو مال غنیمت بنا لیا۔ ابو العاص بھاگ گئے تھے۔ وہ کسی طرح چھپ کر حضرت زینب رضؓ کے پاس پہونچے اور امان چاہی۔ حضرت زینب رضؓ نے امان دیدی۔ اسی امان کو حضور نے باقی رکھا، اور حضرت زینب سے فرمایا دیکھو! ان کے پاس نہ جانا، وہ تمہارے لئے حرام ہے اور اہل سریہ سے فرمایا، یہ سب مال تمہارا ہے لیکن اگر تم مناسب سمجھو! تو زینب کی خاطر واپس کر دو۔ سب نے بخوشی واپس کر دیا۔ ابو العاص یہ مال لیکر مکہ آئے۔ اور سب لوگوں کو ان کا مال سونپ دیا، اور فرمایا، اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ مدینہ میں اس وجہ سے مسلمان نہیں ہوا تھا کہ تم کہتے ہمارا مال رکھ کر بیٹھ رہے۔ یہ کہہ کر مکہ سے چل دیئے اور مدینہ منورہ پہونچ کر حضور سے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ آپ نے ابو العاص رضؓ اور حضرت زینب رضؓ کو اسی نکاح پر باقی رکھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ تجدید نکاح ہو گئی تھی (اسی روایت کو ترجیح حاصل ہے)۔

حضرت ابوالعاص رضؓ سے حضرت زینب رضؓ کے دو بچے ہوئے۔ ایک لڑکا "علی" اور ایک لڑکی امامہ۔ لڑکے کا انتقال قریب بلوغ کے ہوگیا تھا۔ امامہ رضؓ سے حضور کو بہت محبت تھی۔ روایت ہے کہ حالت نماز میں امامہ رضؓ کو کندھے پر بٹھا رکھا تھا اور سجدہ و رکوع کی حالت میں اتار دیا تھا۔ بعد وفات حضرت فاطمہ رضؓ ان کی وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے امامہ رضؓ سے عقد کرلیا تھا۔

حضرت زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان کو تین بار یا پانچ بار غسل دو، پانی میں کافور ملاؤ۔ جب فراغت ہوئی تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

حضرت رقیہؓ واقعہ فیل کے ...... بعد قبل از نبوت پیدا ہوئیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقد ابولھب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ کردیا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ عتیبہ کے ساتھ ام کلثوم کا عقد کیا تھا قبل اس کے کہ زفاف کی نوبت آئے۔ سورہ تبت ابی لھب کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابولھب نے اپنے بیٹے سے کہہ کر طلاق دلا دی تھی۔

روایت ہے کہ جب قریش کی زیادہ عداوت بڑھی تو انھوں نے ابوالعاصؓ اور عتیبہ سے کہا کہ تم لوگ تو اس وجہ سے مخالفت نہیں کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تمہارے یہاں ہیں ان کو طلاق دیدو۔ ابوالعاص رضؓ نے کہا میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ ان کے مقابلہ میں مجھے قریش کی کوئی لڑکی پسند نہیں ہے۔ لیکن عتیبہ نے حضرت رقیہ رضؓ کو طلاق دیدی تھی یہ بدبخت حضور کے پاس آیا، اور آپ کی طرف کو تھوکا اور رقیہ رضؓ کو طلاق دیدی۔ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا کی تھی۔

اللھم سلط علیہ کلباً من کلابک — اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔

جناب ابوطالب نے عتیبہ سے کہا۔ محمد کی دعا بیکار نہ جائے گی۔ چنانچہ ایک سفر میں منزل "وزرقا" پر جب پڑاؤ کیا۔ لوگوں نے کہا یہاں شیر رہتا ہے۔ ابولھب نے ہرچند انتظام کیا

اور عتیبہ کو چاروں طرف سے گھیر کر سلایا مگر رات کو شیر نے صرف عتیبہ ہی کو آ کر پھاڑ ڈالا
روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت رقیہ رضہ کا عقد حضرت عثمان رضہ سے ہو گیا انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

انہا لاول من ھاجر الی اللہ بعد لوط — وہ لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلی ہیں کہ جس نے خدا کے لئے ہجرت کی ہے

پہلی ہجرت میں حضرت رقیہ حاملہ تھیں۔ ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عثمان سے ان کے لڑکا تولد ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ دو سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے بعد حضرت رقیہ کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا حضرت رقیہ رضہ کی وفات سنہ ۲ھ میں اس وقت ہوئی جب حضور غزوہ بدر کے لئے تشریف لے گئے تھے

حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ جب حضرت رقیہ رضہ کی وفات ہوئی، تو حضور نے ارشاد فرمایا "ہمارے اچھے اسلاف عثمان بن مظعون[1] کے ساتھ جا ملو!۔ عورتیں روتی تھیں کہ حضرت عمر رضہ تشریف لائے۔ اور ان کے کوڑے ملے کہ کیوں روتی ہو۔ حضور نے حضرت عمر رضہ کو پکڑ لیا اور فرمایا چھوڑ دو تاکہ یہ روئیں اور فرمایا، روؤ، لیکن شیطانی آواز نہ نکالو! جو کچھ دل اور آنکھوں میں ہے وہ رحمت کا اثر ہے اور ہاتھ سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ شیطانی عمل ہے۔

حضرت فاطمہ رضہ حضرت رقیہ رضہ کی قبر پر حضور کے پاس بیٹھی تھیں اور روتی تھیں آپ نے اپنی چادر کے پلو سے ان کے آنسو صاف کئے۔

روایات میں مشہور ہے کہ وفات کے بعد آپ غزوہ بدر پر تشریف لے گئے تھے۔ یہ واقعہ حضرت زینب یا ام کلثوم کے بارے میں ہو گا۔ راویوں نے حضرت رقیہ رضہ کے ساتھ چسپاں کر دیا۔ یا یہ کہ یہ واقعہ حضرت رقیہ رضہ کی قبر پر تشریف لے جانے کے بعد پیش آیا ہو گا۔

---

[1] یہ پہلے مسلمان ہیں کہ جن کے جنازہ کی نماز آپ نے اُن کی قبر پر ادا کی تھی۔ ملاحظہ فرمائے حالات سنہ ۲ھ

حضرت اُمِ کلثوم
ان کا نام آمنہ تھا ان کا نکاح عتبہ برادر عتیبہ کے ساتھ ہوا تھا سورۂ تبت کے بعد عتبہ نے ان کو طلاق دیدی تھی۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رض کا عقد حضرت عثمان رض سے ہوا۔ ایک مدت تک حضرت عثمان کے ساتھ رہیں، ان سے فرزند تولد ہوئے لیکن قبل از بلوغ وفات پا گئے حضرت ام کلثوم کی وفات ۹ھ میں ہوئی۔ اسماء بنت عمیس رض۔ صفیہ بنت عبدالمطلب اور ام عطیہ رض نے غسل دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج کی رات جو اپنی اہلیہ کے پاس نہ گیا ہو وہ ام کلثوم رض کو قبر میں اتارے۔ حضرت ابو طلحہ رض نے عرض کیا میں ہوں۔

روایت ہے کہ جب قبر میں اتار دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ اور اس کے بعد بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور فرمایا۔ ان کچی اینٹوں سے میت کو کوئی نفع نہیں پہونچتا لیکن زندوں کے اطمینان کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا، اگر میرے دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں عثمان کو دیتا۔

حضرت فاطمہ رض
ان کی کنیت ام محمد ہے۔ لقب طاہرہ، زاکیہ، راضیہ۔ مرضیہ ہے۔ واقعہ فیل سے ۳۵ سال بعد پیدا ہوئیں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ۴۱ سال بعد پیدا ہوئیں، حضور کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ رمضان ۲ھ میں عقد ہوا۔ اور ماہ ذی الحجہ میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال، یا ۱۸ سال کی تھی۔ لیکن روایات کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی عمر رخصتی کے وقت ۱۴ سال یا ۲۰ سال کی ہوگی تفصیل گذر چکی ہے [۱]

حضرت فاطمہ رض کے تین لڑکے حسن، حسین، محسن ہوئے۔ اور تین لڑکیاں زینب، ام کلثوم، رقیہ ہوئیں۔ محسن اور رقیہ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا، زینب کا عقد

---

[۱] اٹھارہ سال والی روایت کو ترجیح حاصل ہے

عبداللہ بن جعفر سے اور ام کلثوم کا عقد حضرت عمر رضؓ سے ہوا تھا لیکن ان دونوں سے نسل نہ چلی۔

حضرت عائشہ رضؓ سے دریافت کیا گیا آدمیوں میں حضور کو کس سے زیادہ محبت تھی فرمایا، حضرت فاطمہ سے اور مردوں میں حضرت علی رضؓ سے۔

حضرت حذیفہ بن یمان کی والدہ نے کہا، میں نے حضور کو بہت دنوں سے نہیں دیکھا ہے۔ آپ کو بلا کر لاؤ میں نے کہا، شام کی نماز کے بعد لاؤں گا، جب آپ شام کی نماز سے فارغ ہوئے تو چلے۔ راستہ میں ایک آدمی نے آپ کو روکا اور علیحدہ کو لیجا کر کچھ کہا اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو، کون تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ فرشتہ تھا۔ آج سے قبل کبھی دنیا میں نہیں آیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن اور
حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

اور حضرت انس رضؓ کی روایت گذر چکی ہے۔ ایک اور حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا	فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اس کو اذیت
فقد اذانی ومن اغضبھا فقد	دیتا ہے وہ مجھے ستاتا ہے اور جو اس
اغضبنی	سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے

اور ایک دوسری روایت میں ہے:۔

ان اللہ یغضب بغضب فاطمۃ	اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غصہ کے ساتھ غصہ ہوتا
ویرضی لرضاھا	ہے اور اس کی رضا پر راضی ہوتا ہے۔

ایک دن حضور نے صحابہ سے دریافت کیا، کون سی عورت بہتر ہے؟ لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضؓ گھر آئے۔ حضرت فاطمہ رضؓ سے دریافت کیا۔ تو انھوں نے جواب دیا وہ عورت بہتر ہے کہ جس کو مردوں نے نہ دیکھا ہو اور نہ اس نے مردوں کو دیکھا ہو۔ حضرت علی رضؓ نے یہی آ کر کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا یہ بات کہاں سے سیکھی۔ عرض کیا حضرت

فاطمہ رض سے، آپ نے فرمایا۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

ایک دن حضرت علی رض نے حضور سے دریافت کیا۔ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے یا فاطمہ سے؟ فرمایا۔ فاطمہ مجھے محبوب ترین ہے اور تو عزیز ترین ہے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُون کی ایک چادر اوڑھے ہوئے باہر گئے۔ سامنے حضرت حسن رض مل گئے۔ اُن کو چادر میں کرلیا۔ پھر حسین رض مل گئے۔ ان کو بھی چادر میں کرلیا۔ اتنے ہی میں حضرت علی اور فاطمہ مل گئے۔ آپ نے ان دونوں کو بھی چادر کے قریب کرلیا اور فرمایا۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرے اے اہل بیت اور تمہیں پاک کرے۔

اور ان چاروں کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

انا حرب لمن حاربھم وانا سلم لمن سالمھم

جو ان سے جنگ کرے میری اس سے جنگ اور جو صلح کرے میری اس سے صلح ہے

شیخ نجم الدین عمر نسفی نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں روایت نقل کی ہے کہ ایک دن حضور فاطمہ رض کے یہاں تشریف لائے اور دیکھا کہ صاحبزادی رنجیدہ ہیں۔ دریافت کیا تو عرض کیا۔ شکایۃً نہیں بلکہ حکایۃً عرض کرتی ہوں کہ تین دن سے گھر میں کھانا نہیں ہے۔ دونوں بچوں سے صبر نہیں ہو پاتا۔ بری طرح روتے ہیں کہ ہم سے دیکھا نہیں جاتا۔ والد محترم! اگر بندہ سے دعا میں کوئی گستاخی ہو جائے تو عیب تو نہیں ہے، تو فرمایا بیٹی۔ اللہ بندوں کی گستاخی کو پسند کرتا ہے۔ حضرت فاطمہ رض نے گھر کے ایک کونہ میں مصلیٰ بچھایا، اور نماز کے لئے کھڑی ہوگئیں اور اس کے بعد دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ اور عرض کیا۔ اے اللہ ہم کو رسولوں کی سی طاقت نہیں ہے۔ میرے والد آپ کے رسول ہیں۔ یا تو آپ مجھے طاقت دیں یا اس مصیبت سے راحت دیں۔ اس پر آپ کو بے ہوشی طاری ہوگئی۔ ادھر حضرت جبرئیل حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا، اُٹھیے! فرشتوں میں شور مچ گیا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے یہاں چلئے۔ آپ حضرت فاطمہ رضؓ کے یہاں تشریف لاتے دیکھا تو صاجزادی بیہوش ہیں۔ آپ نے آغوش میں لیا تب ہوش آیا۔ آپ نے فرمایا، بیٹی! اللہ قسام ہے۔ وہی تیری مشقت دور کریگا۔ اور دست مبارک سینہ پر پھیرا۔ اور فرمایا اے خدا اسکو بھوک سے محفوظ رکھ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں اسوقت سے مجھے بھوک سے پریشانی نہیں ہوئی۔

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ حضور جب سفر پر تشریف لیجاتے تو سب آخر میں حضرت فاطمہؓ سے رخصت ہو کر آتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ کے یہاں جاتے تھے

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ چند دن بیمار رہیں۔ اس کے بعد دنیا سے رخصت ہوئیں حضرت علی رضؓ کسی مہم پر گئے تھے۔ حضور کی باندی سلمیٰ تھیں۔ فرمایا میرے غسل کے لئے پانی لاؤ چنانچہ غسل کیا، اور پاک کپڑے پہنے۔ اور بستر پر داہنی کروٹ لیٹ گئیں۔ اور فرمایا، سلمیٰ میں اس دنیا سے غسل کر کے جاتی ہوں۔ اور کتاب کشف الغمہ میں مسند امام احمد سے نقل کیا گیا ہے کہ علم فقہ اس کے خلاف ہے۔ اگر واقعہ صحیح بھی ہے تو یہ مخصوصات فاطمہ رضؓ میں سے ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے غسل[1] دیا اور دونوں صاجزادوں نے پانی بہایا۔

حضرت فاطمہ رضؓ کی وفات سہ شنبہ کی شب ۳ رمضان المبارک کو ہوئی۔ کل عمر شریف اٹھائیس ۲۸ سال کی تھی۔ رات ہی کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر رضؓ .... سے شکایت کی کہ آپ نے خبر تک نہیں دی۔ ......
.. .. حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ کیا کروں۔ ایسی طرح وصیت تھی۔ حضرت فاطمہ رضؓ کی مرویات اٹھارہ ہیں اور ایک حدیث متفق علیہ ہے

---

[1] علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات میں فرمایا یہ موضوع نہیں بلکہ ثابت ہے اور حضرت فاطمہ رضؓ کے خصائص میں سے ہے اور یہ چیز دیگر ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہو۔ ط ۲۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا باب

فضائل النبی اور معجزات

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا بے مثل ہے جیسا نبی بھی بیمثال اُس کا
وہاں جلووں کا لاثانی یہاں جلووں میں لاثانی

(عزیز الرحمن غفرلہ)

ترتیب

فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمھیں ہدایت دے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے انسان پیدا کئے ہیں۔ بعض نفوس نہایت اعلیٰ مرتبہ کے مصفا اور مزکی ہوتے ہیں، اور بعض کدورت میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض نفوس متوسط ہوتے ہیں۔ آیت پاک میں ارشاد ہے

فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ	بعض ان میں سے اپنے اوپر ظلم کرنیوالے ہوتے ہیں اور بعض درمیانی اور بعض خیر میں اللہ کے حکم سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں

انبیاء علیہم السلام کے نفوس مصفی ...... ہوتے ہیں اور ان کے جسم بھی عیوب سے پاک ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سب میں سب سے اعلیٰ ہیں اور از روئے مزاج سب سے زیادہ کامل ہیں، اور از روئے روح سب سے زیادہ مصفی ہیں۔ اور از روئے خلق سب سے زیادہ اتم ہیں[۱]۔ اس سے آپ کے فضائل بھی بے انتہا ہیں کہ ان کے لئے علیحدہ ہی کتاب ہونا چاہیے مگر یہاں چند کو بیان کیا جا رہا ہے۔

۱- آپ کی روح مقدس کو عالمین کی ارواح سے قبل پیدا کیا گیا، اور تمام ارواح آپ کی روح مقدس سے پیدا ہوئیں۔ (گویا آپ اصل کائنات ہیں) حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا "میں سب سے اول پیدا ہوا، اور سب سے آخر میں مبعوث ہوا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ سب سے اول خدا نے کیا پیدا کیا۔ فرمایا تیرے پیغمبر کا نور

۲- تمام انبیاء علیہم السلام سے روز ازل میں میثاق لیا گیا کہ جب تم مبعوث ہو گے تو

---

[۱] اطبائے ابدان کا یہ متفق فیصلہ ہے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی انسان معتدل مزاج نہیں ہوتی ہے اسی وجہ سے انکے تمام کاموں میں معیت جا ہوتی ہے (ملاحظہ ہو نفیسی)

توجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت کرو گے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین	اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے
لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ	عہد کہ جب آئیگی تمہارے پاس کوئی کتاب
ثم جاءکم رسول مصدق	اور حکمت پھر آئیگا تمہارے پاس رسول جو
لما معکم لتؤمنن بہ و	تصدیق کریگا اُسکی جو تمہارے پاس ہے تو تم اُس
لتنصرنہ (الآیۃ)	ضرور ایمان لاؤگے اور اُسکی ضرور مدد کروگے

پس تمام انبیاء آپ کے تابع ہیں۔ بالفرض اگر ایک ہی زمانہ ہوتا تو سب پر آپ کی اتباع واجب ہوتی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

لوکان موسیٰ حیا ما وسعہ	اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری
الا اتباعی	ہی اتباع کرنا پڑتی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جب کسی پیغمبر سے اپنی کتاب میں خطاب کیا ہے تو ان کا نام ذکر کیا ہے۔ (اس جگہ چند مثالیں ہیں) لیکن جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا ہے تو نام نہیں لیا اور ایسا بربنائے تعظیم کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

یاایھا النبی، یاایھا الرسول

لیکن جہاں کہیں آپ کا نام لیا ہے وہاں آپ کی صفت، رسالت، یا نبوت کو ذکر فرمایا ہے مثلاً وما محمد الا رسول۔ محمد رسول اللہ والذین معہ (چند آیات ایسی ہی ہیں) اور اس کی مثالیں قرآن پاک میں بہت ہیں۔

۴۔ اس اُمت سے قبل والی اُمتوں کے لئے جائز تھا کہ وہ اپنے رسول کا نام لیکر خطاب کریں لیکن اس اُمت کے لئے یہ جائز نہیں ہے چنانچہ آیت مبارکہ ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول	اپنے رسول کو آپس میں اس طرح
بینکم کدعاء بعضکم بعضا	پکارو جیسا کہ آپس میں پکارتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ صحابہ آپ کو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر پکارتے تھے لیکن اس کے بعد یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارنے لگے

۵۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صرف آپ ہی کی حیات کی قسم کھائی ہے۔

لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون — آپ کی حیات کی قسم ۔ الخ

اور آپ کے شہر کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً لا اقسم بهذا البلد۔ آپ کی رسالت کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً یٰس والقرآن الحکیم انك لمن المرسلین

اور آپ کی ہدایت کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی

اور آپ کی محبت میں ارشاد فرمایا:۔

والضحی ۔ وانك لعلی خلق عظیم

۶۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے کہ الفاظ کم اور معنی بہت

۷۔ آپ کی ہیبت اسقدر تھی کہ اگر دشمن ایک ماہ کی راہ پر بھی ہو تو مرعوب ہو جاتا تھا

۸۔ مال غنیمت کو آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے حلال کیا گیا۔ پہلی اُمتوں کے لئے حلال نہ تھا بلکہ وہ جو بھی مال غنیمت پاتے اپنے رسول کے پاس جمع کر دیتے اور پھر آسمان سے آگ اترتی اور اس سب کو جلا دیتی تھی

۹۔ آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے روئے زمین کو پاک کر دیا اور مسجد بنا دیا کہ جہاں چاہیں نماز ادا کریں اور تیمم کریں۔ دوسری اُمتوں کے لئے عبادت خانے مخصوص تھے اور ان کو تیمم کی بھی اجازت نہ تھی

۱۰۔ آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے، اور آپ سے ماقبل مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ رہا نوح علیہ السلام کا معاملہ کہ طوفان کے بعد ان کی رسالت عام تھی اس لئے کہ اس وقت اہل عالم صرف اہل کشتی میں منحصر تھے لیکن طوفان سے قبل کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی بعثت قوم مخصوص کی طرف تھی اور قرآنی آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

لقد ارسلنا نوحا الی قومہ — نوح کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

اور بعض نے حدیث شفاعت کو دلیل میں پیش کیا ہے کہ اہل موقف نوح علیہ السلام سے کہیں گے

انت اول رسول الی اھل الارض — آپ زمین کی طرف پہلے رسول ہیں

کیونکہ تمام زمین والے ہلاک ہو چکے تھے۔ اگر وہ تمام کی طرف مبعوث نہ ہوتے تو سب ہلاک نہ ہوتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وما کنا معذبین حتی — ہم کسی پر عذاب نازل نہیں کرتے حتی

نبعث رسولاً — کہ ان کی طرف رسول نہ بھیجیں

اس سے ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں لیکن یہ دونوں استدلال ضعیف ہیں کیونکہ اس سے اول ارسال نوح ثابت ہے نہ کہ عمومیت بعثت۔ اور عموم عتاب کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں دوسرے پیغمبر بھی ہوں۔ اور بالفرض اگر یہ صحیح بھی ہے تو نوح علیہ السلام کی بعثت صرف انسانوں کی طرف تھی لیکن ہمارے حضور کی بعثت جنات اور انسانوں کی طرف تھی۔

۱۱۔ ختم نبوت کا تعلق صرف آپ کے وجود مقدس سے ہے۔ اور یہ چھ فضیلت حضور کے لئے حدیث سے ثابت ہیں ۱۔ تمام انبیاء پر مجھ کو فضیلت دی گئی ہے ۲۔ مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے ہیں۔ ۳۔ ایک مہینہ کی مسافت پر بھی میرا رعب ہو جاتا ہے۔ ۴۔ پوری زمین کو میرے لئے مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ ۵۔ مجھے پوری مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے۔ ۶۔ میں خاتم النبیین ہوں۔

چنانچہ وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر میں آئیں گے تو وہ ہماری شریعت کی اتباع کریں گے

۱۲۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں موجود ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا:۔

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم — میری حیات اور موت دونوں تمہارے لئے خیر ہیں

اور آیت مبارکہ رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں علماء نے بیان کیا ہے۔ یعنی تمام جنات اور انسانوں کے لئے، مومنین کے لئے رحمت ہدایت کی وجہ سے اور کافروں کے لئے رحمت تاخیر عتاب کی وجہ سے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت جبرئیل یہ آیت لائے تو آپ نے

فرمایا، جبرئیل اس رحمت کا کچھ حصہ آپ کو بھی ملا ہے. عرض کیا ہاں. آپ نے فرمایا میں تو ڈرا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین تمہارے ہی بارے میں فرمایا ہے۔ اب اطمینان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں میری ثنا فرمائی ہے

۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید میدان جنگ میں فرشتوں کے ذریعہ فرمائی ہے اور یہ مرتبہ کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

۱۴۔ آپ کی بعثت سے تمام شیطانوں کی گذر آسمانوں پر ممنوع ہو گئی آپ سے پہلے نہ تھی۔

۱۵۔ آپ کے پاس کبھی کبھی اسرافیلؑ بھی آتے تھے. آپ سے قبل کسی رسول کے پاس نہیں آئے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے پاس اسرافیل آئے کہ ان کی داہنی طرف جبرئیلؑ تھے اور بائیں طرف میکائیل تھے۔ انھوں نے آکر کہا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ بادشاہ ہو جائیں یا رسول اور بندہ ہو جائیں۔ میں نے رسول اور بندہ ہونے کو اختیار کیا۔ میں نے اسرافیلؑ کے دونوں ابرو کے بیچ میں تمام چیزوں کو دیکھا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جب دوسرے پیغمبروں کی توبہ اور مغفرت کا ذکر کیا ہے تو کمتر درجہ کی چیزوں کو بھی ذکر کر دیا ہے۔

وعصیٰ آدم ربہ فغوی — آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گئے

نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا

فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم — آپ کو جس چیز کا علم نہیں اس کے بارے میں

انی اعظک ان تکون من — سوال نہ کریں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں

الجاھلین — کہ کہیں جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

(علامہ نے اسی طرح حضرت یونسؑ حضرت موسیٰ حضرت داؤد کے بارے میں قرآنی آیات پیش کی ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک — ہم نے آپ کو فتح مبین دی تاکہ اللہ آپ کے

اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر — اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔

اولاً فتح کو ذکر کیا پھر غفران ذنوب کو ذکر کیا، اور آئندہ کے ذنوب کو بھی قبل از وقوع معاف کردیا
۱۷۔ گذشتہ انبیا علیہم السلام کو مانگنے پر چیزوں کو عطا کیا گیا اور آپ کو بلا مانگے عطا کیا گیا۔ مثلاً ابراہیمؑ نے سوال کیا۔ لاتخزنی یوم یبعثون۔ قیامت کے دن آپ مجھے رسوا نہ کریں، تو ارشاد ہوا۔

لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہٗ	اللہ نبی اور اسکے ساتھ مومنین کو رسوا نہ کریگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرح صدر کے لئے سوال کیا تب شرح صدر ہوا لیکن آپ کو بلا مانگے فرمایا۔

الم نشرح لک صدرک	کیا ہم نے آپ کو شرح صدر عطا نہیں کیا

۱۸۔ آپ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

ورفعنا لک ذکرک	آپ کے ذکر کو آپ کے لئے ہم نے بلند کیا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا نام آئے گا۔ آپ کا بھی نام آئیگا مثلاً کلمۂ ایمان، کلمات اذان، تحیات نماز
۱۹۔ آپ کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین قرار دیا۔ اُن کی تعظیم و احترام واجب ہے اور اُن سے نکاح حرام ہے۔ آیت مبارکہ ہے۔

وازواجہ امھاتھم وماکان	اور آپ کی ازواج مومنین کی مائیں
لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا	ہیں تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ
ان تنکحوا ازواجہ من بعدہٖ	کو اذیت دو۔ اور نہ آپ کے بعد ان
ابداً	سے کبھی بھی نکاح کرو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے کہا تھا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے گا تو میں حضرت عائشہ رضؓ سے نکاح کروں گا۔
۲۰۔ آپ کو نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنے میں بھی پورا ثواب ملے گا۔ دوسروں کو نہیں۔ آئمہ شافعیہ نے اس تخصیص کا انکار کیا ہے۔ لیکن وہ مسلم کی اس روایت سے غافل

لہ فتح القدیر میں امام ابن ہمام نے وتر کے بیان میں وتر کے بعد کی نوافل کو بیٹھ کر پڑھنا آپ کے خصائص (باقی ص ۲۸۹ پر)

رہے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا تو عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

لست کاحد منکم — میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں

۲۱۔ آپ جس طرح سے اپنے برابر والے اور سامنے والے کو دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے والے کو بھی دیکھتے تھے۔ صحیح حدیث شریف میں موجود ہے

اتمو الرکوع والسجود فواللہ انی لاراکم من وراء ظهری[۱] — رکوع سجدہ پورا کرو۔ قسم خدا کی میں تم کو اپنی کمر کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے وقوف تام مراد ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ اس سے رویت عین مراد ہے۔ اور ایک قول غریب یہ بھی ہے کہ امام زاہدی شارح قدوری اور مصنف قنیہ نے رسالہ ناصریہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے شانوں کے درمیان دو چشم، سوئی کے سوراخ کی طرح تھیں کہ لباس بھی ان کو دیکھنے سے مانع نہیں تھا۔ اور کتب سیرت میں ہے کہ آپ منافقین کو پیچھے کی جانب نماز پڑھتے ہوئے کہ وہ اشارے کیا کرتے تھے دیکھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دل کی آنکھ سے دکھلا دیتا تھا۔

۲۲۔ آپ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔

۲۳۔ آپ کا سایہ نہیں تھا[۲] کہ جب آپ آفتاب اور ماہتاب کی روشنی میں

صفحہ ۲۸۸ کا باقی حاشیہ میں سے ذکر کیا ہے یہ غلط ہے۔ جو کہ عام طور پر نوافل کو بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں۔

[۱] ملا علی قاری نے اسی کی تائید کی ہے کہ یہ خصوصیت آپکو خرق عادت کے طور پر حاصل تھی اور خاص طور سے نماز میں کیونکہ حالت صلوٰۃ میں ملکوتیت کا زیادہ غلبہ ہو جاتا تھا (مرقاۃ ج ۲ ص ۹۴ مطبوعہ پاک) اور بعض علماء نے ہر حال میں دیکھنے کی تصدیق کی ہے اور اس کی بھی تصدیق کی ہے کہ آپ کے شانوں کے درمیان دو چشم تھیں۔ تذکرۃ الموضوعات ص ۸۸

[۲] نوادر الاصول میں ایک حدیث عن عبدالملک بن وحید عن ذکوان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ حضرت گنگوہی رح نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔ فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۲

چلا کرتے تھے۔ بعض روایات میں موجود ہے کہ آپ نے دعا کی ہے " الٰہی مجھے نور عطا فرما"
یہ ہمارے قول کی تائید میں ہے

۲۴۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ حضرت ابن عباس رضہ روایت کرتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ کی ایک جماعت بیٹھی باتیں کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا۔ اور موسیٰ عہ کو کلیم بنایا۔ اور عیسیٰ ع کو اپنا کلمہ اور روح بنایا۔ آدم ع کو مرتبہ اصطفےٰ مرحمت فرمایا۔ اتنے ہی میں حضور گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کی بات چیت سُن رہا تھا، اور فرمایا، کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں ہے [1]

۲۵۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عالم میں اپنے جمال سے مشرف فرمایا اور کسی کو یہ فضیلت حاصل نہ ہوئی۔

۲۶۔ اللہ تعالیٰ نے از ابتدائے آفرینش او رتا قیامت پوری کائنات کو آپ پر منکشف کر دیا ہے۔

۲۷۔ آپ کو بہترین زمانہ میں پیدا کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے

بعثت من خیر قرون بنی	میں بنی آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث
آدم قرنا فقرنا حتی کنت	ہوا ہوں۔ زمانہ بزمانہ، حتی کہ وہ زمانہ
من القرن الذی کنت فیہ [2]	جس میں میں ہوں۔

۲۸۔ آپ کو بہترین قبیلہ میں پیدا کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

صفحہ ۲۸۹ کا باقی حاشیہ :۔ اور حضرت مجدد صاحب اس کے قائل ہیں اور اس کو ثابت مانتے ہیں جس حدیث سے مصنف نے استدلال کیا ہے ملا علی قاری نے تذکرۃ الموضوعات میں اس کی تردید کی ہے ص ۶۳ لیکن متفرق مطالعہ کی بنا پر جہاں عدم سایہ کی تائید ہوتی ہے وہاں اگر معجزہ کے طور پر اجاتا اس کو تسلیم کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ عزیز الرحمن غفرلہ

[1] ۔ رواہ ترمذی والدارمی [2] رواہ بخاری

اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو ولد اسماعیل میں سے
منتخب کیا ہے۔ اور کنانہ میں سے قریش کو، اور
قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے
مجھے منتخب کیا ہے [۱]

کنتم خیر امت اخرجت للناس ۔ الآیۃ [۲]
تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

۳۰۔ آپ کی اُمت کا اجماع گمراہی پر نہ ہو سکے گا۔

لا یجتمع امتی علی الضلالۃ [۳]
میری اُمت کا اجماع گمراہی پر نہ ہوسکیگا

۳۱۔ قیامت میں آپ کی امت تمام اُمتوں پر گواہ ہوگی۔ ارشاد ہے [۴]

کذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس الآیۃ
ایسے ہی ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

۳۲۔ آپ کی امت اجابت کی تعداد تمام انبیاء کی اُمتوں سے زیادہ ہے

انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامۃ [۵]
میں قیامت میں متبعین کے اعتبار سے انبیاء میں سب سے زیادہ ہوں گا۔

۳۳۔ آپ کی اُمت کا اجماع قطعی اور حجت ہے۔ دیگر اُمتوں میں یہ بات نہ تھی۔
جمہور علماء کا مسلک یہی ہے۔

۳۴۔ بہشت میں آپ کے امتیوں کی تعداد زیادہ ہوگی

۳۵۔ آپ کی اُمت قحط عام میں ہلاک نہ ہوگی

---

[۱] مسلم وترمذی [۲] للناس سے .... اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس امت میں دوسروں کو فائدہ پہونچانے اور دوسروں کے لئے راہ ہدایت کی خصوصیت زیادہ ہے [۳] مشہور حدیث ہے [۴] تفسیر روح المعانی ومظہری۔ بخاری شریف میں بھی ایک روایت اسی قسم کی ہے جمع الفوائد ص ۲۳ ج ۲ [۵] رواہ مسلم

۳۶ - کوئی دشمن پوری امت پر غالب نہ ہوسکے گا - حضرت سعد بن وقاص رض روایت کرتے ہیں کہ حضور مسجد میں تشریف لے گئے میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور طویل دُعا مانگی، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے تین چیزوں کی دعا کی تھی دو قبول ہوئیں۔ یہ کہ میری اُمت قحط عام میں ہلاک نہ ہو۔ میری اُمت غرق عام میں ہلاک نہ ہو، اور کوئی دشمن پوری اُمت پر غالب نہ آئے تیسری چیز جس کا انکار کر دیا گیا یہ ہے کہ ان میں اختلاف نہ ہو[1]

۳۷ - دوسری اُمتوں کی طرح سے تکالیف اس اُمت پر مسلط نہیں ہوئیں

۳۸ - اس اُمت کی صفوف، ملائکہ کی صفوف کی طرح ہیں۔[2]

۳۹ - جائز نہیں ہے کہ کوئی آپ کی موجودگی میں آواز بلند کرے۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔

یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا	ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آواز
اصواتکم فوق صوت النبی	بلند نہ کرو۔

۴۰ - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو آواز دیں تو اس کو جواب دینا واجب ہے۔ خواہ وہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔ جواب دینے سے اُس کی نماز فاسد نہ ہوگی صحیح بخاری میں ابو سعید رض کا اور ابی بن کعب رض کا قصہ ترمذی میں موجود ہے

۴۱ - آپ کے لئے ہدیہ حلال ہے۔ دیگر حکام اور والیوں کے لئے نہیں[3]

۴۲ - عمداً حضور پر جھوٹ بولنا، مثل دوسروں پر عمداً جھوٹ بولنے کے مانند نہیں ہے، بلکہ یہ افحش کبائر میں سے ہے اور بعض علماء نے کفر بھی قرار دیا ہے[4]

---

[1] یہ روایت امام ترمذی نے خباب بن ارت رض سے روایت کی امام مسلم کی روایت میں جس کو انھوں نے حضرت سعدؓ سے روایت کیا ہے۔ اس میں لایجعل باسھم بینھم ہے۔ اختلاف امت کا ذکر نہیں ہے ابو داؤد میں حضرت ابو موسیٰؓ کی روایت ہے۔ اہل باطل اہل حق پر غلبہ نہ پا سکیں گے [2] یعنی حالت جہاد اور حالت صلوٰۃ میں [3] تفصیلی قصہ وفود کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے [4] مشہور اور متواتر حدیث ہے (باقی ص ۲۹۳ پر)

۴۳۔ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا، اس نے آپ ہی کو دیکھا ہے شیطان آپ کا تمثل اختیار نہیں کرسکتا۔ علماء نے اس حدیث کے[۱] دو معنی بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا خواب درست ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے حقیقتاً آپ ہی کو دیکھا ہے۔

۴۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں سب سے اول اپنی قبر سے اٹھیں گے ارشاد ہے:۔

انا اول من تنشق عنہ الارض[۱]
میں سب سے مقدم ہوں کہ جو قبر سے نکلیں گے

۴۵۔ آپ کو قیامت میں چند قسم کی شفاعت حاصل ہوگی۔ شفاعت عظمیٰ۔ یہ تمام اہل موقف کے لئے ہوگی۔ دوسری اُن لوگوں کے لئے کہ جن کو بے حساب جنت میں داخل کیا جائے گا تیسری شفاعت ان کے لئے جو مستحق دوزخ ہو چکے ہیں، چوتھی شفاعت ان کے لئے جو دوزخ میں داخل ہو چکے ہیں۔ پانچویں شفاعت یہ کہ جنتیوں کے مراتب بلند کئے جائیں چھٹی شفاعت بعض کافروں پر سے تخفیف عذاب کردی جائے۔ مثلاً ابوطالب ساتویں شفاعت ان کے لئے جن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے۔

۴۶۔ آپ کی شفاعت سب سے اول قبول ہوگی

۴۷۔ قیامت میں لوائے حمد آپ ہی کے دست مبارک میں ہوگا۔

۴۸۔ آپ قیامت میں بھی افضل خلائق ہوں گے

۴۹۔ تمام انبیاء علیہم السلام قیامت میں آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

۵۰۔ سب سے اول آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

۵۱۔ قیامت میں آپ کو حوض کوثر عطا ہوگا۔ قرآن پاک میں موجود ہے،

انا اعطینٰک الکوثر

صفحہ ۲۹۲ کا باقی حاشیہ:۔ کہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

[۱] رواہ مسلم اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میرے بعد حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ اٹھیں گے۔ مرقاۃ ج ۵ ص ۵۲۳

۵۲۔ قیامت میں آپ کو مقام محمود عطا ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں موجود ہے

۵۳۔ جنت میں آپ کو سب سے اعلیٰ درجہ ملے گا۔

۵۴۔ آپ جیسا کہ روشنی میں دیکھتے تھے ایسا ہی اندھیرے میں دیکھتے تھے اس بارے میں حضرت عائشہ رضؓ سے ایک حدیث ضعیف مروی ہے لہ

۵۵۔ آپ کی جمائی افعال شیطان میں سے نہ تھی بخاری نے تاریخ کبیر میں ایک حدیث مرسل ذکر کی ہے۔

۵۶۔ آپ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

۵۷۔ آپ کے اخلاق تمام سے افضل ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے

۵۸۔ آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ متناسب الاعضاء تھے۔

۵۹۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے صحائف میں آپ کا ذکر ہے جس کو راہبوں کاہنوں نے اپنے زمانے میں بیان کیا ہے۔

بشارات

بشارات صحیفہ آدم

ہر زمانہ کے بڑوں نے جو خوابیں دیکھی ہیں۔ اہل سیرت ان کو ابشار کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس کتاب میں ذکر کی جاتی ہیں۔ انبیائے سابقین کی بعض بشارتیں صحائف آدم میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی تھی۔ ان کا مضمون اس طرح ہے۔

میں خداوند مکہ ہوں، وہاں کے رہنے والے

میرے ہمسایہ ہیں۔ وہ ہمارے مہمان ہیں، اور ہماری

لہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی میں سر سے سے اس حدیث کے وجود کا ہی انکار کر دیا ہے اور کوئی تحقیق نہیں کی ہے حیثیتاً لیکن یہ حدیث اگرچہ صحیح نہ ہو بلکہ اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہو تو معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور یہ مستبعد نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

حفاظت میں ہیں میں اس گھر کو اہل آسمان اور اہل زمین
سے معمور کروں گا۔ وہ گروہ در گروہ وہاں آئیں گے
جو پریشان حال ژولیدہ بال۔ گرد آلود تکبیر بلند کرتے
ہوئے۔ لبیک کہتے ہوئے، جن کی آنکھوں سے آنسو
جاری ہوں گے، جو بھی اس مکان کی زیارت
کے لئے آئے گا کہ اس کا مقصود زیارت کے
علاوہ کچھ نہ ہوگا، میں ان کو کرامات سے معمور
کردوں گا۔ میں اس گھر کو ایک پیغمبر کے سپرد کروں گا
جو فرزندان ابراہیم میں سے ہوگا۔ اس کے لئے
چشمۂ زمزم ظاہر کروں گا۔

بشارت صحیفہ ابراہیم

صحیفہ ابراہیم میں اس طرح مرقوم ہے:۔
اے بزرگ پیغمبر، ہم نے تیری
دعا کو تیرے فرزند اسماعیلؑ کے حق میں قبول کیا۔
ان سے ایک بزرگ لڑکا پیدا ہوگا، کہ اس کا نام
محمد ہوگا۔ اس کی امت سب سے افضل امت ہوگی

بشارت توریت

توریت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ کو اس طرح
خطاب کیا:
اے بزرگ پیغمبر، ہم تمھیں مبعوث کریں گے۔ تو
میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ ہم نے تیرا نام متوکل
رکھا ہے۔
توریت میں ایک دوسری جگہ مرقوم ہے:۔
اُن کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا اور ان کا مولد مکہ
اور مہاجر مدینہ اور ملک شام ہوگا۔ کہتے ہیں کہ

توریت میں ستر صفات امت محمدیہ کی مرقوم ہیں

بشارت شعیب ع

حضرت وھب رض بن منبہ رض سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی جسکے معنی یہ ہیں

میں ایک پیغمبر کو بھیجنے والا ہوں کہ جو امّی ہوں گے جس کی اُمّت افضل ترین اُمت ہوگی۔ اسی کی رعایت سے میں نے آفتاب کو پیدا کیا ہے، یعنی ان کی نمازوں کے اوقات کے لئے۔

بشارت زبور

زبور میں اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ سے خطاب کیا ہے۔

آپ کے ہونٹوں پر رحمت کو فائز کر دیا گیا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے آپ کو برکت دی گئی ہے

منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رو کر کہا۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرما تا کہ مخلوق ان کو دیکھے۔

بشارت انجیل

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ان معنی کی وحی ارسال فرمائی۔

اے عیسیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کر اور اُن پر ایمان لا اور اپنی اُمت کو وصیت کر دے کہ جو کوئی بھی ان کو پائے ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کرے۔ اے ابن بتول، اگر محمد نہ ہوتے تو ہم، آدم اور جنت اور دوزخ کو نہ پیدا کرتے۔ جب میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ مضطرب تھا، لیکن جب اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو اس کو سکون ہو گیا۔

اس باب میں احبار اور رہبان کی خبریں بہت ہیں۔

بشارات منامیہ عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے حجرہ میں تھا، کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری کمر سے ایک درخت ظاہر ہوا، کہ اس کی جڑ زمین میں تھی، اور شاخیں آسمان میں تھیں، اس سے ستر نور ظاہر ہوئے کہ ہر نور آفتاب کے مانند تھا۔ مشرق اور مغرب اس کو سجدہ کر رہے تھے میں نے یہ خواب کاہنہ سے جا کر بیان کیا تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور بولا اگر یہ خواب سچ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیری صلب سے ایک لڑکا پیدا ہو گا کہ تمام عرب اور عجم اس کا منقاد ہو گا۔

عمرو بن مرہ جہنی کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں، میں اپنے قبیلہ کے ساتھ زیارت بیت اللہ کو آیا، اور جب مکہ میں پہونچا، تو ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ بیت اللہ سے ایک نور پیدا ہوا۔ اور اس سے یثرب کے پہاڑ روشن ہو گئے۔ اس روشنی میں سے میں نے ایک آواز سنی :-

ظلمت ختم ہو گئی۔ اب خاتم الانبیاء کی بعثت ہو گئی ہے

میں نے اس روشنی میں مدائن کے محلات کو بھی دیکھا۔ اس وقت یہ آواز سنائی دی۔

بت گر پڑے اب صلہ رحمی قائم ہو گی

میں جب بیدار ہوا تو ساتھیوں سے ذکر کیا، تو انھوں نے جواب دیا کہ قریش میں کوئی مرد غریب پیدا ہو گا۔ جب ہم اپنے قبیلہ میں واپس ہوئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ قریش میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کہ اس کا نام احمد ہے۔ اور دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ میں یہ سنکر مکہ میں، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، میں نبی مرسل ہوں۔ میں یہ سنکر ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔

معجزات النبی صلعم

معجزات کی فوقیت

اہل حق نے ارشاد فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام معجزات عطا ہوئے کہ جو دوسرے رسولوں کو مگر آپ کے معجزات کو دوسرے معجزات پر فوقیت حاصل ہے۔

۱۔ مثلاً اگر نوح علیہ السلام کو کشتی عطا ہوئی کہ طوفان میں تیرتی رہی۔ تو آپ کے حکم سے پتھر پانی میں تیرتا رہا، اور یہ زیادہ کمال کی چیز ہے چنانچہ عکرمہ بن ابو جہل سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا آپ مجھے کوئی معجزہ دکھلایئے تو میں ایمان لاؤں گا۔ آپ کے پاس اس وقت پانی کا ایک تالاب یا چشمہ تھا۔ اس کے کنارے پتھر تھے۔ آپ نے فرمایا جا اس پتھر سے جاکر کہو، کہ تجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بلایا ہے۔ عکرمہ نے یہ جاکر کہا تو پتھر پانی پر تیرتا ہوا حاضر ہوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ پتھر کا پانی پر تیرنا لکڑی کے تیرنے سے زیادہ اہم ہے۔

۲۔ اگر آگ کو حضرت ابراہیم کے لئے مسخر کر دیا، تو آپ کی چادر پر آگ نے اثر نہ کیا، چنانچہ مروی ہے کہ حضرت انس رضؓ نے ایک ضیافت کی۔ بعد طعام خادم کو امر فرمایا کہ دسترخوان کے رومال کو تنور میں ڈال دے، تاکہ وہ داغ دھبوں سے پاک و صاف ہو جائے۔ خادم نے ایسا ہی کیا اور پھر رومال کو تنور سے باہر نکال لیا۔ اور آگ نے اس پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔

۳۔ روایت ہے کہ قیامت میں دوزخ کو امر کیا جائے گا کہ "محمد صلعم" کی فرمانبردار ہو جا جس کو وہ فرمائیں وہ جلے اور جس کو وہ منع کریں وہ نہ جلے

۴۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے امر سے پتھر سے پانی نکلنے لگا تو آپ کی انگشتہائے مبارک سے بھی پانی رواں رہا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضؓ اور حضرت عبداللہ جابر رضؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حدیبیہ میں جب لوگوں کو پیاس نے بہت ستایا اور پانی

موجود نہ تھا تو آپ نے پانی کا برتن طلب کیا۔ اور اس میں دست مبارک ڈال دیا، تو انگلیوں میں سے پانی اُبلنے لگا۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا:۔

آؤ پاک اور مبارک پانی ہے

آپ نے حضرت بلال کو امر فرمایا کہ اعلان کر دو کہ لوگ سیراب ہوں، اور وضو کریں۔ حضرت جابرؓ سے دریافت کیا گیا کہ اس دن تم کس قدر تھے؟ فرمایا۔ ایک ہزار پانچ صد تھے، اگر دس ہزار بھی ہوتے تو سب سیراب ہو جاتے۔ ظاہر ہے پتھر سے پانی بہنا زیادہ تعجب نہیں ہے، بلکہ گوشت و پوست والی انگلیوں سے پانی بہنا زیادہ متعجب ہے

۵۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتیٰ عطا ہوا تو ہمارے پیغمبر سے مسموم بکری نے کلام کیا کہ آپ نہ تناول فرمائیں ...

۶۔ روایت ہے کہ حضرت معاذ بن عفرہ رضؓ نے ایک عورت سے شادی کی کسی طرح عورت کو معلوم ہو گیا کہ ان کے برص ہے۔ اس نے زفاف سے انکار کر دیا۔ حضرت معاذرضؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے لکڑی اس جگہ لگا دی، برص کو فوراً ہو گیا

(۷)، اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تو ہمارے پیغمبر کو براق عطا کیا گیا۔

(۸) ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کی گود میں ایک شیر خوار بچی تھی اس نے آپ سے التجا کی آپ نے اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر پھیر دیا۔ بچی فوراً ہی بینا ہو گئی۔ غرضکہ اس قسم کے ہزاروں معجزات منقول ہیں۔ بعض نے آپ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتلائی ہے۔

اہم معجزات

۱۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر کا غلبہ تھا تو ان کو اسی قسم کا معجزہ عطا ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

زمانہ میں طب کا غلبہ تھا توان کو اسی قسم کا معجزہ عطا ہوا حضور کے زمانے میں فصاحت اور بلاحت کا غلبہ تھا تو آپ کو اسی قسم کا معجزہ عطا ہوا کہ اس کے مقابلہ سے لوگ عاجز آگئے بعض کافروں نے سورۂ فیل کے تقابل میں کچھ کلمات کہے مثلاً

الفیل وما ادرٰك ما الفیل لہ ذنب وبیل
وخرطوم طویل وانّ ذلك من خلق ربنا
تعلیل

جب اس کو سنا تو اسی زمانے کے فصحاء نے اس کا مذاق اڑایا۔

۲- چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا۔ امیر المومنین حضرت علی رضہ۔ حضرت ابن مسعود رضہ۔ ابن عباس رضہ۔ ابن عمر، انس بن مالکؓ۔ حذیفہ بن یمان رضہ جبیر بن معطم رضہ کہتے ہیں کہ مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھے انھوں نے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دیجیے!۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم ایمان لے آؤ گے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! ۔چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور یہ بھی روایت ہے کہ انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا آسمان پر رہا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف پوشیدہ ہو گیا۔ اور آپ نے آواز دی۔ فلاں بن فلاں دیکھو!۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آدھا چاند کوہ بوقبیس پر اور آدھا کوہ قیقعان پر جا کر ٹھہر گیا۔ لوگوں نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کر دیا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جو باہر سے مسافر آئے ان سے بھی دریافت کیا گیا، کیا تم نے ایسا دیکھا ہے۔ قریش نے کہا ہم پر محمد نے جادو کر دیا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

اقتربت الساعۃ وانشق القمر لہ	قیامت قریب آگئی کہ چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔

لہ مشہور معجزہ ہے جس کو حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ یہ واقعہ ۵ھ ہجرت سے پانچ سال قبل پیش آیا۔ اہل مکہ (باقی ۳۰۱ پر)

۳۔ روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر اہل یمامہ کا ایک بچہ جو اسی وقت تولد ہوا تھا اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا، تو نے سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔

۴۔ حضرت ام سلمہ رض۔ عبداللہ بن سلام رض۔ ابو سعید خدری رض۔ زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک صحرا سے گذر رہے تھے کہ اچانک آپ نے ایک شخص کی آواز سنی کہ کہتا تھا "یا رسول اللہ" آپ نے ادھر ادھر دیکھا، تو کوئی نہ تھا۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی۔ تو ایک گوشہ میں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ میرے پاس آیئے! آپ نے فرمایا، کیا بات ہے۔ اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں، مجھے کھول دیجئے۔ تاکہ میں ان کو دیکھ آؤں، پھر واپس آجاؤں گی۔ آپ نے کھول دیا۔ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپ نے پھر اس کو باندھ دیا۔ جب اس کا مالک آیا، تو آپ نے فرمایا اس کو آزاد کردے۔ اس نے آزاد کردیا۔ اس وقت ہرنی نے کلمہ شہادت پڑھا۔

۵۔ حضرت ابن عباس رض۔ ابن عمر رض روایت کرتے ہیں ایک اعرابی، ایک سوسمار کو شکار کرکے لایا۔ جب وہ راستہ سے گذرا تو ایک جماعت کو دیکھا کہ اکٹھا ہیں۔ اس نے کہا، کیوں جمع ہو؟ بولے، یہ شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اعرابی نے کہا، اگر یہ سوسمار آپ کی تصدیق کرے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ اس سوسمار کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ بولا، آپ رسول اللہ اور خاتم الانبیاء ہیں۔ حاضرین اس کی بات سے حیران رہ گئے، اور وہ اعرابی مسلمان ہوگیا۔ اور بولا آج سے قبل آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض نہ تھا۔ لیکن آج آپ میرے ماں باپ، جان و مال سے زیادہ

باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۰۔ کے علاوہ اس کو بہت سے قافلوں نے بھی دیکھا جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے۔ ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۶۲۔ الکلس ج ۴ ص ۳۶۔ موجودہ زمانہ میں چاند میں ایک طویل دراڑ دیکھی ہے جو بہت قدیم ہے۔ خیال یہ ہے کہ یہی معجزہ کی علامت ہے۔

مجبوب ہو گئے ہیں۔

۶۔ حضرت عقیل روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں، میں آپ کے ساتھ تھا۔ دو فرسنگ راستہ طے کیا ہو گا کہ پیاس نے مجھ پر غلبہ کیا۔ پانی میرے پاس موجود نہ تھا میں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا، اس پہاڑ پر جاؤ اور کہو، اے پہاڑ مجھے پانی دے حضرت عقیل نے ایسا ہی کیا، تو وہ پہاڑ بولا۔ آپ اپنے پیغمبر سے کہیں کہ جس دن سے یہ آیت میں نے سنی ہے۔

اتقوا النار التی وقود الناس   دوزخ سے ڈرو کہ اسکا ایندھن

والحجارۃ   انسان اور پتھر ہیں

اس دن سے میں رو رہا ہوں اور پانی میرا خشک ہو گیا ہے۔

۷۔ اسی سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا، کہ آپ کو قضائے حاجت لاحق ہوئی۔ آڑ کے لئے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ تین درخت علیحدہ علیحدہ فاصلے سے کھڑے تھے۔ آپ نے ان درختوں کو پکارا، وہ تینوں ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور مل گئے کہ آپ کے لئے خیمہ کی ایک شکل بن گئی۔ تب آپ نے قضائے حاجت کی۔

۸۔ اسی سفر میں ہم ایک جگہ پہونچے۔ اور ایک اونٹ کو زانو ٹیکے ہوئے دیکھا جب آپ اس کے پاس پہونچے تو کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا کہتا ہے؟ بولا یا رسول اللہ، میرے قبیلہ کے لوگ عشا کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان پر عذاب نہ نازل ہو جائے اور میں بھی اس میں مبتلا ہو جاؤں۔ آپ نے اس قبیلہ کے آدمیوں کو طلب کیا۔ آپ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

۹۔ روایت ہے کہ ایک ہرنی بھیڑیہ سے چھوٹ کر بھاگ نکلی اور حرم میں آکر کھڑی ہو گئی اور بھیڑیے نے اس کا تعاقب کیا اور خارج حرم آکر کھڑا ہو گیا۔ ابو سفیان بن حرب اور مخرمہ بن نوفل نے جب یہ دیکھا تو ان کو بہت حیرانی ہوئی بھیڑیے نے کہا حیرانی کی بات یہ نہیں ہے بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو ایمان اور توحید کی دعوت دیتے ہیں اور تم قبول نہیں کرتے ہو۔ قسم خدا کی

کسی آنکھ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ دیکھا ہوگا۔ اور کسی کان نے ان جیسے اوصاف نہ سنے ہونگے۔ ابوسفیان اور مخرمہ کو اس سے اور بھی تعجب ہوا لیکن حسد کی وجہ سے انھوں نے کسی پر ظاہر نہ کیا۔

۱۰۔ سعید بن زید رضہ روایت کرتے ہیں، کہ آپ کوہ حرا پر تھے اور حضرت ابوبکر رضہ اور عمر رضہ اور عثمان بن عفان رضہ اور بروایت دیگرے، طلحہ و زبیر آپ کے پاس تھے۔ اچانک، حرا پہاڑ کو حرکت ہوئی، آپ نے فرمایا، حرکت نہ کر، تجھ پر ایک پیغمبر اور ایک صدیق اور شہید بیٹھے ہیں۔

۱۱۔ حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ ایک جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر رضہ، عثمان رضہ بھی بیٹھے تھے، حضور نے سات سنگریزے اٹھائے، وہ تسبیح کرنے لگے۔ اور جس طرح شہد کی مکھیاں آواز کرتی ہیں ایسی آواز ان سے آنے لگی۔ آپ نے ان کو گرادیا، تو وہ خاموش ہو گئے پھر اٹھالیا تو پھر تسبیح کرنے لگے۔ پھر حضرت ابوبکر رضہ اور پھر حضرت عمر رضہ کے ... ہاتھ میں دیا تو تسبیح کرنے لگے ابوشکور سالمی جو علمائے حنفیہ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضہ بھی ساتھ تھے اور ان کے ہاتھ میں بھی ان سنگریزوں نے سبحان اللہ والحمد للہ کہا۔ حضرت ابوذر رضہ کہتے ہیں، جب میں نے ہاتھ میں لیا تو انھوں نے تسبیح نہ کی۔ میں نے حضور سے عرض کیا، تو آپ نے فرمایا، ابوذر کیا تو یہ چاہتا ہے کہ خلفائے راشدین کی برابری کرے؟

۱۲۔ بریدہ بن حصیب رضہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا اگر آپ مجھے معجزہ دکھائیں تاکہ میرا یقین اور زیادہ پختہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا جا اس درخت سے کہو کہ تجھے رسول خدا نے بلایا ہے۔ اعرابی نے ایسا ہی کیا، وہ درخت اپنی جگہ سے ہٹا اور حضور کے پاس آگیا۔ آپ نے فرمایا، جا اپنی جگہ چلا جا۔ وہ درخت اپنی جگہ چلا گیا۔ اعرابی نے کہا بس مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

۱۳۔ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، میں کس طرح جانوں کہ آپ رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا، اگر اس کھجور کی شاخ

میرے پاس آکر کہے تو یقین لائے گا، اس نے کہا. ہاں. آپ نے شاخ کی طرف اشارہ کیا. وہ جڑ سے اکھڑ کر آپ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی. آپ نے واپس ہونے کا حکم فرمایا تو اپنی جگہ جا ملی

۱۴۔ روایت ہے کہ جب آپ غزوۂ طائف سے واپس ہو رہے تھے اونٹ پر سوار تھے رات کا وقت تھا، آپ کو نیند آگئی۔ اسی راستہ میں ایک بیری کا درخت تھا جب آپ وہاں پہونچے تو درخت بیچ سے پھٹ کر کشادہ ہو گیا، تاکہ آپ وہاں سے بہ سہولت گذر جائیں۔ وہ درخت سدرۃ النبی کے نام سے مشہور ہے اور کسی نے اس کو نہیں کاٹا۔ اب بھی اسی حالت میں ہے۔

۱۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ خندق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کام کر رہا تھا. بھوک کے آثار آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر تھے میرے گھر بکری کا بچہ نہایت فربہ تھا۔ میں گھر آیا، اور اپنی بیوی سے کہا ایک صاع جو کا آٹا بنا اور روٹی پکا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا گھر موجود ہے، آپ تناول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا کس قدر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اتنا ہے. آپنے فرمایا یہ تو بہت ہے جاؤ۔ دیگ پر کپڑا ڈال دو۔ اور جب تک میں نہ آؤں تنور سے روٹیاں نہ نکالی جائیں۔ اور آپ نے فوراً اہل خندق کو آواز دی۔ اور فرمایا جابر نے تمہاری دعوت کی ہے. سب لوگ آگئے۔ آپنے دس دس کو بٹھا کر کھانا کھلایا۔ ہزار آدمیوں نے کھانا کھالیا لیکن کھانا بدستور رہا۔ آپ نے فرمایا، اب تم لوگ بھی کھاؤ، اور ہمسایہ کو بھی کھلاؤ۔ چنانچہ تمام ہمسایہ نے کھانا کھایا، اور جیسے ہی حضور گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ کھانا ختم ہو گیا

۱۶۔ جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے اور بہت زیادہ قرض چھوڑا تھا جب کھجور کی فصل تیار ہوئی تو قرض خواہوں نے تقاضہ کیا. میں نے کہا جس قدر موجود ہیں ان سب کھجوروں کو آپ لوگ بقدر قرض تقسیم کرلیں اور بقیہ قرضہ معاف کردیں، مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا. آپنے تبسم فرمایا. اور فرمایا تم سب قسم کی کھجوروں کی علیحدہ علیحدہ ڈھیریاں

بنالو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور آپ تشریف لے آئے۔ ایک ڈھیری کے گرد چکر لگایا۔ اور قرض خواہوں کو دینا شروع کیا۔ اسی ایک ڈھیری سے قرضہ ادا ہو گیا۔ ... ...

... ... اور بقیہ ڈھیریاں میرے لئے بچ گئیں جن کی مقدار تیرہ وسق تھی۔

۱۷۔ ایک بالکل نئی بکری جو گابھن بھی نہیں ہوئی تھی، اس کی پشت پر آپ نے دست مبارک پھیرا۔ اس کے تھن دودھ سے پر ہو گئے۔ آپ نے ان سے دودھ نکالا اور آپ نے اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے خوب سیر ہو کر اس کو پیا۔

۱۸۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں چند کھجوریں لایا اور عرض کیا آپ دعائے برکت فرما دیجئے۔ آپ نے ان کو دست مبارک میں لیا، اور دعائے برکت فرمائی اور فرمایا، ان کو کسی برتن میں رکھ دینا۔ اور نکال نکال کر کھانا اور برتن کو جھاڑنا نہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اسی سے میں کھاتا تھا، اور اسی سے مہمانی کرتا تھا۔ اور یہ سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ، حضرت عمر رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کی خلافت تک جاری رہا۔ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے وقت باغی میرے اس برتن کو بھی لوٹ کر لے گئے، جس کا مجھے افسوس ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا ہے۔

للناس ہمٌّ ولی فی الیوم ہمّان   ہم فقد الجراب وہم الشیخ عثمان ؎

۱۹۔ حضرت عمر رضؓ روایت کرتے ہیں، غزوہ تبوک میں زاد راہ کم ہونے کی وجہ سے ہم نے آپ سے اجازت چاہی کہ اونٹوں کو ذبح کر دیں۔ آپ نے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا، تم سب لوگ اپنی نادراہ یہاں جمع کر دو۔ آپ نے چادر بچھا دی۔ سب نے اپنے برتن اس پر لا کر لوٹ دیئے۔ جب سب جمع ہو گیا، تو آپ نے فرمایا کھاؤ۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اور اپنے برتنوں میں بھر لیا جو پورے سفر کے لئے کافی ہوا۔

۲۰۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک پیالہ ثرید آپ کی خدمت میں

؎ لوگوں کے لئے ایک غم ہے اور میرے لئے آج دو غم ہیں۔ ایک پیالہ کے ضائع ہونے کا غم اور ایک شیخ عثمان کا غم

لایا گیا۔ آپ نے تمام اہل صفہ کو طلب فرمایا۔ میں نے بھی گردن اٹھا کر دیکھا کہ مجھے بھی طلب فرمائیں گے جب سب فارغ ہو چکے تو مجھے بلایا۔ اس وقت پیالہ کے چاروں طرف تھوڑا ثرید لگا ہوا تھا جس کو آپ نے انگشت مبارک سے ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کھاؤ میں نے کھایا کہ بالکل سیر ہو گیا۔

۲۱۔ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بہت بھوکا تھا۔ آپ نے میری حالت دیکھ کر سمجھ لیا، اور دولت کدہ پر بلایا اور اندر سے ایک پیالہ دودھ لائے۔ اور فرمایا، اہل صفہ کو بلاؤ۔ میں نے بلا لیا۔ سب نے وہ دودھ پیٹ بھر کر پیا، اور آخر میں، میں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر بھی دودھ باقی رہ گیا۔

۲۲۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں۔ ایک دن تھوڑے سے جو کے آٹے کی روٹیاں میرے پاس تھیں اُن کو آپ نے کھلایا تو اسّی آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ پھر بھی روٹیاں باقی رہیں۔

۲۳۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمر بن خطاب رض کو امر فرمایا، کہ چار سو اونٹ سوار مجاہدین کے لئے زاد راہ کا انتظام کرو۔ کھجوریں تھوڑی تھیں۔ حضرت عمر رض نے سب کو زاد راہ پوری پوری دی۔ مگر ایسا معلوم ہوا کہ اصل میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا ہے

۲۴۔ حضرت جابر بن سمرہ رض روایت کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو فتوحات حاصل ہونگی۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے قبضہ میں آجائیں گے ایسا ہی ہوا۔

۲۵۔ حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں، میں آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک آدمی جس کا نام قزمان تھا، مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا دوزخی ہے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو خوب لڑا، اور بہت سے لوگوں کو قتل اور زخمی کیا۔ مجاہدین نے آپس میں کہا، ایسی جنگ کسی نے نہیں لڑی، جیسی قزمان نے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، دوزخی ہے۔ لوگوں کو اس سے بہت تعجب ہوا۔ ایک آدمی تحقیق حال کے درپے ہوا تو دیکھا کہ قزمان نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اپنے بھونک لیا۔ اس سبب سے کہ ایک زخم کو برداشت نہ کر سکا تھا۔ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔ اللہ اکبر اشھد انی عبد اللہ

در رسول۔ اور بلال رضہ کو امر فرمایا کہ اعلان کر دو۔

ان اللہ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاجر — اللہ تعالیٰ اس دین کو رجل فاجر کے ذریعہ بھی قوت دے گا۔

۲۶۔ حضرت ابو موسیٰ رضہ روایت کرتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک حدیقہ (باغ) میں تھا کہ ایک آدمی آیا اور دستک دی۔ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو حضرت ابو بکرؓ تھے۔ میں نے ان کو جنت کی بشارت دی پھر تھوڑی دیر کے بعد دستک ہوئی آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھول دیا دیکھا تو حضرت عمر تھے۔ میں نے جنت کی بشارت دی پھر تھوڑی دیر کے بعد دستک ہوئی آپ نے فرمایا، دروازہ کھول دو، اور جنت کی بشارت دو اور بلایا کی خبر دو۔ دیکھا تو حضرت عثمان تھے، اور یہ اُن کی شہادت کی طرف اشارہ تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو گے کہ اس کے جوتوں کے تلے بالوں کے ہوں گے چہرہ سُرخ سفید، گول، ناک چپٹی۔ آنکھیں دھنسی ہوئی[1]

۲۸۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں، کہ ایک مرتبہ طواف کعبہ کرتے ہوئے حضور ابو سفیان کے پاس سے گذرے، اور فرمایا، اے ابو سفیان تیرے اور تیری بیوی ہند کے ساتھ یہ بات ہوئی ہے۔ ابو سفیان نے کہا، اس نے میرا راز ظاہر کر دیا۔ گھر جا کر ایسا ایسا کروں گا۔ آپ نے فرمایا، اس پر ظلم نہ کرنا، اس نے تیرا راز ظاہر نہیں کیا ہے ابو سفیان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔

۲۹۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آپ نے خطبہ کی غرض سے مجھے ایک جگہ بھیجا میں نے اس عورت کو دیکھا، اور آکر عرض کیا، کوئی خاص بات نہیں آپ نے فرمایا اس کے

---

[1] غالباً اس سے اشارہ فتنہ تاتار کی طرف تھا۔

چہرے پر ایک تل ہے۔ اور ایسے بال ہیں۔ میں نے عرض کیا رسول اللہ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

۳۰۔ ابونوفل روایت کرتے ہیں کہ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر رضہ کو شہید کر دیا تو ان کا سر اسمار بنت ابی بکر رضہ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک خونریز پیدا ہوگا۔ کذاب کو تو دیکھ لیا۔ اور تو خونریز ہے۔ علمار نے کہا کہ کذاب سے مراد، مختار بن ابی عبید ہے۔

۳۱۔ عبدالرحمن بن خلاد رضہ روایت کرتے ہیں۔ ایک عورت جس کا نام ام ورقہ تھا حضور ہر ہفتہ اس کے یہاں جایا کرتے تھے۔ اتفاق سے جب ایک غزوہ میں آپ جانے لگے تو ام ورقہ رضہ آئی اور عرض کیا مجھے بھی جہاد میں ساتھ لے چلنے کی اجازت دیجئے تاکہ میں زخمیوں کی خدمت کروں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسی ذریعہ سے شہادت عطا فرمادے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مدینہ ہی میں رہو۔ تجھے یہیں مرتبہ شہادت مل جائے گا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ام ورقہ رضہ کے ایک غلام اور ایک باندی تھی۔ ایک شب ان دونوں نے مل کر ام ورقہ رضہ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عمر رضہ کو خبر ہوئی تو فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا

۳۲۔ حضرت ابوہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت، جوانان قریش کی ایک جماعت کے ہاتھوں ہلاک ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں میں ان کو نام بنام اور قبیلہ بہ قبیلہ متعین کر سکتا ہوں۔ عطار نے بیان کیا ہے کہ مراد بنو حرب اور بنو امیہ ہیں۔

۳۳۔ حضرت انس رضہ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

یاایھا الذین آمنوا لا	ایمان والو! نبی کی آواز
ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی	پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔

حضرت ثابت بن قیس رضہ جن کی آواز بلند تھی اپنے گھر میں گوشہ گیر ہو گئے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال کی تفتیش فرمائی تو حضرت

سعد بن عبادہ رضؓ اور بروایت دیگر سعد بن معاذ رضؓ نے عرض کیا۔ ان کا گھر اگرچہ میرے گھر کے پاس ہے لیکن مجھے معلوم نہیں ہے۔ بہرحال حضرت سعد ان کے گھر گئے دیکھا تو گوشہ گیر ہیں۔ دریافت کیا یہ کیوں۔ بتلایا میری آواز بلند ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔ حضرت سعد نے آکر خدمت اقدس میں کیفیت بیان فرمادی آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو!

اما ترضیٰ ختیٰ تعیش اً	کیا یہ تجھے پسند ہے کہ نیک زندگی
وتقتل شہیداً وتدخل	گذارے شہادت حاصل ہو اور بزرگی کے
الجنۃ حمیداً	ساتھ جنت میں داخل ہو۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضور کے بعد وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۳۴۔ حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں۔ بلاشبہ جلد ہی تم لوگ مصر کو فتح کرو گے وہاں کے لوگ قیراط کا استعمال کرتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا، اس لئے کہ ان کے ساتھ تمہاری قرابت ہے (حضرت ہاجرہ والدہ محترمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ماریہؓ کی طرف اشارہ ہے) جب تم دیکھو کہ دو آدمی، ایک اینٹ زمین پر لڑ رہے ہو تو وہاں سے نکل جانا۔ حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن شرحبیل بن حسنہ اور ان کے بھائی ربیعہ کو میں نے مصر میں دیکھا کہ ایک اینٹ جگہ کے لئے لڑ رہے تھے ہیں وہاں سے چلا آیا۔

۳۵۔ حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلعم۔ حضرت ابوعبادہ رضؓ کی بیوی، ام حرام رضؓ کے گھر تشریف لائے اور وہاں قیلولہ فرمایا۔ ام حرام آپ کی رضاعی خالہ تھیں۔ انھوں نے کھانا پکایا۔ اتنے میں آپ سو گئے، اور ہنستے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ میری امت کی ایک جماعت جنگ کے لئے گئی ہے۔ راستہ میں ان کو ایک دریا ملا کہ اس میں کشتیاں ایسی ہیں جیسا بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں۔ ام حرام رضؓ نے عرض کیا۔ آپ دعا فرمایئے کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا، تو بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ اور پھر سو گئے۔ اور پھر ہنستے ہوئے

بیدار ہوئے تو ام حرام رضؓ کے جواب میں پھر وہی فرمایا۔ راوی کہتا ہے۔ یہ واقعہ امیر معاویہ رضؓ کی حکومت کے زمانہ میں پیش آیا کہ انھوں نے رومیوں پر لشکر کشی کی تھی۔ ام حرام رضؓ بھی اس لشکر کے ساتھ تھیں اور اونٹ پر سوار تھیں کہ راستہ میں اوپر سے گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔ ان کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

۳۶ ۔ خزیمہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے دیکھا ہے کہ میری امت نے حیرہ فتح کر لیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حیرہ پر لشکر کشی کی اور اس کو فتح کر لیا۔ اور اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی شیما کو میں نے گرفتار کر لیا۔ اور اسی صفت پر پایا جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت خالد امیر لشکر سے میں نے مطالبہ کیا کہ اس کو مجھے دیدیا جائے کہ میں نے پکڑا ہے۔ حضرت خالدؓ نے گواہی لینے کے بعد مجھے دیدیا تو شیما کا بھائی آیا اور ایک ہزار درہم دیکر مجھ سے آزاد کرا لیا۔

۳۷ ۔ حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ جب سورۂ تبت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی تو ام جمیل ابولہب کی بیوی حضور کے پاس ایذا دینے کو آئی اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بھی موجود تھے عرض کیا، حضور یہ آپ کو گالیاں دیگی، آپ نے فرمایا یہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔ جب وہ قریب آئی تو حضور کو نہ پایا اور چلی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک فرشتہ نے مجھے پروں میں چھپا لیا تھا۔

۳۸ ۔ حضرت ابوامامہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے موزہ پہنا اور فوراً ہی اتار دیا۔ جب اس کو جھاڑا تو اس میں سے سانپ نکلا۔ آپ نے ارشاد فرمایا :-

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یلبس خفیہ حتی ینفضھا ؟	جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بلا جھاڑے موزہ نہ پہنے۔

۳۹ ۔ ہشیم بن عدی رضؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت قتادہ رضؓ کی آنکھ نکل کر باہر آ گئی۔ وہ اس کو ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ آپ نے فرمایا

اگر چاہے تو صبر کر کہ اس کا بدلہ جنت ہے اور چاہے تو تیری آنکھ ٹھیک ہو جائے۔ عرض کیا جنت مجھے محبوب ہے لیکن مجھے اعور کہیں گے۔ آپ نے آنکھ کو ہاتھ میں لیا اور لعاب دہن لگا کر اس کی جگہ رکھ دیا وہ فوراً ہی ٹھیک ہو گئی۔

۴۰۔ حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت بچہ لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اس کو مرض جنون ہے یہ بہت پریشان کرتا ہے۔ آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کو قے ہوئی اور کتے کے بچے کی طرح کی کوئی سیاہ چیز نکل کر بھاگ گئی اور بچہ کو آرام ہو گیا۔

۴۱۔ حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں، کہ ایک مرتبہ ابوطالب بیمار ہوئے تو حضور عیادت کے لئے ان کے پاس آئے۔ ابوطالب نے دعا کی درخواست کی آپ نے دعائے صحت فرمائی، ان کو فوراً ہی آرام ہو گیا۔ ابوطالب نے کہا آپ کا خدا آپ کی بات سنتا ہے۔ فرمایا، اگر تم بھی خدا کی عبادت کرو وہ تمہاری بات بھی سُنے گا۔

۴۲۔ یزید بن ابی عبید روایت کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن الاکوع رضؓ کی پنڈلی میں ایک زخم کا اثر دیکھا تو دریافت کیا فرمایا، غزوہ خندق میں یہ زخم آیا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ میں ہلاک ہو جاؤں گا، مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگا دیا تھا اُس وقت سے درد بھی نہیں معلوم ہوتا ہے۔

۴۳۔ ابو نہیک رضؓ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن اخطب رضؓ نے کہا کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پانی طلب کیا میں نے پانی کا پیالہ پیش کیا۔ لیکن پانی میں بال تھا، وہ میں نے نکال دیا تو آپ نے میرے لئے دُعا کی۔ راوی کہتا ہے کہ ان کی ۹۴ سال کی عمر ہوئی مگر داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔

اوصاف اور عادات شریفہ

صفات صوری صفات کی دو قسم ہوتی ہیں۔ صوری اور معنوی جس کے معنی خلق اور خُلق کے ہوتے ہیں۔ اصحاب سیر اور اصحاب حدیث نے کہا ہے کہ آپ کی صورت مبارکہ سیرت مبارکہ کے مانند معتدل تھی۔ آپ کے تمام اعضاء اور جوارح، اعتدلِ مزاج کی نشان دہی کرتے تھے۔

آپ کا قد مبارک میانہ تھا، نہ طویل اور نہ کوتاہ۔ لیکن اس کے باوجود اگر آپ کسی بلند قامت کے ہمراہ ہوتے تو آپ ہی اس سے بلند دکھائی دیتے تھے۔ اور جس مجلس میں بیٹھتے اس میں سب سے بزرگ دکھائی دیتے۔

آپ کا سر مبارک اگرچہ بڑا تھا لیکن بہت زیادہ بڑا نہ تھا جس پر نہایت خوبصورت سیاہ بال تھے، نہ سخت اور نہ گرہ دار۔ آپ کے گیسوئے مبارک سے ہمیشہ مشک کی بو پھوٹتی رہتی تھی۔ آپ کے گیسوئے مبارک کبھی نصف کان تک اور کبھی کان کی لو تک آتے تھے۔ اور کبھی کاندھوں تک بھی آجاتے تھے اور آپ کبھی اُن کی چارلٹیں بھی کر لیتے تھے۔

آپ کی پیشانی نہایت کشادہ تھی۔ جس پر کمان کی طرح ابرو تھے جن کے کنارے ملنے کے قریب قریب تھے۔ اُن کے درمیان دو رگیں تھیں جو غصہ کی حالت میں کھڑی ہو جاتی تھیں اور دکھلائی دیتی تھیں۔ آپ کی دونوں آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں اور ان کی سفیدی بہت سفید تھی۔ بادامی طرح کی تھیں۔ قوتِ باصرہ اس قدر تھی کہ جس طرح چاندنے میں دیکھتے اسی طرح سخت اندھیرے میں بھی دیکھتے تھے۔

آپ کے رُخسار مبارک کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں، لیکن بہت زیادہ اُبھری نہ تھیں۔ آپ کی ناک بلند اور بڑی تھی جس سے نور اُبھرتا تھا۔ جو غور کرتا اُس کو دکھلائی دیتا تھا۔ دہن مبارک بھی کشادہ تھا اور ملیح تھا اور دندان مبارک بالکل سفید تھے

اور تیز تھے جب آپ باتیں کرتے تو ان سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ روئے مبارک منور اور قدرے طول لئے ہوئے گول تھا۔ جب چودھویں رات کا چاند ظاہر ہوتا تو آپ کا چہرۂ انور بالکل سفید، قدرے سرخی لئے ہوئے دکھلائی دیتا تھا۔ اور بقیہ جسم کا رنگ سفید اور نورانی تھا۔ گویا کہ چاندی پلا دی گئی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کے تمام جوارح اور اعضاء متناسب تھے جن کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے۔ آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آپ کے بعد دیکھا گیا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضہ فرماتے ہیں کہ شب ماہتاب میں، میں نے آپ کے رُخ انور کی طرف دیکھا، آپ سُرخ حلّہ (یمنی کپڑا سرخ دھاری دار) پہنے ہوئے تھے۔ میں نے چاند کی طرف بھی دیکھا۔ بخدا آپ چاند سے زیادہ حسین معلوم ہو رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ آفتاب آپ کی پیشانی میں جاری رہتا ہے۔ ربیع بنت مسعود کہتی ہیں کہ آپ ایسا معلوم ہوتے تھے گویا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب رہتا تھا، اور جب آپ چراغ کے سامنے بیٹھتے تو آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب رہتا تھا۔ اور مہر نبوت آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی، اور ایک روایت یہ ہے کہ بائیں شانہ کی طرف تھی۔ اور وہ گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ مثل بیضہ کے اس کے گرد تل تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ مثل سیب کے تھی۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس پر

محمد رسول اللہ خاتم النبیین

لکھا ہوا تھا، لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

آپ کے پسینہ سے خوشبو نکلتی رہتی تھی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے سینہ پر ملا۔ اس سے میں نے عجیب قسم کی خوشبو سونگھی۔ حضرت وائل بن حجر رضہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ مدتوں تک جب بھی میرے ہاتھ سے

پسینہ آتا اس سے خوشبو آتی تھی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے پانی پی کر بچا ہوا پانی کنویں میں ڈال دیا۔ اس کے پانی سے ہمیشہ خوشبو آتی رہتی تھی حضرت ام سلیمہ رضہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا پسینہ جمع کیا اور پھر اس میں قدرے خوشبو ملائی اکی خوشبو تمام خوشبوؤں سے اعلیٰ درجہ کی تھی۔ روایت ہے کہ آپ کے پسینہ دلہنوں کے لگایا جاتا تھا تو وہ معطر ہو جاتی تھیں حضرت انس بن مالک رض روایت کرتے ہیں کہ آپ جس کوچہ سے بھی گذر جاتے اس سے مشک کی بو آیا کرتی تھی۔

صفات معنویہ صفات معنویہ سے مراد اخلاق اور نفس کا رذائل سے پاک ہونا ہے اس بارے میں جو آپ کو درجہ کمال حاصل تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

انك لعلى خلق عظيم	آپ بڑے اخلاق والے ہیں

آپ میں تمام مکارم اخلاق مجتمع تھے اور اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں سورۂ انعام میں ذکر فرمایا ہے۔

اولئك الذين اتيناهم	ان ہی کو ہم نے کتاب حکمت اور نبوت
الكتاب الحكم والنبوة	سے سرفراز کیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو امر فرمایا ہے کہ ان کی سیرت کی اتباع کیجئے۔

اولئك الذين هدى الله	انھیں کو اللہ نے ہدایت دی ہے
فبهداهم اقتده	پس ان کی ہدایت کی اتباع کیجئے۔

اور ان انبیاء میں سے ہر ایک کسی نہ کسی وصف کے ساتھ مخصوص تھا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام میں صفت شکر خاص تھی۔ ابراہیم میں حلم اور موسیٰ علیہ السلام میں اخلاص اسماعیلؑ میں صدق، یعقوبؑ اور ایوب میں صبر، داؤدؑ میں اعتذار، سلیمانؑ میں تواضع عیسیٰؑ میں زہد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب کے مکارم اخلاق کے اتباع کا امر تھا اس لئے آپ میں تمام اوصاف مجتمع تھے۔ چنانچہ یہ حدیث اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق — میں مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

ابو بکر واسطی کہتے ہیں کہ آپ کا خلق عظیم اس وجہ سے ہے کہ آپ باعث ایجاد کونین ہیں۔ حضرت عائشہ رض سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا، آپ کا خلق قرآن ہے۔ غرضکہ آپ کے اخلاق مرتبہ کمال کو پہونچے ہوئے تھے کہ کسی کو ایسے اخلاق میسر نہیں تھے۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ دس سال تک میں آپ کی خدمت میں رہا مگر آپ نے کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا، یہ کیوں کیا، اور یہ کیوں نہیں کیا؟ اگر کوئی تقصیر مجھ سے ہو گئی تو کبھی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اوامر اور نواہی میں افراط و تفریط نہیں تھی۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہتر اخلاق والا کوئی نہیں تھا۔ جو بھی آپ کو پکارتا، آپ لبیک کہتے تھے۔ تمام حالتوں میں دوستوں کی موافقت فرماتے تھے۔ اگر کوئی دنیا کا ذکر کرتا تو آپ بھی دنیا کا ذکر کرنے لگتے تھے۔ اور اگر کوئی آخرت کا ذکر کرتا تو آپ بھی آخرت کا ذکر کرنے لگتے تھے۔ اور اگر کوئی کھانے پینے کا ذکر کرتا تو آپ بھی وہی ذکر کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے امور جاہلیت کا تذکرہ ہونے لگا تو آپ مسکرا دیئے۔

ایک دفعہ آپ کے گھر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اتنے ہی میں جریر بن عبد اللہ آ گئے، جگہ نہ تھی وہ گھر سے باہر بیٹھ گئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے جریر بن عبد اللہ رض کی طرف اپنی چادر لپیٹ کر ڈال دی، اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ حضرت جریر رض نے اس کو اٹھایا اور اپنے منہ سے مل لیا اور اوڑھ لیا۔ حضرت عائشہ رض سے دریافت کیا گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ کیا دستور تھا؟ فرمایا مثل گھر کے لوگوں کے کرنے لگتے تھے اور گھر کے سب کام کاج کر لیتے تھے۔ جھاڑو بھی لگا لیتے اور کپڑے بھی سی لیتے تھے۔ وغیر ذالک

حضرت حسین رض فرماتے ہیں کہ میں نے والد صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تین قسم کے اوقات ہوتے تھے۔ ایک وقت طاعت

اور عبادت میں۔ ایک وقت گھر کے لوگوں کے حالات دریافت کرنے میں۔ اور ایک وقت اپنے اہم کاموں کے لئے، اور حضرت حسین رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا گھر کے باہر کے اوقات کیا تھے؟ فرمایا۔ آپ زبان کو مالا یعنی سے بچاتے۔ دوستوں کے دلوں کی تالیف فرماتے۔ اور ہر قوم کے بزرگ کا اکرام فرماتے تھے۔ اور اس قوم کے معاملات اسی کے سپرد فرما دیتے تھے۔ اور حق کہنے سے کبھی درگذر نہ فرماتے تھے اور اپنا مقرب افضل لوگوں ہی کو بناتے تھے[1] اور آپ کے نزدیک افضل وہی تھا جو مسلمانوں کی خیر خواہی کیا کرتا تھا، اور آپ کے نزدیک ایسی آدمی کا مرتبہ بڑا تھا جو لوگوں کا سب سے زیادہ ہمدرد تھا[2]

حضرت حسین رضؓ فرماتے ہیں، میں نے آپ کی مجلس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔ آپ اللہ کا نام لیکر مجلس میں بیٹھتے، اور اللہ کا نام لیکر مجلس سے اُٹھتے تھے اور جب کسی قوم کے پاس جاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے اور جو کوئی سوال کرتا آپ اس کا سوال پورا فرماتے یا نرم جواب دیتے تھے۔ تمام انسانوں کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کی مجلس علم و حیا، صبر، امانت کی مجلس تھی۔ اور کسی کی مجلس میں مذمت نہ فرماتے تھے۔ اگر کسی اہل مجلس سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اس کو معاف فرما دیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں فضیلت تقویٰ کو تھی[3]

آپ کا زہد

حضورؐ کا زہد، اس درجہ کا تھا کہ اگر تمام دنیا آپ کی طرف متوجہ ہو جاتی تب بھی اس کی طرف نظر نہ کرتے تھے۔ دنیا سے باہر رہتے۔ آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں مرہون رہتی، تین روز مسلسل روٹی پیٹ بھر کے میسّر

---

[1] افضل حضرات افضل لوگوں ہی کو مقرب بناتے ہیں اور نا اہل نا اہلوں کو۔ ہمنشینوں کو دیکھ کر کسی کی بڑائی معلوم کی جا سکتی ہے

[2] ارحم امتی بامتی ابوبکر رضؓ الحدیث اس اعتبار سے بھی حضرت ابوبکر رضؓ کا مرتبہ سب سے بلند ظاہر ہو رہا ہے

[3] اس روشنی میں آیۂ مبارکہ اکرمکم عند اللہ اتقاکم پر غور کیا جائے۔ آجکل جماعتوں میں یہ اصول باقی نہیں ہے۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں مال اور کثرت رائے کو فوقیت حاصل ہے جو بنیادی غلطی ہے

نہ آتی اور یہ بھی روایت ہے کہ دو روز تک نان جو میسر نہ ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ رات کو بھوکے پیٹ سو جاتے۔ اور دوسرے روز روزہ رکھ لیتے تھے۔ اگر چاہتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بہت کچھ دے سکتا تھا۔

ایک دن حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ عرض کیا، اگر آپ چاہیں تو مکہ کے یہ پہاڑ چاندی اور سونے کے ہو جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے جبرئیل

الدنیا لمن لا دار لہ مال | یہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہ

لمن لا مال لہ قد یجمعھا | ہو۔ اور اس کا مال ہے جس کے مال

من لا عقل لہ۔ | نہ ہو۔ اسکو وہ جمع کرے جس کے عقل نہ ہو

حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے۔ ایک حدیث میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا، دنیا سے مجھے کیا سروکار ہیں تو ایک سوار کی طرح سے ہوں جو گرمی میں درخت کے نیچے آرام لینے کے بقدر ٹھہر جاتا ہے۔ جب سایہ ڈھل جاتا ہے وہ بھی چلا جاتا ہے۔

آپ کی تواضع

آپ میں اسقدر تواضع تھی کہ برابر والے کی زانو سے زانو ملا کر بیٹھ جاتے۔ اور ہمیشہ سلام میں پہل فرماتے تھے[1]۔ اور مصافحہ میں ابتدا کرتے۔ اور اپنے ساتھیوں کے سامنے پیر دراز نہ کرتے جو آپ کے پاس آتا، اس کی تعظیم کرتے[2]۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اپنی جگہ بٹھاتے، اور اپنے اصحاب کو کنیت کے ساتھ یاد کرتے، اور اچھے نام سے یاد کرتے۔ اگر کوئی حاجتمند آتا اور آپ نماز میں ہوتے تو نماز میں تخفیف کر دیتے تھے۔ اور اس کی ضرورت پورا کر کے پھر نماز میں مشغول ہو جاتے اور کسی سے تعلق نہ توڑتے تھے۔

آپ کا اکرام

آپ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لا تطھرونی کما اطھر | میری پاکی اس قدر نہ بیان کرو جس قدر

---

[1] سلام میں پہل کرنیوالا کبر سے بری ہوتا ہے الحدیث (جمع الفوائد باالمعاشرت)، [2] اذا اتاکم زعیم القوم فاکرموہ۔ الحدیث

النصاریٰ عیسیٰ بن مریم — نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی بیان کی
فانما انا عبد اللہ ورسولہ — ہے میں تو اللہ کا بندہ اور اسکا رسول ہوں۔

دوسری حدیث میں بیان فرمایا ہے

من قال انا خیر من یونس — جس نے کہا میں حضرت یونسؑ سے
بن متی فقد کذب — افضل ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں۔ مدینہ کے ایک راستہ میں ایک عورت آپ کے سامنے آئی، اور کہا مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کسی جگہ بیٹھ جاؤ میں آپ کی ضرورت پوری کروں گا۔ مدینہ کی لونڈیوں میں سے جس کا جی چاہتا وہ آپ کو روک کر کھڑی ہو جاتی اور آپ ایک ادنیٰ درجہ کے غلام کی بھی بات سنا کرتے تھے، آپ ہر ایک کی دعوت قبول کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی جود و سخا اس درجہ تھی کہ کبھی کسی سائل کا سوال رد نہیں کیا۔ اگر آپ کے پاس نہیں ہوتا تو سائل سے فرما دیتے جا کسی سے لیلو۔ اور میرا حوالہ دیدے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، آپ تکلیف مالا یطاق کیوں برداشت کرتے ہیں تو آپکو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ خوب خرچ کریں اور فقر سے نہ ڈریں۔ تو یہ بات آپ کو بہت پسند آئی۔

آپ کا حلم

آپ کا حلم اس قدر تھا کہ اپنے اور بیگانے کی ایذائیں برداشت کیں اور آپ نے ان کے لئے کبھی بد دعا نہ کی بلکہ دعائے خیر کی حضرت عبد الرحمٰن ربزی رضؓ فرماتے ہیں کہ آپ انسانوں میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ صابر تھے۔ اگر غصہ آتا تو پی جاتے تھے۔ حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مسجد میں حضرات صحابہ رضؓ کی جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ حضور نجرانی چادریں اوڑھے ہوئے تشریف لائے۔ اور آپ کے پیچھے ایک اعرابی آیا اور اس نے نہایت زور سے آپ کی چادر کو پکڑ کر گھسیٹا کہ آپ کے مونڈھے اس کے سینہ سے جا لگے۔ آپ نے مسکرا کر دیکھا اور فرمایا، کیا حال ہے؟ عرض کیا، آپ کے

پاس جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ مرحمت فرمایئے۔ آپ نے اسکو مرحمت فرمایا۔ اہل تحقیق نے بیان کیا ہے کہ آپ مخلوق کی ایذاؤں سے کبیدہ خاطر نہ ہوتے کیونکہ آپ کی نظر حق کی طرف رہتی تھی۔

ایفائے وعدہ ایفائے وعدہ کو آپ لازم شمار کرتے تھے بعثت سے قبل آپ نے ایک آدمی کو، کوئی چیز فروخت کی تھی۔ اس نے آپ سے کہا۔ آپ یہیں رہیں، میں اس کی قیمت لاتا ہوں۔ اس کو تیسرے روز یاد آیا۔ اور آپ اتنے دن وہیں رہے۔

شجاعت اور بہادری میں آپ کی کوئی برابر نہ تھا۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں آپ انسانوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ جنگ کے وقت ہم آپ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ ہوتی تو آپ سب سے پہلے دشمن کے مقابل ہوتے اور ان پر حملہ کرتے۔ چنانچہ غزوہ حنین میں چار ہزار دشمنوں کا تنہا آپ نے مقابلہ کیا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں خبر اڑ گئی کہ دشمن نے مدینہ پر چڑھائی کر دی ہے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ تلوار لیکر حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہو گئے اور تنہا دشمن کی تلاش میں چل دیئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر خبر دی، کچھ نہیں ہے۔

آپ کی حیاء آپ کی حیاء کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ باحیاء تھے۔ اگر کسی آدمی سے کوئی مکروہ چیز ظاہر ہو جاتی تو آپ کے چہرۂ انور پر تغیر پیدا ہو جاتا، لیکن آپ اس کو ظاہر نہ فرماتے۔ ایک آدمی آپ کی مجلس میں حاضر ہوا جو زرد لباس پہنے ہوئے تھا، آپ کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا اس سے کہہ دے کہ کیا اچھا ہو کہ یہ زردی کا اثر نہ رہے۔ حضرت سہیل رض فرماتے ہیں کہ آپ بہت باحیا تھے۔ آپ سے جو بھی سوال کیا جاتا آپ اس کو عطا کر دیتے تھے

آپ کے اخلاق کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ خدا کی مخلوق پر بہت مہربان تھے خدا نے آپکا سینہ کھلا ہوا تھا۔ اگر غمگین سے نظر آتے ہمیشہ ذکر کرتے کسی کو تکلیف نہ پہنچاتے۔

عبادات

حضرات علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ کی عبادات کی کیفیت کیا تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کی عبادت فکری تھی۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ذکری تھی۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ اس وقت کس شریعت کے مطابق عمل کرتے تھے۔ آیا شریعت عیسٰی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ... ...

یا شریعت ابراہیمی کے مطابق یا تمام شریعتوں کے مطابق؟ ہر ایک فریق کے دلائل بکثرت ہیں۔ اور نزول وحی کے بعد، اس کے بارے میں ایک قول ہے کہ شریعت کے دشوار اور شاق مسائل پر عمل ہوتا (یعنی عزیمت) کو اختیار فرماتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ طریقۂ ابراہیمی کو اختیار فرماتے۔ آیت مبارکہ کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا	یہ کہ ملت ابراہیم حنیف کی اتباع
وما كان من المشركين [۱]	کرو اور وہ مشرک نہیں تھے۔

لیکن راجح قول یہی ہے کہ اپنی شریعت پر عمل فرماتے تھے، اور عبادت خداوندی میں سخت محنت فرماتے۔

طہارت کا ذکر یہ ظاہر ہے کہ ایمان کے بعد افضل عبادت نماز ہے۔ اور اس کے لئے طہارت شرط ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کا ذکر کیا جائے۔ جب آپ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو انگشتری کو نکال دیتے اور سب سے اول بائیں قدم کو اندر رکھتے اور فرماتے۔

---

[۱] یہ آیت سورہ نحل کی ہے جو مکی ہے اس سے پہلے ارشاد ہے ان ابراهيم كان امة قانتا لله۔ اس کے بعد یہ حکم ہے ثم اوحينا اليك الخ۔ اس آیت میں مفسرین کے نزدیک امت بمعنی ماموم ہے جس کے دلائل ہیں ۔ اکلیل ج۱۳ ص۱۳۰ اس سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کے بعد اور بہت ممکن ہے کہ پہلے بھی آپ کا طریقۂ عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق ہو کیونکہ فطرتاً آپ کا قلبی رجحان بھی ادھر ہی تھا (باقی حاشیہ ص ۳۲۱ پر)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ — اے اللہ میں آپ سے خبث اور خبائث سے پناہ چاہتا ہوں۔

اور جب آپ باہر تشریف لاتے تو اول دائیں قدم کو باہر نکالتے اور "غفرانک" کہتے اور اگر جنگل میں ہوتے تو لوگوں کی نظروں سے اسقدر دور ہو جاتے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کسی درخت وغیرہ کو آڑ بناتے، اور نرم زمین اس کام کے لئے منتخب فرماتے اور زمین سخت کو نیزہ کی نوک سے نرم کر لیتے، اور نیزہ آپ کے پاس ہوتا تھا، اور کپڑے کو اپنے جسم سے اس وقت اٹھاتے، جب زمین کے قریب ہوتے۔ اور استنجا تین ڈھیلوں اور پانی سے کرتے تھے۔ جب قضاء حاجت کا ارادہ ہوتا تو ڈھیلے اور پانی ساتھ لے جاتے تھے۔

اکثر اوقات ہر نماز کے لئے وضو فرماتے۔ اور کبھی ایک وضو سے چند نمازیں بھی ادا کرتے تھے۔ اور وضوء سے قبل مسواک فرماتے۔ .. .. اور اس میں مبالغہ فرماتے۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ اس کے بعد کلی فرماتے۔ اور ناک میں پانی دیتے۔ اور بلا ان کے کوئی وضو نہ کرتے تھے۔ اس کی کیفیت اور آپ کا عمل روایات میں مذکور ہے۔ کبھی ایک ہی چلو سے دونوں چیزیں کرتے، اور کبھی تین چلو سے علیحدہ علیحدہ ان دونوں کو تین مرتبہ کرتے۔ اکثر اوقات اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھوتے اور پورے سر کا مسح کرتے تھے۔ اور کبھی بعض سر پر بھی مسح کیا ہے اور اس کی تکمیل عمامہ پر کی ہے[۲]

باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۰۔ جیسا کہ حکم تحویل قبلہ سے ثابت ہے۔ ۲ انگشتری کا استعمال آپ نے سنہ ۶ھ سے کیا ہے جبکہ آپ مکاتیب ارسال فرمارہے تھے اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس انگشتری یا بٹن وغیرہ پر اللہ یا اس کے رسول کا نام کندہ ہو وہ اتار دینا چاہیے اور جماع کے وقت بھی یہ احتیاط رہنا چاہیے۔ عزیز الرحمن ۳ ہاتھ میں کوئی دفاعی چیز ۔ لاٹھی یہ سنت موکدہ ہے۔ ثابت نہیں ہے کہ آپ باہر تشریف لائے ہوں اور کوئی چیز آپ کے دست مبارک میں نہ ہو۔ اسی سے آپ سترہ وغیرہ کا بھی کام لیتے تھے۔ آپکے اس عمل پر غور کرنا چاہیے ۲ سر پر عمامہ درست کرنے کو مسح قرار دیا ہے۔ یہ تسامح ہے۔ عزیز الرحمن

اور انگشت شہادت سے کانوں کے اندر کا مسح کرتے۔ انگوٹھے سے آپ نے کبھی مسح نہیں کیا ہے۔ وضوء کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے اور آخر میں یہ دعا پڑھتے۔

اشهد ان لا الٰه الا الله وحده لا شريك له
واشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ اللّٰهم
اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين
واجعلني من عبادك الصالحين سبحانك اللّٰهم
بحمدك اشهد ان لا الٰه الا انت استغفرك
واتوب اليك

اور احادیث ضعیفہ میں وارد ہے کہ ہر عضو کے دھوتے وقت دعا پڑھتے[1]۔ اور وضو بلا کسی دوسرے کی اعانت کے کرتے۔ مگر نادراً۔ اور صحیح یہ ہے کہ اعضاء وضو کو کسی چیز سے خشک نہ کرتے تھے[2] اور اگر کوئی پیش بھی کرتا تو نہ لیتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی سے وضو اور ایک صاع پانی سے غسل فرمالیتے تھے۔ آپ نے وضو اور غسل میں، اسراف سے منع فرمایا ہے۔ غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی گراتے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا کرتے تھے اور پھر پورے جسم کو دھوتے اور پیروں کو اس جگہ سے ہٹ کر دھویا کرتے تھے۔

سفر اور حضر میں موزہ پر مسح فرمایا کرتے تھے اور مدت مسح سفر میں تین شبانہ روز تھی۔ اور حضر میں یکشبانہ روز تھی اور صحیح یہ ہے کہ مسح موزہ کے اوپر کی طرف کیا کرتے

---

[1] حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی ادعیہ وضو کو موضوع قرار دیتے ہیں اور حضرت گنگوہیؒ ضعیف قرار دیتے اور یہی مصنف نے فرمایا ہے اور یہی حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کا مسلک ہے ملاحظہ فرمایئے تذکرہ فضل رحمٰن جواہر مجددیہ۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ احیاء العلوم ص۱۳۵ ج ۱ [2] لیکن حضرت معاذ رضؓ کی ایک ضعیف حدیث ہے کہ آپ نے وضو کے بعد اپنے چہرۂ انور کو کپڑے سے صاف کیا۔ اور حدیث عائشہ رضؓ بھی ہے کہ آپ کے پاس ایک منشفہ (تولیہ) تھا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ثابت نہیں مانا ہے تاہم جواز سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ احیاء ص۱۳۵ ج ۱

تھے، اور اگر پانی نہ ہوتا اور شرائط تیمم پائے جاتے تو تیمم فرمایا کرتے تھے، اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتے اور پورے چہرے پر ملتے۔ اور صحیح طور پر ثابت ہے کہ تیمم میں دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارتے اور ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا کرتے تھے۔

نماز کا ذکر شرائط صلوٰۃ مثلاً استقبال قبلہ، ستر عورت وغیرہ کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی ایک کپڑے میں بھی آپ نے اس طرح نماز ادا کی ہے کہ چادر کی دونوں جانب کو کاندھوں پر ڈال لیا کرتے تھے۔ اور فرض نماز کو ہمیشہ مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کی امامت کیا کرتے تھے اور نماز کے طویل اور قصیر کرنے میں مقتدیوں کا لحاظ رکھا کرتے تھے۔ اور جب مسجد میں داخل ہوتے تو اول دائیں قدم کو رکھتے اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اعوذ باللہ العظیم لوجہ الکریم و سلطانہ

القدیم من الشیطن الرجیم

اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ دعا پڑھتے۔

بسم اللہ والحمد للہ اللھم اغفر لی وارحمنی

وافتح لی ابواب رحمتک

اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو کاندھوں تک اور کبھی کانوں کے برابر تک اٹھاتے اور ہاتھ کی انگلیوں کو کھلا رکھتے تھے۔ اور اللہ اکبر کہتے۔ تکبیر سے پہلے الفاظ نیت کہنا آپ سے مروی نہیں ہے[1]۔ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو اس طرح کہ داہنا ہاتھ، بائیں ہاتھ پر ہوتا سینے پر رکھتے۔ اور اس وقت دعاء استفتاح پڑھتے اور اول

انی وجھت وجھی الخ

پڑھتے اور یہ مختار امام شافعی کا ہے اور دوم سبحانک اللھم الخ پڑھتے اور اسکو

---

[1] امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

امام اعظمؒ نے اختیار کیا ہے۔ اور چھ روایات اور بھی ہیں جن کو کتب حدیث میں دیکھنا چاہیئے اور بعد دعاء استفتاح کے اعوذ باللہ پڑھتے۔ اور سورۃ فاتحہ کی قرارت فرماتے کبھی بسم اللہ جہراً پڑھتے اور کبھی سراً پڑھتے[1]۔ اسی وجہ سے علماء میں اختلاف ہوگیا ہے۔ اور بعد سورۃ فاتحہ کے آمین کہتے۔ جہری نماز میں جہر کے ساتھ اور سری نماز میں سر کے ساتھ[2] اور مقتدی بھی آپ کی موافقت میں آمین کہتے۔ اور تکبیر اور قرارت کے درمیان تھوڑا سا سکتہ فرماتے اور درمیان سورۃ فاتحہ اور قرأت سورت کے وقت بھی سکتہ فرماتے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ رکوع اور قرأت کے درمیان سکتہ فرماتے۔

اور صبح کی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایسی سورت پڑھتے کہ جس کی مقدار ۶۰ آیت سے لیکر سو آیات تک ہوتی۔ کبھی سورۃ روم، اور کبھی سورۃ ق۔ اور کبھی صبح کی نماز میں تخفیف بھی فرماتے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اذا زلزلت اور سفر میں کبھی معوذتین بھی پڑھ لیتے تھے۔ اور جمعہ کی صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورۃ دہر پڑھتے[3]۔ اور ظہر کی نماز میں کبھی تطویل بقدر الم سجدہ۔ اور دوسری میں سورۃ بروج یا اعلیٰ یا الطارق پڑھتے۔ اور عصر کی نماز کو بہت مختصر پڑھتے اور شام کی نماز کو کبھی طویل پڑھتے۔ مثلاً سورۃ اعراف اور والصافات۔ اور کبھی سورۃ طور، مرسلات، سبح اسم اور کبھی معوذتین۔ اور کبھی قصار مفصل ان نمازوں میں پڑھتے۔

صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے اور عشاء کی نماز میں سورۃ بقرہ کی قراءت کیا کرتے تھے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی امامت کرے اس کو چاہیئے کہ نماز کو ہلکی پڑھے اس لئے کہ تمہارے درمیان بیمار، کمزور، اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی فرمایا[1] اے معاذ تو فتان ہے،

---

[1] معمول سراً پڑھنا ہی تھا لیکن تعلیماً کبھی جہراً پڑھنا بھی ثابت ہے۔ احادیث اور فقہی روایات اسی طرف ہیں کہ سورۃ فاتحہ اور اتصال سورت کے وقت بسملہ جہراً یا سراً پڑھا جائے۔ جو لوگ تراویح میں اسکو جائز قرار دیتے ہیں ان کی رائے غیر فقیہانہ ہے کیونکہ فقہ پر احادیث بھی نہیں ہیں بعض علماء نے کہا ہے (باقی ص ۳۲۵ پر)

اور تین مرتبہ فرمایا ۔ اور فرمایا ، والشمس ، سبح اسم ، واللیل جیسی سورتوں کو پڑھنا چاہیئے
اور نمازِ وتر کی آپ تین رکعت پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں
کافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ
غاشیہ پڑھا کرتے تھے ۔ اور اکثر اوقات نمازوں میں پوری سورت پڑھا کرتے تھے ۔
اور کبھی اوائل سورہ پر بھی اکتفا کیا ہے[1] ۔ اور ہمیشہ پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل فرماتے
اور قرارت ترتیب ، ترتیل ، تجوید سے ادا فرمایا کرتے تھے ۔

صلوٰۃ تہجد آپ ہمیشہ تہجد کی نماز پر مداومت فرماتے تھے ۔ اکثر اوقات تہجد میں
مع وتر گیارہ رکعات ادا فرماتے اور کبھی تیرہ ۔ اور اس نماز میں
رکوع ، سجدہ ، قرات بہت زیادہ طویل فرماتے تھے ۔ اور کبھی سورہ بقرہ ۔ آل عمران نسا
انعام وغیرہ کی قرارت فرماتے تھے ۔ اور کبھی ایک ہی آیت پر اکتفا کیا ہے ۔ اور
وہ آیت یہ ہے :-

وان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم
فانك انت العزیز الحکیم

اگر آپ سے کبھی تہجد کی نماز فوت ہو جاتی تو دوسرے دن چاشت کے وقت بارہ
ادا فرماتے تھے[2] ۔ اور تہجد کی نماز کبھی جہراً پڑھتے اور کبھی سراً پڑھا کرتے تھے[3] ۔

باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۴ ۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرارت میں امام حفص کی اتباع ضروری ہے تو جواباً
کہ قرارت نماز میں تابع ہے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پوری نماز امام ابو حنیفہ رح کے مسلک کے مطابق ہو اور
قرارت میں امام حفص کی اقتدا ہو ۔ علاوہ ازیں علامہ بدرالدین عینی ، تسمیہ جہراً کو منسوخ قرار دیتے ہیں ۔
لاتجھر بصلوتك الآیۃ سے استدلال کیا ہے ۔ (عینی شرح ہدایہ ج ۱ صفحہ ۶۲۳ ۔ [4] یہ بھی تعامل تھا
معمولاً نہیں تھا کہ ہمارے مشائخ میں حضرت مدنی رح کا یہی معمول تھا ۔ حاشیہ صفحہ ہذا ۔ [1] موجود
میں ائمہ مساجد جس طرح نماز میں آیات قرآنی غیر مرتب طور پر پڑھتے ہیں اور کسی رکعت میں پوری سورت
نہیں پڑھتے یہ طریقہ غیر مسنون ہے اور مکروہ ہے [2] اور یہ غالباً اس وجہ سے تھا کہ (باقی ۳۲۶ پر)

اور وتر کو آپ نے ہمیشہ آخر شب میں ادا کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے

واجعلوا آخر صلوٰتکم بالليل الوتر — تم اپنی آخری رات کی نماز وتر کو بناؤ۔

اور صحیح سند سے وتر میں دعا قنوت کا پڑھنا ثابت نہیں ہے[1] لیکن آپ نے اپنے صحابہ رضؓ کو فرمایا ہے اور وہ پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز وتر سفر میں اونٹ پر بھی ادا کرلیا کرتے تھے[2] اور وتر پڑھنے کے بعد تین مرتبہ سبحان الملك القدوس پڑھا کرتے تھے اور آخری مرتبہ میں آواز کو بلند کردیا کرتے تھے، اور یہ بھی روایت ہے رب الملائكة والروح کا اضافہ کردیا کرتے تھے۔

نماز چاشت و اشراق

چاشت کی نماز آپ کبھی پڑھتے اور کبھی ترک کردیتے تھے[3] آپ نے دس رکعات سے لیکر آٹھ رکعات مختلف اوقات میں پڑھی ہیں۔ اکثر و بیشتر نوافل گھر ہی میں ادا فرمایا کرتے تھے

جب کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی نعمت کا ظہور ہوتا یا کوئی مصیبت دور ہوتی تو سجدۂ شکر ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک کریہہ المنظر آدمی کو دیکھ کر

باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۵ :- کہ تہجد کی نماز آپ پر واجب تھی ورنہ نوافل کی قضا نہیں ہے۔ اہل عزیمت کے یہاں تو معمولات کی قضا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ مستحبات ہی کیوں نہ ہو حضرت گنگوہیؒ نے رات کے معمول کی قضا کے بارے میں استدلال فرمایا ہے۔ والنهار خلفة لمن اراد ان يذكر او اراد شكورا۔ تقریر رشیدی ترتیب بندہ عفی لہ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] اس سے امام شافعیؒ کے مسلک کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک پورے سال وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا صحیح سند سے ثابت ہے (ادجز)

[2] - یہ دعویٰ غلط ہے جس کی بنیاد صرف سعید بن یسار کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمر رضؓ کی روایت اور ان کا عمل یہی ہے کہ وتر زمین پر سواری سے اتر کر پڑھا کرتے تھے (تنسیق ص۲۹)

[3] حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ اس کا انکار کرتی ہیں۔ بعض حضرات نے چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا ہے (سیرت خیر العباد حصہ اول)

سجدہ شکر ادا کیا، اور جب ابوجہل کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ روایت ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کے قتل کی خبر سنی تو حضرت ابوبکر صدیق رض نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اور حضرت علی رض نے ذوالندیہ کو جو رؤسا رخوارج میں سے تھا مقتول دیکھا تو سجدہ شکر ادا کیا۔

قرائت قرآن پاک

نماز کے علاوہ آپ قرآن پاک کی مقدار معین، ترتیل و تجوید سے خشوع اور خضوع اور تدبر کے ساتھ، وضو سے اور بلا وضو کے علاوہ جنابت کے قرارت فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی لہجہ اور ترجیع کے ساتھ جو بلا تکلف ہوتا قرارت فرماتے۔ فتح کے دن ترجیع کے ساتھ سورہ فتح کی قرارت فرمائے ہے تھے اور تغنی (لہجہ) سے مراد وہ ہے جو بلا تکلف اور بلا تعلیم کے ہو اور جو لہجہ تعلیم سے حاصل کیا جاتا ہے وہ ممنوع ہے۔ اور قرآن پاک تین شبانہ روز سے کم میں ختم نہیں فرمایا کرتے تھے اور جب دوسروں سے قرآن پاک سنتے تو آپ کی چشموں سے اشک جاری ہو جاتے تھے۔ اور رات کو سورہ حم سجدہ، سورہ تبارک یا وہ سورتیں جن کے شروع میں سبّح یا یسبح ہے قرارت فرمایا کرتے تھے۔

سجدہ تلاوت

جب آیت سجدہ کی تلاوت فرماتے، تو سجدہ ترک نہ کیا کرتے تھے اور جب آیت سجدہ پڑھتے تو تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے جاتے اور فرماتے

سجد وجھی للذی خلقہ و صوّرہ و
شق سمعہ و بصرہ بحولہ و قوتہ[1]

اور اس کے علاوہ بھی روایت ہے۔ آپ سے مروی نہیں ہے کہ سجدہ تلاوت سے اُٹھتے ہوئے آپ نے تکبیر کہی ہو یا تشہد یا سلام پڑھا ہو۔

نماز کے بعد مختلف آیات، سورتوں، تسبیحات اور دعاؤں کا پڑھنا آپ سے ثابت ہے۔ ان سب کو بیان کرنے کی یہ کتاب گنجائش نہیں رکھتی ہے۔

---

[1] حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہے کہ اٹھتے وقت بھی تکبیر کہی جائے اور یہی قیاس ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۶ نولکشور)

صلوٰۃ سفر آپ کی عادت شریفہ تھی کہ سفر میں صرف فرض پڑھنے پر اکتفا فرماتے تھے[۱] اور چار رکعت والی نماز میں قصر فرماتے تھے۔ سفر میں اتمام کرنا آپ سے صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے جو روایت کیا ہے وہ ضعف سے خالی نہیں ہے۔

سفر میں آپ سنتوں کو ترک کر دیتے تھے، مگر صبح کی سنت اور وتر کو نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد والی بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ دو رکعت جب سورج زائل ہوتا جب بھی پڑھتے تھے[۲]۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے جو روایت کیا ہے کہ آپ سفر میں جو سنتیں نہیں پڑھتے تھے وہ انھوں نے اپنی معلومات کی خبر دی ہے

سفر میں نماز تہجد کو آپ سواری پر ہی ادا فرما لیتے تھے۔ سواری کا جدھر بھی رُخ ہوتا اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے سواری ہی پر فرض ادا فرماتے تھے۔ آپ کے اصحاب سواریوں کے ساتھ ہی اقتدار کرتے تھے[۳]

کوچ کی عادت شریفہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اگر زوال سے قبل کوچ فرماتے تو ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کرتے[۴]۔ اور اگر ظہر کے وقت کوچ کرتے اور کبھی عصر کو مقدم کر کے ادا فرماتے تھے۔ عشاء اور مغرب کو بھی اسی طرح ادا فرماتے تھے لیکن نزول کے وقت (یعنی قیام کے وقت) آپ سے جمع ثابت نہیں ہے۔

نماز جمعہ جمعہ کے دن کا آپ احترام فرماتے۔ اس دن غسل کرتے، خوشبو لگاتے تھے اور جب لوگ جمع ہو جاتے تو تنہا مسجد میں تشریف لے جاتے

---

[۱] یہی افضل ہے (ردالمحتار) [۲] حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کا یہی معمول تھا وہ اس کو سنت موکدہ قرار دیتے ہیں (مقامات مجددیہ) [۳] رواہ ابوداؤد۔ لیکن ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ اسکی رخصت عورتوں کے لئے بھی نہیں تھی بذل ج ۲ ص ۲۸۲۔ اسلئے مناسب یہ ہے کہ پہلی روایت کو ابتداء حال صلوٰۃ کے بارے میں قرار دیا جائے [۴] مراد یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو آخری وقت اور عصر کی نماز کو اول وقت ادا فرماتے تھے قضا کرنا یا وقت سے پہلے پڑھنا مراد نہیں ہے۔

اور کوئی خادم آپ کے ساتھ نہ ہوتا تھا۔ جب مسجد میں داخل ہوتے تو حاضرین کو سلام کرتے اور بیٹھ جاتے۔ اور حضرت بلال رضؓ اذان دیتے اور جب اذان ہو چکتی تو کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ فرماتے۔ خطبہ دیتے وقت کمان یا عصا پر ٹیک لگاتے۔ آپ سے ثابت نہیں ہے کہ جمعہ کی نماز سے قبل آپ نے مسجد میں سنتیں ادا کی ہوں۔ اور منبر قائم ہو جانے کے بعد ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کبھی کسی چیز کمان یا عصا پر ٹیک لگائی ہو۔ نماز جمعہ کے بعد جب آپ گھر تشریف لے جاتے، تو چار رکعت ادا فرماتے۔ اور اگر مسجد میں پڑھتے تو دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے۔ اور آپ نے فرمایا ہے۔

من كان مصليًا بعد الجمعة فليصل بعدها اربعًا[۲]

جو جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسکو چار رکعت پڑھنا چاہیئے۔

آپ نے جمعہ کے دن کی ساعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت آپ کے زمانہ تک مخصوص نہ تھی بلکہ باقی ہے۔ اور اس ساعت کے بارے میں علماء کے گیارہ قول ہیں۔ لیکن دو قول سب سے زیادہ راجح ہیں۔ وہ یہ کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز کے ختم تک، اور دوسرا قول یہ ہے کہ عصر سے لیکر مغرب تک ہے اور یہ آخری قول زیادہ راجح ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے ساعت اجابت مثل، شب قدر صلوٰۃ وسطیٰ، اسم اعظم کے مبہم ہے غلط ہے۔ . . . . اس کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ اس کی تعیین احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

صلوٰۃ خوف آپ نے غزوات ذات الرقاع، بطن نخلہ اور عسفان اور حدیبیہ میں صلوٰۃ خوف ادا کی ہے۔ اور اس کی تفصیل اور تحقیق کتب فقہ

---

[۱] زاد المعاد [۲] حنفیہ کے نزدیک خطیب کا منبر پر بیٹھنے کے بعد سلام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مسجد میں داخل ہوتے ہی کا سلام کافی ہے۔ مصنف نے اس جگہ مرسل اور ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے۔ الرد المختار ج ۱ ص ۵۹۹ کبیری ص ۵۲۱

[۳] اسی بنا پر حنفیہ میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے بعد چار پڑھنا چاہیے یا چھ۔ پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے اور دوسرا امام محمد کا۔ کبیری

اور حدیث سے معلوم ہو سکتی ہے۔

نماز عید آپ عید کی نماز عیدگاہ میں مدینہ منورہ سے باہر ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بارش کی وجہ سے باہر نہ جا سکے تو نماز مسجد میں ادا کی۔ عید کے دن بہترین لباس پہنا کرتے تھے۔ کبھی سُرخ دھاری دار چادر اور کبھی سبز دھاری دار چادر بھی پہنتے تھے۔ عید الفطر کی نماز سے قبل اور عیدگاہ جانے سے پیشتر چند خرمے تناول فرماتے اور ان کی تعداد طاق ہوتی تھی۔ اور کوئی کھانا تناول نہ فرماتے۔ اور بقرہ عید کے دن نماز سے آکر قربانی کا گوشت تناول فرماتے، اس وقت تک کچھ تناول نہ فرماتے۔ عید کے لئے غسل کرتے اور پیدل نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور آپ کے آگے آگے کوئی نیزہ لیکر چلتا، اور راستہ میں تکبیر جہر کے ساتھ پڑھتے۔ اور جب عیدگاہ میں پہونچ جاتے تو آپ کے سامنے (سترہ کی جگہ) نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا کیونکہ عیدگاہ صحرا میں ہوتی تھی۔ کوئی دیوار یا محراب نہ ہوتی تھی[۱]۔ عید کی نماز کے لئے نہ اذان کہی جاتی اور نہ اقامت، اور نہ لفظ "الصلوٰۃ جامعۃ" کہا جاتا بلکہ جیسے ہی عیدگاہ پہونچ جاتے نماز شروع فرما دیتے تھے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں مسلسل کہتے کہ جن کے درمیان تھوڑا سا توقف ہوتا۔ تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر اور تسبیح آپ سے مروی نہیں ہے اور جب پہلی رکعت کے سجدہ سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے ہوئے اُٹھتے اور مسلسل پانچ تکبیریں کہتے[۲]۔ اور اس کے بعد قرأت فرماتے۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور خطبہ دیتے۔ اور اس کے بعد اگر کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کو امر فرماتے۔ مدینہ منورہ کی مستورات بھی عیدگاہ

---

[۱] عبادات کے ذیل میں چند جگہ نیزہ کا ذکر آچکا ہے مثلاً استنجا کرتے وقت اور عیدگاہ میں سترہ کی جگہ اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ نیزہ سے جہاں تحفظ کا کام لیا جاتا تھا وہاں دوسری ضروریات کیلئے بھی وہ مستعمل تھا۔ یہ ثابت نہیں کہ آپ کبھی خالی ہاتھ باہر تشریف لے گئے ہوں [۲] حنفیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں قبل قرأت تین تکبیر زائد ہیں اور دوسری رکعت میں بعد قرأت تین تکبیر زائد ہیں یہی ابن مسعود رضہ کا عمل تھا۔ اسکے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا ہے۔ بہت سے صحابہ سے بھی مروی ہے۔ ابن مریم نے کہا ہے کہ اس کی سند انتہا درجہ کی صحیح ہے۔ اسی کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ کا عمل تھا (حاشیہ کتاب الحجہ ص۵۰ ۔ البنایہ)

حاضر ہو جاتیں تو ان کے قریب جا کر ان کو نصیحت فرماتے اور صدقہ کا امر فرماتے۔ عید الفطر کی نماز میں تاخیر اور بقرہ عید کی نماز میں تعجیل فرماتے۔ گوسفند خصی کی قربانی کیا کرتے تھے۔

قربانی کا ذکر

آپ نے گوسفند خصی جس کے ہاتھ، پیر اور آنکھ سیاہ ہوتے تھے۔ کی قربانی کی ہے اور ذبح سے قبل یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت وا
لارض علی ملة ابراھیم حنیفا وما انا
من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومحیایٗ
ومماتی للہ رب العالمین۔ لاشریک لہ و
بذلک امرت وانا من المسلمین۔
اللّٰھم منک ولک عن محمد ومن امتہ بسم اللہ
واللہ اکبر

اور یہ بھی روایت ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ میری طرف سے اور جس نے قربانی نہ کی ہو اس کی طرف سے ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے جو عید کی نماز سے قبل ذبح کرے اس کو اعادہ کرنا چاہیئے[1]۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قربانی کے لئے فربہ جانور ہو۔ عیب دار، کان کٹا، سینگ ٹوٹا، ایک آنکھ والا، مریض، کمزور نہ ہو کہ اس کی قربانی کی جائے۔ آپ نے فرمایا، بھیڑ ایک سال کی اور بھیڑ کے علاوہ دو[2] سال کا جانور قربانی میں کیا جائے۔ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اور قربانی تین روز جائز ہے۔

نماز استسقاء

نماز استسقاء کے بارے میں آپ کی عادت شریفہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ کبھی ایسا ہوا کہ مسجد مدینہ منورہ میں علاوہ جمعہ کے دعا

---

[1] یعنی عید کی نماز سے قبل قربانی جائز نہیں ہے، یہ حکم دیہات کے لئے ہے وہ عید کی نماز سے قبل قربانی کر سکتے ہیں، کیونکہ نماز ان پر واجب نہیں ہے۔

کرتے اور اسی پر اکتفا فرماتے اور کبھی منبر پر تشریف لے جاتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ جب کبھی بھی آپ نے بارش کے لئے دعا کی قبول ہوئی ہے۔[1]

صحیح سند سے ثابت ہے کہ دعاء استسقاء میں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی[2] اور جب بارش ہوتی تو فرماتے۔

اللّٰھم صیّبًا نافعًا — الٰہی نفع مند بارش ہو

حضرت انس رض روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہوئی، آپ نے کپڑے اتار دیے اور بارش میں آ گئے میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں کیا علت ہے؟ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے نئی نئی آئی ہے۔ اور جب آسمان پر ہوا اور ابر نمودار ہوتے تو آپ خوف زدہ ہونے لگتے کبھی باہر آتے اور کبھی اندر جاتے۔ اور جب بارش شروع ہو جاتی تب یہ کیفیت دور ہوتی۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ رض قوم عاد اسی میں ہلاک ہوئی ہے کیونکہ جب ان پر ابر نمودار ہوا تھا تو انھوں نے کہا تھا کہ بارش ہوگی۔ حالانکہ وہ عذاب الیم تھا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب بھی ہوا ظاہر ہوتی تو آپ دعا کرتے۔

اللّٰھم اجعلہ رحمۃ ولا — الٰہی اس کو ہمارے لئے رحمت

تجعلنا عذابًا — بنا عذاب نہ بنا۔

اور جب بادل کڑکتا تو یہ دعا کرتے:۔

اللّٰھم لا تقتلنا بغضبك — الٰہی ہمیں اپنے غصے سے نہ قتل کر

ولا تھلکنا بعذابك — اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر

نماز کسوف | جب چاند گرہن ہوتا، تو دو رکعت نماز کسوف ادا فرماتے۔ اس کی کیفیت چند طرح پر مروی ہے۔ ایک یہ کہ حضرت عباس رض نے روایت...

---

[1] امام ابو حنیفہ رض کا یہی ارشاد ہے لیکن صاحبین صلوٰۃ استسقاء کو بھی کہتے ہیں

[2] اس سے تبدیل حال کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ واللہ اعلم

کیاہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرھن ہوا تو آپ نے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور بقدر سورۂ بقرہ کے قیام فرمایا۔ اور اس کے بعد طویل رکوع کیا، اور قیام کیا، وہ بھی بہت طویل قیام تھا لیکن پہلے قیام سے کم اور اس کے بعد رکوع کیا، لیکن پہلے رکوع سے کم، اور پھر سجدہ کیا اور اسی طرح دوسری رکعت پوری کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو آفتاب ظاہر ہو چکا تھا، اور فرمایا۔

بلاشبہ آفتاب اور ماہتاب یہ اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے، جینے سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جب ایسا واقعہ ہو تو ذکر اللہ کرنا چاہیئے۔

حضرات صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ ہم نے آپ کو نماز میں کبھی آگے ہوتے اور کبھی پیچھے ہٹتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا، میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کی شاخیں پکڑنے کو بڑھا، اور دوزخ کو دیکھا تو پیچھے ہٹا، اور اس سے برا منظر میں نے نہیں دیکھا۔ دوزخ میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔ عرض کیا، کیوں؟ فرمایا۔ یہ کفران نعمت اور کفران حق شوہر کرتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ سجدہ کو بھی طویل کیا۔ اس قدر اضافہ ان کی حدیث میں ہے۔ اور حضرت جابرؓ نے چھ رکوع اور چار سجدے روایت کئے ہیں۔ اور حضرت علیؓ نے صرف چار سجدوں کو روایت کیا ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضؓ نے قرأت جہری روایت کی ہے۔

عیادت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت بھی فرمایا کرتے تھے اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس طرف توجہ دلاتے۔ جب بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو فرماتے۔

لاباس طھور اً — کوئی بات نہیں پاکی ہے انشاء اللہ

لہ اسی روایت کو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔

اور کبھی کفارہ اور طہوراً بھی فرماتے۔ اور بیمار کے سرہانے بیٹھ جاتے اور دریافت کرتے کیا حال ہے؟ کسی چیز کی ضرورت ہے؟ اگر مریض کہتا اور اس میں اس کا نقصان نہ ہوتا تو اس چیز کے لئے امر فرماتے اور اپنے دست مبارک کو اس کے جسم پر پھیرتے۔ اور یہ یہ دعا پڑھتے۔

اذھب الباس رب الناس واشف انت
الشافی۔ لا شفاء الا شفاءک لا یغادر
سقماً

اگر کسی کے پھوڑا ہوتا تو اس پر انگشت شہادت پر مٹی لگا کر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے

بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا
لیشفی سقیمنا باذن ربنا[۱]

عیادت کے لئے آپ کے یہاں کوئی دن اور وقت مقرر نہ تھا بلکہ تمام اوقات میں عیادت فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغوں میں چلتا ہے۔ اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر صبح کے وقت عیادت کو جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

میت کے بارے میں

حضرت زید بن ارقم رض روایت کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں درد تھا آپ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ جب مریض میں آثار موت ظاہر ہوتے تو اس کو آخرت کی یاد دلاتے اور توبہ کی وصیت فرماتے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو

تاکہ آخر کلام میت کلمۂ توحید ہو اور عادات جاہلیت مثلاً نوحہ وغیرہ سے منع فرماتے

---

[۱] ۔ اس پر مرقات کے حوالہ سے حاشیہ گزر چکا ہے

بلکہ شکر اور صبر کے لئے فرماتے۔ اور انا للہ و انا الیہ راجعون فرماتے۔ اور غسل اور تجہیز میں جلدی فرماتے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میت کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اور آخر میں پانی میں کافور ملا لو!

آپ شہید کو غسل نہیں دلاتے تھے بلکہ اس کے ہتھیار وغیرہ علیحدہ کرا دیتے تھے اور محرم کو احرام کے کپڑوں میں دفن کرا دیتے تھے۔ تاکہ قیامت کو لبیک کہتا ہوا اُٹھے۔ اگر کفن کم ہوتا تو سر ڈھکنے کو فرماتے اور پیروں پر گھاس رکھوا دیتے تھے۔ اور سفید کپڑوں میں کفن دلاتے تھے۔

نماز جنازہ اکثر و بیشتر جنازہ کی نماز پڑھاتے۔ اور نماز میں چار تکبیریں کہتے۔ اور کبھی پانچ اور کبھی چھ تکبیر بھی کہتے[1]۔ تکبیر اول کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھتے اور دوسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعائے مغفرت اور رحمت کرتے اور ہاتھ باندھے رکھتے۔ روایت ہے کہ آخری نماز جنازہ جو آپ نے پڑھائی ہے۔ اس میں چار تکبیرات ہی کہیں۔ اور اسی طریقہ پر جمہور علماء ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام پر جنازہ کی نماز پڑھی تو اُس پر چار تکبیریں کہیں۔ اور حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہی تمہارے لئے سنت ہے" اور جنازہ کی نماز سے دو سلام کے بعد باہر آتے اور کبھی ایک ہی سلام پر اکتفا کرتے۔ اگر کوئی نماز جنازہ آپ سے فوت ہو جاتی تو قبر پر ادا فرماتے[2]۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ کے ساتھ پیدل چلتے اور جب جنازہ رکھ دیا جاتا تو بیٹھ جاتے۔ اور تدفین میں جلدی فرماتے۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن معاذ کے جنازہ کو دونوں عمود کے درمیان سے اُٹھایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے[3]۔

---

[1] یہ امام شافعی رح کا مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ منع کرتے ہیں۔ [2] یہ صرف آپ کی تخصیص ہے ورنہ جنازہ کی نماز ہو جانے کے بعد قبر پر صلوٰۃ جنازہ جائز نہیں ہے۔ [3] امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہی ہے۔ امام شافعی رح جنازہ سے آگے چلنے کو کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کا ذکر زکوٰۃ وصدقات میں فقراء کی رعایت کرتے۔ اصحاب اموال کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا امر فرماتے۔

واضح رہے کہ زکوٰۃ چار قسم کی ہوتی ہے۔ چارپائے، چاندی، سونا۔ کھیتی اور تجارت، صحیح سند سے ثابت نہیں ہے کہ آپ پر کسی قسم کی زکوٰۃ واجب ہوئی ہو آپ کے پاس اگر کوئی زکوٰۃ کا مال لاتا تو آپ اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ اور عمال کو اطراف و جوانب میں قبائل کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ فرماتے۔ اور زکوٰۃ کو اس کے مصارف پر خرچ فرماتے۔

صدقہ نافلہ آپ بہت زیادہ صدقہ دیا کرتے تھے اور صدقہ فطر عید کی نماز سے قبل ادا فرماتے اور مساکین کو دیتے تھے۔ اور آپ نے اپنے صحابہؓ کو اس کا امر بھی فرمایا ہے

آزاد کرنا آپ غلاموں کو آزاد کرنے کا بہت اہتمام فرماتے اور اس کی فضیلت بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے لونڈی، غلام دونوں کو آزاد کیا ہے لیکن غلاموں کی تعداد زیادہ ہے

روزے رکھنا آپ چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے یا تو.. عادل شہادت دے یا شعبان کے تیس دن ہو جائیں۔ اور آخری شعبان میں خطبہ دیا کرتے جس میں رمضان المبارک کی فضیلت بیان فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

> لوگو! ایک بزرگ مہینہ نے تم پر سایہ کیا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے۔ اس مہینہ کا روزہ فرض ہے اور اس کا قیام سنت ہے۔ جو آدمی نیکی کے ذریعہ اس میں خدا کا تقرب چاہے گا تو اس میں ایک فرض ستر فرض کے برابر ہوتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

حدیث صحاح میں ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے اور بروایت دیگر جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں

آپ نے رمضان المبارک کے روزے مسلسل (صوم وصال) بھی رکھے ہیں لیکن اُمّت کو صوم وصال سے ممانعت فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔

میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے

جب آفتاب غروب ہو جاتا، آپ روزہ افطار فرماتے۔ اور افطار میں جلدی کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ افضل آدمی وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے۔ اور آپ کھجور سے افطار فرماتے۔ اگر کھجور نہ ہوتی۔ پانی سے روزہ افطارتے اور اسی کی ہدایت فرماتے اور یہ دعا پڑھتے

اللھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت

اور کبھی یہ بھی ارشاد فرماتے:۔

ذھب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر
انشاء اللہ۔

اور اگر کسی کے یہاں روزہ افطارتے تو فرماتے:۔

اکل طعامکم الابرار وافطر عندکم الصائمون
وصلت علیکم الملائکۃ

سحری میں ہمیشہ تاخیر فرماتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے سحری میں برکت ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں سحری کا فرق ہے۔ عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں کہ ایک سحری میں آپ نے میری دعوت کی۔ اور آپ روزہ کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ومن لم یدع قول الزور والعمل	جو آدمی جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر
بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع	عمل کرنا نہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے
طعامہ وشرابہ	کھانا، پینا چھوڑنے کی حاجت نہیں

روزہ کی حالت میں آپ اپنی ازواج کا بوسہ بھی لے لیتے تھے سرمہ مسواک۔ پچھنے بھی کرالیتے

تھے لیکن ناک میں پانی دینا اور کلی کرنے میں مبالغہ نہ کرتے تھے۔ اگر رات کو غسل کی ضرورت ہوتی تو طلوع فجر سے قبل غسل کر لیتے تھے، اور کبھی بعد طلوع فجر بھی غسل کر لیتے

اگر رمضان المبارک میں مسافر ہوتے تو کبھی افطار کرتے اور کبھی روزہ رکھ لیتے تھے نفلی روزہ بھی رکھتے لیکن رمضان کے علاوہ کسی تمام مہینہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اکثر ماہ شعبان میں روزہ رکھتے۔ اور عاشورہ کا بھی روزہ رکھتے۔ عرفہ کا روزہ اگر حج میں نہ ہوتے تو رکھتے اکثر دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھتے۔ اور فرماتے۔ ان دو دنوں میں اعمال پیش ہوتے ہیں اور کبھی شنبہ اور یکشنبہ کا بھی روزہ رکھتے ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھتے۔ آپ نے تنہا یوم جمعہ کے روزہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور شوال کے چھ روزے رکھتے۔ عشرہ ذوالحجہ کے روزوں کی آپ نے تاکید فرمائی ہے۔

اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپ کا معتکف مسجد میں ہوتا اور خیمہ لگا دیا جاتا تھا۔ کبھی معتکف سے سر باہر کر دیتے اور حضرت عائشہؓ سر دھوتیں۔ آپ کی ازواج بھی آپ کو دیکھنے مسجد میں آجاتی تھیں۔

حج اور عمرہ آپ نے ایک حج کیا ہے جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں اور چار عمرہ کئے ہیں۔ اور بعثت سے قبل چند حج قریش کے طریقہ پر کئے ہیں۔ ان کی تعداد محفوظ نہیں ہے۔

عادات شریفہ

عادات سے مراد طریقہ ہے یعنی لباس وغیرہ کا اور کھانے پینے، چلنے پھرنے، معاشرت کا۔ اصحاب حدیث کے نزدیک اس کو سنن زوائد کہتے ہیں۔

لباس مبارک آپ کی عادت شریفہ لباس میں تکلف کی نہ تھی بلکہ جو بھی میسر ہوتا زیب تن فرما لیتے تھے۔ اکثر لباس روئی کا ہوتا، اور حضرات صحابہ کا لباس بھی یہی ہوتا تھا۔ کبھی اُون اور کتان کا لباس بھی زیب تن فرماتے۔ اکثر لباس سفید ہوتا تھا۔ اور اسی کی آپ نے تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے سرخ اور زرد

خالص سے مردوں کو منع فرمایا ہے۔ البتہ کبھی سبز، سُرخ، زرد، سیاہ دھاری دار کپڑا بھی پہنا ہے۔ سبز رنگ سے آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ اور جب جدید لباس پہنتے تو اس کا نام لیکر یہ دُعا پڑھتے۔

الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی و
تجمل بہ فی الناس

آپ نے ارشاد فرمایا جو یہ پڑھے گا اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور اکثر جمعہ کو نئے کپڑے پہنتے تھے۔ اور پہننے کی ابتداء دائیں جانب سے کرتے۔ اور جب نیا لباس پہنتے تو پرانا لباس کسی مسکین کو عطا فرما دیتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جو مسلمان اللہ کے لئے کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے وہ
زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اللہ کی ضمان میں
رہتا ہے۔

عمامہ شریف

عمامہ سفید اور پرانا باندھا کرتے تھے۔ اس کا شملہ پچھلی جانب کو اور کبھی گردن میں لپیٹ لیتے تھے۔ اور کبھی بلا شملہ کے بھی باندھ لیتے تھے۔ کبھی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور کبھی نہ ہوتی۔ اور یہ جو مروی ہے کہ ہماری اور مشرکین کی دستار میں صرف ٹوپی کا فرق ہے ضعیف ہے[1]۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو حدیث کو غالب اوقات پر محمول کیا جائیگا۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ ہمیشہ بے ٹوپی کے دستار باندھتے ہیں۔ اور آپ سر سے چپکی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔ آپ کی دستار کبھی سیاہ ہوتی جیسا کہ فتح مکہ کے دن تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عمامہ سیاہ نہیں تھا بلکہ خود اوڑھے ہوئے تھے اس کی سیاہی تھی۔ اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ آپ سیاہ

---

[1] اس روایت کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے۔ امام ترمذی نے اسکو حسن غریب کہا ہے لیکن عملاً اُمت کا عمل حدیث ابی داؤد کے مطابق ہے۔ ملا علی قاری نے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنے کو مشرکین کا عمل قرار دیا ہے۔ پوری تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ سیرت خیر العباد ج ۱ ص ۱۰۹، اتبذل ج ۵ ص ۹۲، مرقات ج ۸ ص ۱۴۲، شرح مواہب ج ۵ ص ۲

پٹی باندھے ہوئے تھے۔ اس سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے۔

آپ کی دستار کا طول نظر سے نہیں گذرا۔ بعض علماء حنفیہؒ نے سات گز کو بیان کیا ہے۔ اور جو دستار جمعہ اور عیدین کو باندھتے تھے وہ بارہ گز کی تھی۔ جب گرم ہوا چلتی تو کبھی سر پر چادر بھی ڈال لیتے تھے۔ اور جب سر میں تیل لگاتے تو رومال باندھ لیتے، تاکہ دوسرے کپڑے خراب نہ ہوں۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ کا رومال ایسا معلوم ہوتا، گویا روغنگر کا ہے۔

اور آپ کے پیراہن کی آستین زیادہ سے زیادہ انگلیوں تک ہوتیں اور چوڑی ہوتی تھیں۔ اور ازار کے اوپر جو کپڑا ہوتا وہ نصف ساق تک دراز ہوتا تھا۔ اور کبھی کعبین تک بھی ہوتا۔

چادر

اور آپ کی چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی ڈھائی گز ہوتی تھی۔ اور بعض روایات دو گز اور ایک بالشت اور متاخرین محدثین نے بیان کیا ہے کہ آپ کی چادر کی لمبائی چھ گز اور چوڑائی ۲ گز اور ایک بالشت ہوتی تھی۔

اور پیراہن مبارک میں کبھی بٹن ہوتے اور بٹن ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ اور بعض روایات میں ہے۔ آپ کی قمیص ازار سے بندھی ہوتی تھی۔ اور بعض دفعہ نماز میں ازار کھل جاتا تھا اور کبھی آپ کا پیراہن تنگ آستین کا ہوتا تھا، اور ایسا لباس سفری ہوتا تھا، اُس وقت آپ وضو کے لئے ہاتھ اندر کی طرف کو نکالتے اور آستین کاندھے پر ڈال لیتے اور ہاتھ دھو لیا کرتے تھے۔

کبھی آپ کا لباس بہت قیمتی ہوتا خصوصاً عید کے دن اور وفد کے آنے کے اوقات۔ اور ایک دفعہ کسی نے ۲۳ اونٹ میں ایک حلہ خرید کر بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ نے اس کو ایک دفعہ پہنا۔ اور وہ حلہ ۲۰ گز اور ایک بالشت بھر تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اُسکو ۲۷ اوقیہ چاندی میں خریدا تھا۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آبریشمی حلہ خرید آگیا، اور اُس کا چاک پچھلی جانب کو تھا۔ آپ اُس کو پہنکر نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت جبرئیل نے اُس کی حرمت کی خبر دی۔ آپ نے اس کو فوراً ہی اُتار دیا۔ اور فرمایا۔

ایسا لباس مومنین کے لئے نہیں ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ رومی بادشاہ نے سندس کا ایک پوستین آپ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا۔ حضرات صحابہ اس کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا، اس پر تعجب نہ کرو حضرت سعد بن معاذ کا جنت میں رومال اس سے زیادہ قیمتی ہے۔

ایک دفعہ ابوجہم نے ایک چادر خدمت اقدس میں پیش کی کہ اس کے دونوں کناروں پر کچھ کام ہو رہا تھا۔ آپ نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی اور نماز کے بعد فوراً اتار دیا۔ اور فرمایا اس چادر کو ابوجہم کو دیدو، اس کی وجہ سے نماز کی مشغولیت میں فرق آتا ہے۔

روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک سبز لباس تھا جس کو آپ وفود کی آمد کے وقت پہنا کرتے تھے۔ آپ کے بعد وہ بہت کہنہ ہو گیا تھا۔ خلفاء نے اس کے اوپر کپڑا چڑھا لیا تھا اور تبرکاً اس کو کپڑوں کے نیچے عید کے دن پہنا کرتے تھے۔

آپ کے پاس دو کپڑے، سبز دھاری دار اور سرخ دھاری دار تھے جن کو عیدین کے موقعہ پر پہنا کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آپ کے پاس سیاہ چادر تھی میں نے عرض کیا، آپ کی سفیدی اس سیاہ چادر میں خوب معلوم ہوتی ہے۔

حضرت سہل بن ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جبہ سیاہ اور سفید اون کا دھاری دار تیار کیا، اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کو زیب تن فرمایا، اور اس پر دست مبارک پھیر کر فرمایا، کیا اچھا ہے۔ اسی وقت ایک اعرابی آگیا اور اس نے عرض کیا، آپ اسے مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے اس کو عطا فرما دیا۔

روایت ہے کہ ایک بوڑھی ایک جبہ تیار کر کے لائی اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے اس کو زیب تن فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا یہ مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور اس کو اتار کر اس کے پاس بھیجدیا۔

صحابہؓ نے اس آدمی سے کہا تم نے کیوں مانگا۔ حالانکہ تم جانتے ہو، حضور کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس نے کہا اس کا میں کفن بناؤں گا۔ یہ سائل حضرت سعد بن ذفاصؓ تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ حضور موٹا لباس پہنا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے دو موٹی چادریں باہر بھیجیں اور فرمایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا ہے۔

انگشتری آپ کے پاس چاندی کی ایک انگوٹھی تھی جس کو آپ کبھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں اور کبھی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے۔ ائمہ حنفیہ کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا اولیٰ ہے اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک بائیں ہاتھ میں پہننا اولیٰ ہے۔ اور آپ انگوٹھی کو اس طرح پہنا کرتے تھے کہ اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا۔ اور کبھی آپ اس پر سوت باندھ کر گھر سے باہر تشریف لاتے اور یہ کسی یادداشت کے طور پر کرتے تھے۔ انگوٹھی کے بارے میں تفصیل ۶ھ کے حالات میں گذر چکی ہے۔

آپ کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہی اور ان کے بعد حضرت عمرضؓ کے پاس اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے پاس چھ سال گذرنے کے بعد یہ انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے یا ان کے غلام کے ہاتھ سے بیراریس میں گر گئی۔ ہر چند پانی نکالا گیا مگر ہاتھ نہ آئی۔ کہتے ہیں اسی وجہ سے لوگوں کو حضرت عثمان سے نفرت ہوگئی تھی اور فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کے پاس ایک دوسری انگوٹھی تھی جس کا نگینہ حبشی (عقیق) تھا۔ واللہ اعلم

خفین آپ کے خفین سیاہ رنگ کے تھے۔ اس کو شاہ نجاشی نے پیراہن، چادر اور پاجامہ کے ساتھ ہدیۃً آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

نعلین مبارک آپ کے جوتے گائے کے دباغت شدہ چمڑے کے تھے۔ اس میں چمڑے کے تسمے لگے ہوئے تھے۔ ان کی نقل اس جگہ پیش کی جا رہی ہے۔ اس کی تمثال خواجہ ابو نصر پارسا نے بنائی تھی۔ آپ کے نعلین کے تلے کے چند پرت تھے جو سلے ہوئے تھے۔ یہ تمثال ثابت شدہ ہے اور سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے اور کتاب تصحیح المصابیح میں ہے۔ اور اسی کتاب میں اس تمثال کے برکات بھی درج ہیں۔ لکھا ہے کہ جو آدمی ہمیشہ ان کو اپنے پاس رکھے وہ خلق میں شرف قبولیت حاصل کرے گا اور حضور کی زیارت اس کو نصیب ہوگی یا خواب میں دیکھے گا۔ یہ تمثال

جس لشکر میں بھی ہوگی اُس کو کامیابی ہوگی اور جس قافلہ میں ہوگی اس میں لوٹ نہ پڑے گی۔ اور جس سامان میں رکھی ہوگی اس کی چوری نہ ہوگی اور جس کشتی میں ہوگی وہ غرق نہ ہوگی اور جب بھی ان جوتوں کو وسیلہ بنایا جائیگا وہ حاجت پوری ہوگی اور کشادگی نصیب ہوگی۔[۱]

طعام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کھانے میں تکلف کی نہ تھی جو میسر ہوتا تناول فرماتے شروع میں بسم اللہ پڑھتے اور صحابہؓ کو اس کی ترغیب دیتے تھے۔ اور فرماتے اگر کوئی بھول جائے اور بعد میں یاد آئے تو پڑھے "بسم اللہ اولہ وآخرہ" تین انگشت مبارک سے اپنے سامنے کا کھانا اُٹھاتے اور تناول فرماتے البتہ کھجور، چھوہارہ۔ اور وہ شوربہ جس میں کدو ہوتا، اس کو برتن میں سے جہاں سے چاہتے اٹھاتے اور تناول فرماتے۔ اور کبھی چوتھی انگشت سے بھی مدد لیتے۔ آپنے فرمایا دو انگلیوں سے شیطان کھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا، پلوتھہ مار کر اور تکیہ لگا کر کھانا متکبروں کا ہے۔ آپ دو زانو بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اور فرماتے میں بندہ ہوں، بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔ آپ کبھی دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پر بیٹھ جاتے اور کبھی اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے[۲]۔ آپ نے تنہا کبھی نہیں کھایا مگر نادراً آپ نے ارشاد فرمایا ہے برا آدمی وہ ہے جو تنہا کھانا کھاتا ہے۔ کھانا آپ دسترخوان پر رکھ کر اور کبھی زمین پر رکھ کر کھاتے تھے۔

اور جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو یہ دعا پڑھتے۔

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ
غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا

کبھی یہ ارشاد فرماتے:۔

---

۱ تمثال زاد السعید میں حضرت تھانویؒ نے بھی نقل کی ہے۔ اردو کا ایک چھوٹا رسالہ اس میں دیکھ لیا جائے۔

۲ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دو زانو بیٹھ کر ایک ہاتھ پر ٹیک لگا لیتے ہیں یہ حالت بھی غیر مسنون اور مکروہ ہے۔ احیاء العلوم صفحہ ۲

اور کبھی یہ ارشاد فرماتے۔

الحمد للہ الذی من علینا وھدانا والذی
اشبعنا وارونا وکل الاحسان آتانا

اور جب کسی کے یہاں کھانا تناول فرماتے اس کے لئے دعا کرتے اور فرماتے

اللھم بارک لھم فیما رزقتھم واغفرلھم وارحمھم

اور کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوتے اور بعد میں بھی۔ اور اس کے بعد ہاتھوں کو چہرہ اور سر پر مل لیتے اور کبھی بازووں پر۔[1] اور ارشاد فرمایا برکت طعام اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور بعد میں بھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا:۔

الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہ ینفی اللمم[2] — وضو کھانے سے قبل فقر کو دور کرتی ہے اور بعد میں وساوس کو دور کرتی ہے۔

آپ نے بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کو منع فرمایا ہے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور کھانے سے فارغ ہو کر انگلیوں کو چاٹتے۔ پہلے سبابہ کو اور بعد میں انگوٹھے کو اور انگلیوں کو رومال سے صاف کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انگلیوں اور برتن کو چاٹو وہ برتن تمہارے لئے دعا کرے گا۔ کھاتے وقت باتیں نہ کرتے اور مہمانوں کو مکرر کہہ کر کھلاتے۔ آپ نے پایہ دار خوان (میز) پر کھانا کبھی نہیں کھایا۔ آپ نے چھنے ہوئے آٹے کی اور میدہ کی روٹی نہیں کھائی اور سوسمار اور ریلیہ کا گوشت۔ جلالہ کا گوشت، سیرز۔ پیاز، لہسن کبھی نہیں کھائے اور ان کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ان کو کھا کر ہمارے پاس نہ آئے اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔[3] اور یہ جو روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ آپ کا آخری کھانا پیاز تھا، یا تو یہ کہ علاجاً تھا یا بیان جواز کے لئے کھایا تھا اور یہ بھی ہے کہ پکی ہوئی پیاز میں سے بدبو کم ہو جاتی ہے

---

[1] پیر کے تلووں سے ملنا بھی بیان کیا جاتا ہے [2] احیاء العلوم از طبرانی ج ٢ [3] کیونکہ ان سے بدبو آتی ہے۔

یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا ہے "اگر کھانا ضروری ہو تو پکا کر کھاؤ۔ آپ نے دودھ اور مچھلی، دودھ اور ترش چیز، بھنی ہوئی اور پکی ہوئی، تازہ گوشت اور پکا گوشت، دودھ اور انڈا، دودھ اور گوشت، دو غذا ٹھنڈی اور دو غذا گرم، چیک دار اور قابض مسہل غذا اور قابض غذا، سخت غذا، اور نرم غذا کو جمع کر کے کبھی نہیں کھایا، بلکہ تھوڑے توقف کے بعد کھایا ہے تاکہ اس کی تیزی ختم ہو جائے۔ (ورنہ معدہ کے لئے مضر ہے اور ہضم میں بگاڑ ہوتا ہے)

آپ نے کبھی کسی مباح کھانے کی برائی نہیں بیان کی بلکہ اگر رغبت نہ ہوتی تو تناول نہ فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے دسترخوان پر سوسمار کا گوشت کھایا جا رہا تھا۔ آپ نے منع نہیں فرمایا۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا میں اس کو حرام نہیں کہتا ہوں بلکہ مجھے اس سے رغبت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ آپ کے دسترخوان پر سوسمار کا گوشت تھا، فرمایا، ایک امت کی شکل ایسی ہی مسخ کر دی گئی ہے۔

آپ بہت تھوڑا کھانا تناول فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، زیادہ کھانا نحوست ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوؤ، دل مردہ ہو جاتا ہے[1] آپ کی روٹی بے چھنے جَو کے آٹے کی ہوتی تھی اس کی بھوسی پھونک مار کر اڑا دی جاتی تھی۔ آپ کے نزدیک محبوب کھانا گوشت تھا۔ آپ نے فرمایا اس سے سماعت تیز ہوتی ہے۔ گوشت پنجہ کا آپ کو پسند تھا۔ بکرے کے گوشت کی بھی تعریف فرمائی ہے آپ نے بکری کی کلیجی بھنوا کر تناول فرمائی ہے۔ کبھی آپ گوشت میں ثرید بنوا لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہے گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ بلکہ دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ۔ چھری سے کھانا عجمیوں کی عادت ہے علماء نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ نے گوشت پہلو کے کباب بنوا کر بھی کھائے ہیں۔ آپ نے سرکہ کے بارے میں ارشاد فرمایا، یہ اچھا سالن ہے۔ آپ کو شہد اور میٹھی چیز پسند تھی۔ شہد اور چھوہارے کا نام آپ نے "اطیب" رکھا تھا۔ آپ نے دو وقت کھانا نہیں کھایا۔ ہاں ایسا ہوتا کہ ایک کھانا اور ایک چھوہارہ تناول فرماتے۔ آپ نے فرمایا جس گھر میں چھوہارے ہوں وہ گھر بھوکا نہیں ہوتا

---

[1] طبی اعتبار سے پژمردہ کا مرض بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کی کھجوروں کی بہت تعریف کی ہے اور جب کھجور تناول فرماتے تو انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کی پشت پر رکھ کر منھ میں ڈالتے۔ اور ایسا کرتے کہ کھجوروں کو بائیں ہاتھ میں رکھ کر ملاتے اور اس کے بعد دائیں ہاتھ پر رکھ کر کھاتے کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی بکری آپ کے بائیں ہاتھ سے کھجور کھا لیتی اور آپ دائیں ہاتھ سے کھا لیتے۔ اور کبھی پرانا چھوہارہ کہ اس میں کیڑے ہو جاتے آپ اس کو صاف کرکے تناول فرماتے کبھی جو کی روٹی کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے۔ اور فرماتے، میں کھجور کی جڑ (اصل) کھا رہا ہوں لوکی بہت پسند تھی۔ فرمایا یہ میرے بھائی حضرت یونسؑ کے درخت کا پھل ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، لوکی سالن میں زیادہ ڈالا کرو کیونکہ یہ قلب کے لئے مفید ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ زیادہ کھاتے ہیں، اس سے کیا فائدہ ہے؟ ارشاد فرمایا، دماغ کو نافع ہے عقل زیادہ کرتا ہے

اور جس سالن میں فلفل سیاہ اور گرم مصالحہ ہوتا آپ اس کو بہت پسند فرماتے۔ اُس ہانڈی کو بھی چاٹ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے فالودہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ اس کو کھا کر بہت خوش ہوئے اور دریافت کیا، کیا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے اس کے اجزاء اور پکانے کی ترکیب بیان کی۔ کبھی آپ روغن سے روٹی کھا لیتے تھے۔ آپ نے ککڑی اور تربوز بھی تناول فرمایا ہے، اور خربوزے کو کھجور کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ تربوز بھی کبھی روٹی سے کھا لیتے تھے۔ محبوب ترین پھل آپ کے نزدیک تربوز اور انگور تھا۔ خوشہ انگور کو منھ میں رکھ لیتے اور اس کے بیج گرا دیتے تھے۔ ککڑی کو نمک سے کھایا کرتے تھے۔ نمک کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ سید الادام ہے جب کوئی نیا پھل خدمت میں پیش کرتا تو یہ پڑھتے۔

اللھم بارک لنا فیہ وصدنا وصاعنا واجعل
مع البرکۃ برکۃ"

اور کسی چھوٹے بچے کو دیتے تھے۔ اور جب کوئی دودھ پیش کرتا تو یہ دعا پڑھتے۔

اللھم بارک لنا فیہ وابدلنا ما ھو خیر منہ

دودھ آپ کو دودھ بہت پسند تھا، کبھی دودھ پی کر کلّی فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے اس میں چکناہٹ ہے۔ اور جب پانی پیتے تو تین سانس لیتے۔ اور شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہتے۔ اور آپ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے"۔ اور روزانہ ایک پیالہ شہد کا شربت پیا کرتے تھے۔ اور کبھی جو یا گندم کا ستّو پانی ملا کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ اور چونکہ مدینہ منورہ کا پانی کھاری تھا۔ اس وجہ سے اس پانی میں چھوہارہ ڈال لیتے تاکہ اس کا کھاری پن دور ہو جائے۔ اور اکثر بیٹھ کر پانی پیتے اور کبھی کھڑے ہو کر بھی۔ اگر آپ کسی مجلس میں ہوتے اور کوئی پینے کی چیز پیش کی جاتی تو پہلے دوسروں کو پلاتے۔ صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ساقی القوم آخرھم شربا — قوم کا ساقی ان کے آخر میں ہوتا ہے۔

اور اگر کبھی پہلے نوش فرماتے تو بعد میں اُس کو مرحمت فرماتے، جو آپ کے دائیں جانب ہوتا۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پانی ملا کر پیش کیا گیا۔ آپ نے نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کے دائیں جانب ایک اعرابی اور بائیں جانب حضرت ابوبکر تھے آپ نے وہ پیالہ اعرابی کو دیا اور فرمایا دائیں جانب کو فوقیت حاصل ہے۔

آپ مشک کے منہ سے بھی پانی پی لیا کرتے تھے۔ کبشہ انصاریہؓ کہتی ہیں۔ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر مشک سے منھ لگا کر پانی پیا۔ میں نے اس کے منھ کو تبرکاً کاٹ کر رکھ لیا۔ آپ کے لئے پرانی مشک یا سہ پایہ میں پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔ ایک چشمہ جو مدینہ سے دو روز کی مسافت پر ہے وہاں کا پانی ٹھنڈا اور شیریں ہوتا ہے۔ آپ کے لئے لایا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا رات کو برتنوں کو ڈھک دیا کرو۔ اگرچہ لکڑی ہی سے کیوں نہ ہو

سفر میں عادت اکثر آپ پنجشنبہ کو سفر میں جاتے اور کبھی پیر کو اور کبھی ہفتہ کے دن بھی اور جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اللّٰھم انتشرت والیک توجہت وبک اعتصمت
وعلیک توکلت اللّٰھم اکفنی ما اھمنی وما لا اھتم

اکفنی وما انت اعلم بہ منی عز جارک جل
ثناءک ولا الٰہ غیرک اللّٰھم زودنی التقویٰ
واغفرلی ذنوبی وجہنی لیغیر اینما توجہت

اور اس کے علاوہ دوسری دعائیں بھی منقول ہیں۔ اور جب سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ تکبیر کہتے۔ اور اس کے بعد یہ آیت پڑھتے۔

سُبحان الذی سخر لنا ھذا وما کُنّا لہ مقرنین
وانا الی ربنا لمنقلبون

اور اس کے علاوہ بھی دعا منقول ہے۔ اور جب بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے۔ اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کرتے اور جب بلندی پر چڑھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اللّٰھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد
علی کل حالٍ۔

اور حالت سفر میں جب کہیں پڑاو کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔

یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک
وشر ما فیک وشر ما خلق فیک وشرّ ما
دبّ علیک واعوذ باللہ من شر کل اسدٍ و
اسود وحیۃٍ وعقرب ومن شر ساکن
البلد ومن شر والد وما ولد

اور حالت سفر میں جب صبح ہوتی تو یہ دعا پڑھتے۔

سمع سامع بحمد اللہ وحسن بلاءہ علینا ربنا
افضل علینا عائذاً باللہ من النار

اور جب فراخی کے دنوں میں سفر کرتے تو جانوروں کو گھاس دانا خوب کھلاتے اور جب خشک سالی ہوتی تو سفر میں جلدی کرتے تاکہ جانوروں کے کمزور ہونے سے قبل مقصد تک پہونچ جائیں اور جب سفر میں رات کو آرام کے لئے اترتے تو راستہ سے علیحدہ دور ہو کر آرام

فرماتے۔ آپ نے فرمایا راستہ درندوں وغیرہ کی گذرگاہ ہے اس سے دور رہو اور تنہا سفر کرنے سے منع فرماتے۔ ایسے ہی عورتوں کو بلا محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جس قافلہ میں کتا یا جرس ہوتا ہے فرشتے اُس کے ساتھ نہیں ہوتے ہیں۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا سفر عذاب کا نمونہ ہے، اس میں راحت اور آرام ختم ہو جاتا ہے۔

غزوات اور دیگر اسفار میں رفقار سفر کے پیچھے چلا کرتے تھے، اور کبھی بعد میں سوار ہوتے اور رفقار کے لئے دعار خیر کرتے تھے۔ جب سفر سے واپس آتے تو یہ دعا پڑھتے

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون

اور جب شہر میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

توبًا توبًا لربنا اوبًا لا یغادر علینا حوبًا

جو صحابہ شہر میں ہوتے وہ آپ کے استقبال کے لئے باہر آجاتے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن جعفر باہر آئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سوار کرلیا۔ پھر حسنؓ اور حسینؓ آئے ان کو بھی سوار کرلیا، اس طرح تین آدمی ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے آپ شہر میں ہمیشہ چاشت کے وقت داخل ہوا کرتے تھے اور صحابہؓ کو بھی رات کو آنے کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اور جب تشریف لاتے کوئی اونٹ یا گائے ذبح کرکے پکواتے اور آنے والوں کی اس سے ضیافت کرتے تھے۔ اول مسجد میں داخل ہوتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے اور بیٹھ جاتے۔ آپ نے فرمایا رات میں سفر کیا کرو، رات میں زیادہ مسافت طے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا سفر میں کم از کم تین آدمی ہونے چاہئیں جن میں ایک رہبر ہو۔

ازواج کے ساتھ آپ کی معاشرت اپنی ازواج کے ساتھ سب سے بہتر تھی آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلہ

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ بہتر ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ تم میں سب سے بہتر ہوں

ثابت ہے کہ کبھی کبھی حضرت عائشہ جس پیالہ سے پانی پیتیں، آپ ان کے ہاتھ سے لیکر اسی جگہ سے پیتے تھے۔ اور جب وہ بوٹی کھاتیں تو ان کے ہاتھ سے لیکر اسی جگہ سے کھاتے۔ حالت حیض میں حضرت عائشہ رض کی آغوش میں بیٹھ جاتے۔ اور قرآن پاک تلاوت فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رض کے ساتھ دوڑ لگائی، اور حضرت عائشہ رض سے آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ حضرت عائشہ رض آگے ہو گئیں۔ تو فرمایا، یہ وہ ہے

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی سخت بات ہوگئی۔ آپ نے فرمایا، اچھا کسی کو حکم بنالو! فرمایا، ابو عبیدہ رض کو حکم بنالو! میں نے کہا وہ نرم مزاج ہیں۔ فرمایا، عمر رض کو بنالو! میں نے کہا ان سے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا شیطان بھی ان سے ڈرتا ہے۔ فرمایا، اچھا ابو بکر کو حکم بنالو! میں راضی ہوگئی۔ حضرت ابو بکر رض کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ آپ ہم دونوں کے درمیان حکم ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انصاف فرمایئے گا۔ حضرت ابو بکر رض نے یہ سنکر میرے چپت مارا کہ ناک سے خون جاری ہونے لگا۔ اور فرمایا، رسول اللہ کے بارے میں ایسا کہتی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہم نے آپ کو حکم بنانے کے لئے بلایا تھا، چپت مارنے کے لئے نہیں۔ اور خون اپنی چادر سے صاف کیا۔ روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رض کو غصہ آتا تو آپ ان کے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھ دیتے تھے اور فرماتے۔

اللھم اغفر ذنبھا واذھب	الٰہی اس کے گناہ معاف کردے اسکے دل کا غصہ
غیظ قلبھا واعذھا من الفتن	ختم کردے اور اس کو فتنوں سے پناہ میں رکھ

بعد نماز عصر تمام ازواج کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور خیریت دریافت کرتے اور جب رات ہوتی تو باری والی زوجہ کے یہاں جاتے اور سب میں برابری کی رعایت رکھتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اللّٰھُمَّ ھذا قسمی فیما املك	الٰہی یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں
فلا تلمنی فیما لا املك	اور جس کا میں مالک نہیں ہوں اُس پر مجھے ملامت نہ کرنا

اس سے مراد محبت اور مجامعت ہے۔ کبھی اول شب میں موافقت کرتے اور غسل کر کے

سو جاتے اور کبھی وضو کرکے سو جاتے۔ اور آخر شب میں غسل کرتے۔ کبھی ایک ہی شب میں تمام ازواج کے پاس ہو آتے اور ہر دفعہ غسل کرتے۔ آپ سے دریافت کیا گیا، آپ نے ایک غسل پر کیوں نہیں اکتفا کیا۔ فرمایا، یہ اطیب اور اطہر ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں جب اپنی کسی زوجہ کے پاس جاتے تو کپڑا پہنتے اور فرماتے علیک بالسکینۃ۔ روایت ہے کہ آپ کو بقدر تیس جوان مردوں کی قوت حاصل تھی، لیکن آپ نے نو ازواج پر اکتفا کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

حبب الی من دینا کم النساء والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلوۃ

تمہاری دنیا کی چیزوں میں دو چیز مجھے محبوب ہیں۔ عورت اور خوشبو اور نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے۔

اصحاب کے ساتھ

آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ نہایت تواضع سے پیش آتے اور خشیت کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ آپ اکثر اکڑوں اور ہاتھوں کو زانوں سے لپیٹ کر بیٹھا کرتے تھے۔ اور کبھی کسی چیز پر تکیہ بھی لگا لیتے تھے، دوسروں کی طرف پیر نہ پھیلاتے تھے۔ اور اس طرح بات کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی آپ کے کلمات شمار کرنا چاہے تو کر سکتا تھا چبا کر بات نہیں کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر خاموش رہتے تھے۔ بقدر ضرورت بولتے۔ زیادہ بولنے والے اور طول کلام سے احتراز کرتے تھے۔ آپ کا کلام جامع اور پر از حکمت ہوتا تھا۔ کبھی ایک بات کو تین تین بار فرماتے تاکہ یاد ہو جائے بات کرتے وقت پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور کبھی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے بطن پر مارتے۔ اگر امر تعجب ہوتا تو صرف ہاتھ کی ہتھیلی کو بدلتے غصہ کی حالت میں دائیں ہاتھ کو داڑھی پر رکھ لیتے۔ جب بات کرتے تو سب حاضرین خاموش ہو جاتے آپ کا ہنسنا صرف مسکراہٹ تھا، اور اگر زیادہ ہنسی آتی تو صرف دندان مبارک ظاہر ہو جاتے۔ آپ کا رونا اسقدر تھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور بس۔ اور سینۂ اقدس سے ہانڈی کے مانند جوش کی طرح آواز آتی۔ آپ کی قسم یہ تھی والذی نفسی بیدہٖ اور کبھی لا و مقلب القلوب اور کبھی لا و استغفر اللہ فرماتے، اور

اور جب مجلس سے اُٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ

الا انت استغفرک واتوب الیک

آپ نے اسکو کفارہ مجلس فرمایا ہے۔ آپ اکثر امور میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے زیادہ کوئی مشورہ نہیں کرتا تھا۔ چند کلمات فارسیہ بھی آپ کی زبان پر جاری ہوئے ہیں آپ کی مجلس میں اشعار بھی پڑھ دیئے جاتے تھے، اور آپ ان کو سنا کرتے تھے۔ اور طلب زیادتی بھی فرماتے کبھی کبھی آپ کی مجلس میں سو اشعار تک پڑھے گئے ہیں لیکن آپ خود شعر نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی رجزیہ بیت آپکی زبان پر جاری ہو جاتی۔ ایک مرتبہ ایک مصرعہ آپ نے پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا، سب سے زیادہ سچی بات لبید کی ہے جو اس نے کہا ہے۔

الا کل شی ما خلا اللہ باطلُ

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ کے نزدیک دشمن ترین کلام وہ شعر تھا جس میں تمثیل بیان کی گئی ہے۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا

ویاتیک الاخبار من لم تزود

آپ نے اس کی اصلاح اس طرح فرمائی ہے

ویاتیک من لم تزود بالاخبار

جب حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا یہ مصرعہ اس طرح نہیں ہے تو آپ نے فرمایا میں شاعر نہیں ہوں، اور کبھی کبھی شعر کا آخری مصرعہ پڑھ دیا کرتے تھے۔

مزاح اور لطائف آپ کبھی کبھی اپنی ازواج سے قصہ خرافہ اور قصہ ام زرع جو حدیث کی کتابوں میں مشہور ہے بیان کر دیا کرتے تھے لیکن آپ کا مزاح سچ پر مبنی ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرات صحابہ رض نے عرض کیا تو فرمایا میں سچ بات ہی کہتا ہوں۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ام اللہ تعالیٰ

سچے مزاح پر مواخذہ نہ کریگا۔ اور یہ جو حدیث میں موجود ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی سے مزاح نہ کرو۔ یہ افراط پر محمول ہے لیکن جو مزاح خرافات سے پاک ہو وہ مستحب ہے۔ امام غزالی نے احیاء علوم میں فرمایا ہے جملہ غلطیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی مزاح کو پیشہ بنالے اور اس میں کثرت کرے اور فعل رسول سے استدلال کرے اور یہ بھی غلطی ہے کہ استدلال کرے کہ آپ نے حضرت عائشہ رض کو عید کے دن تماشہ دکھلایا ہے ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ صغیرہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ ہوتا ہے۔ بہرحال آپ کے مزاح کا نمونہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت انس رض سے فرمایا۔

یا ذالاذنین — اے دو کان والے

ایک عورت حضور کی خدمت میں آئی اور عرض کیا میرے شوہر نے آپ سے کیا کہا ہے؟ فرمایا تیرا شوہر کون ہے؟ آیا وہ ہے جس کی آنکھ میں سپیدی ہے۔ عرض کیا اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ اس کی آنکھ میں سفیدی ہے یعنی حلقہ چشم کی سفیدی۔

حضرت انس رض کے چھوٹے بھائی کے پاس ایک پرندہ تھا وہ اس سے کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا "یا عمیر ما فعل النغیر۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے ایک اونٹ طلب کیا آپ نے فرمایا میں تجھے اونٹ کا بچہ دوں گا اس نے کہا میں بچہ کا کیا کروں گا، آپ نے فرمایا ہر اونٹ، اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ صفیہ رض بنت عبد المطلب حضور کی خدمت میں آئیں، حالانکہ وہ بوڑھی ہو چکی تھیں۔ عرض کیا میرے لئے بہشت کی دعا فرمائیے! فرمایا، اس بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہ داخل ہوگی۔ وہ رونے لگیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:-

انا انشانا ھن انشاء فجعلنا ھن ابکاراً — ہم اٹھائیں گے ان کو اٹھانا پس کردیں گے ان کو باکرہ۔

ایک دیہاتی آدمی تھے جن کا نام زاہر رض تھا۔ وہ مدینہ منورہ آیا کرتے تھے اور حضور کے لئے خشکی ادویہ اور چیزیں لایا کرتے تھے۔ حضور کو ان سے قلبی تعلق تھا۔ حالانکہ وہ بدشکل تھے ایک دن وہ بازار میں اپنا سامان بیچ رہے تھے آپ نے پیچھے سے جا کر دبا لیا انھوں نے

نہ جانا کون ہیں جب اندازہ ہو گیا تو اپنی کمر کو سینہ اقدس سے چمٹا دیا۔ آپ نے فرمایا، کون ہے جو اس بندہ کو خریدے؟ عرض کیا۔ حضور میں بہت کھوٹا سودا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹا نہیں ہے۔

جب حضرت حسنؓ بچہ تھے آپ ان کو کھلایا کرتے۔ زبان مبارک باہر نکال لیتے۔ وہ آپ کی زبان المبارک دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ آپ کو بھی اس سے مسرت ہوتی۔

حضرت خوات بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرالظہران میں پڑاؤ کیا۔ میں کسی ضرورت سے اپنے خیمے سے باہر آیا۔ اور دیکھا کہ چند حسین عورتیں آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ میں واپس ہوا، اور اپنا حلّہ پہن کر ان کے پاس آ بیٹھا۔ اتنے ہی میں حضور اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ ابو عبداللہؓ یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ میں ڈر گیا۔ عرض کیا، حضو میرا اونٹ بہت بھگوڑا ہے اور کودتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو کس طرح قید میں کروں؟ آپ چلے گئے میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے میری طرف اپنی چادر ڈال دی۔ اور خود قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب فارغ ہو کر آئے تو فرمایا ”السلام علیک یا ابا عبداللہ، تمہارا شتر نفور کیا ہوا؟ میں شرمندہ ہوا۔ آپ مدینہ منورہ تک یہی کہتے آئے میں نے اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں آپ کسی سے نہ کہہ دیں، مسجد میں حاضر ہونا ترک کر دیا تلاش میں رہا کہ کب حضور سے تنہائی میں بات چیت کروں؟ ایک دن میں گیا اور نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ اتنے ہی میں آپ باہر سے تشریف لائے اور دو خفیف رکعتیں پڑھ کر میرے انتظار میں بیٹھ گئے۔ میں نے نماز کو طویل کر دیا تا کہ انتظار کے بعد آپ چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ابو عبداللہ! تم کتنی لمبی نماز کر دو میں اُٹھنے والا نہیں ہوں۔ جب میں نے سلام پھیر دیا تو آپ نے فرمایا۔ یا ابو عبداللہ السلام علیک تیرا بھگوڑا اونٹ کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جس دن سے میں مسلمان ہوا ہوں وہ اس دن سے نہیں بھاگا اس کے بعد آپ نے یہ کہنا ترک کر دیا۔

روایت ہے کہ ضحاکؓ بن سفیان کلابیؓ ایک بدصورت صحابی تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ آپ کے پاس تھیں۔ یہ واقعہ نزول

حجاب سے پہلے ہے۔ عرض کیا، میرے پاس دو بیویاں ہیں۔ دونوں ان (عائشہ رض) سے زیادہ حسین ہیں۔ ایک کو میں چھوڑے دیتا ہوں، آپ قبول فرمائیں۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا۔ وہ زیادہ حسین ہے یا تو زیادہ حسین ہے۔ عرض کیا میں زیادہ حسین ہوں۔ حضور نے حضرت عائشہ رض کے سوال سے تبسم فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت صہیب رض کی آنکھ دُکھ رہی تھی۔ اور وہ کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، آنکھ دُکھ رہی ہے اور تم کھجور کھا رہے ہو۔ عرض کیا، دوسری جانب سے دیکھ کر کھا رہا ہوں۔ آپ مسکرا دیئے ؎

مدینہ منورہ میں ایک انصاری رض تھے۔ ان کا نام نعمان تھا بہت مزاح کرنے والے تھے لیکن شراب بھی بہت پیتے تھے (غالباً حرمت شراب سے قبل) صحابہ رض ان کو پکڑ کر لائے حضور نے بھی اپنے جوتوں سے خوب مارا، اور دوسروں سے بھی پٹوایا۔ ایک دن لوگوں نے اس سے کہا، تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ آپ نے منع فرمایا، ایسا نہ کہو، وہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔ بہر حال نعمان کی یہ عادت تھی، جب مدینہ میں کوئی قافلہ آتا، تو اس سے بڑھیا سے بڑھیا چیز خرید کر حضور کی خدمت میں لاتے اور عرض کرتے یہ آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس سامان کا مالک ان سے قیمت مانگتا تو آپ کے پاس مالک کو لے آتے فرمایا، بھائی! یہ تو تم نے بطور ھدیہ دیا ہے، وہ عرض کرتے حضور میں اس کا مالک نہیں ہوں لیکن چاہتا یہ ہوں کہ ہر بڑھیا چیز آپ کو ملے۔ آپ اس چیز کو واپس کر دیتے تھے۔

تجمل شان آپ کی عادت شریفہ تھی کہ سر اور داڑھی میں خود ہی کنگھا کیا کرتے تھے لیکن روزانہ نہیں کرتے تھے سر میں تیل بھی لگایا کرتے تھے۔ لبوں کے بال تراشا کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

جزوا الشوارب وارخوا	مونچھیں تراشو داڑھی بڑھاؤ
للحی خالفوا المجوس	مجوس کے خلاف کرو

ہر جمعہ کو لبوں کے بال تراشا کرتے اور ناخن کاٹا کرتے تھے۔ داہنے ہاتھ سے وضو کرتے

ا؎ افضل طریقہ یہی ہے کہ جمعہ کی نماز سے قبل ان چیزوں کا اہتمام کیا جائے۔ امام غزالی نے تحریر فرمایا ہے (باقی ۲۵۶)

اور کھانا تناول فرماتے۔ اور اسی سے شانہ
.. ..
اور مسواک کرتے۔ اور سرمہ لگاتے اور بائیں ہاتھ سے استنجا وغیرہ کرتے تھے۔ جب کسی سے کوئی چیز لیتے دائیں ہاتھ سے لیتے۔ اور جب کسی کو کوئی چیز دیتے تو دائیں ہاتھ سے دیتے تھے اور اصفہانی سرمہ دائیں آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں تین سلائی۔ اور کبھی دائیں آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں دو سلائی لگاتے ہر سفر میں شانہ، مسواک، سرمہ دانی اور خوشبو، قینچی، تیل کی ڈبیہ ہمراہ رکھتے تھے اور حضر میں جہاں شب باشی فرماتے وہاں یہ چیزیں ہوتیں۔

آپ نے بناؤ سنگھار اور داڑھی میں سے سفید بال اکھاڑنے سے منع فرمایا ہے۔ روایت ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال سفید تھے۔ آپ نے درد سر کے لئے کبھی سر پر مہندی کا خضاب بھی لگایا ہے۔

آپ نے نورہ کا استعمال کیا ہے۔ اور آپ کی ازواج نے بھی نورہ کا استعمال کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے نورہ کا استعمال نہیں کیا۔ بلکہ عانہ کے بالوں کو تراش دیا کرتے تھے آپ کبھی حمام میں تشریف نہیں لے گئے۔ اور بعض علمائے حنفیہ کی کتابوں میں ہے کہ مکہ میں حمام النبی کے نام سے ایک حمام ہے ہو سکتا ہے کہ آپ نے غسل کیا ہو۔ اور لوگوں نے اس جگہ حمام بنالیا ہو۔

نیک فال آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اچھے کلمات سے فال نیک لیا کرتے تھے۔ آپ نے بدفالی لینے کو منع فرمایا ہے۔ آپ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے مثلاً عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔ آپ نے فرمایا سب سے برا نام ملک الملوک۔ یہ نام خدا ہی کے لئے لائق ہے۔ آپ برے نام بدل کر اچھا نام رکھ دیا کرتے تھے۔

عقیقہ آپ نے عقیقہ کا امر فرمایا ہے۔ لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری فرمایا کہ ساتویں دن عقیقہ کیا کرو۔ اور بچہ کا نام رکھ دیا کرو۔ آپ نے حضرت

باقی مضمون صفحہ ۳۵۵ کا۔ ناخن دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کیے جائے اور آخر میں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کیے جائے (عالمگیری)

حسن اور حضرت حسین رض کا عقیقہ کیا ہے۔ روایت ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک بکری
ذبح کی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ دو بکریاں ذبح کیں۔ لوگ اپنے بچوں کو آپ کی خ
میں لاتے۔ آپ چھوہارہ چبا کر لعاب دہن اس کے تالو کو لگا دیتے تھے اور دعا برک

سلام وغیرہ

جب آپ کسی کے یہاں تشریف لے جاتے، تو دروازے کے بائیں جان
یا دائیں جانب کھڑے ہو جاتے اور اجازت " السلام علیکم السلام علیکم "
سے طلب فرماتے۔ جب گھر والا باہر آتا تو آپ فوراً سلام کرتے۔ آپ نے فرمایا جو بغیر سلا
کے اجازت طلب کرے اسکو اجازت نہ دو۔ کلدہ بن جنبل رض ... ... روایت کرت
ہیں کہ صفوان بن امیہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا، اور ایک ہرنی کا بچہ کچھ دودھ کچھ لکڑ
بطور تحفہ بھیجیں اس وقت آپ وادی کی بلندی پر تھے میں بلا سلام اور اجازت کے حا
ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم، اور اجازت طلب کرو۔ آپ نے
ارشاد فرمایا ہے :۔

السلام قبل الکلام ولا — سلام کلام سے پہلے ہے اور جو سلام

تدعوا احداً الی طعام حتی یسلم — نہ کرے اُس کو کھانے کے لئے نہ کہو۔

اور دوسری روایت میں سوال سے پہلے سلام ہے جو سلام نہ کرے اس کا سوال پورا نہ کر
ایک آدمی دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ اور کہا، کیا داخل ہو سکتا ہوں؟ آپ نے کسی سے فرمایا
اس کو باہر نکالو اور اجازت طلب کرنا سکھاؤ، تاکہ کہے۔ السلام علیکم، کیا میں داخل ہو سکتا ہو
جب ایسا ہی کیا گیا، تب داخل ہونے کی اجازت دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی بلا
کے لئے کسی کو بھیجے تو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قاصد ہی اجازت کا قائمقام ہے

صحیح سند سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا۔ جا
فرشتوں کو سلام کرو! جو وہ جواب دیں وہی تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ آدم علیہ السلام
جا کر کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کو ابتدا سلام میں علیک السلام کہنا ناپسند تھا آپ
فرمایا۔ جب تک ایمان نہ لائے گا جنت میں داخل نہ ہوگا اور ایماندار نہ ہوگا۔ جب تک
ایک دوسرے سے دوستی نہ رکھے گا۔ میں تم کو ایسی چیز بتلاتا ہوں جو دوستی پر دلالت کرتی ہے

سلام کرنے سے دوستی ہوتی ہے۔

صحاح میں وارد ہے کہ بہترین خصلت سلام کرنا اور کھانا کھلانا ہے۔ آپ نے فرمایا چھوٹے کو بڑے کے لئے، قلیل کو کثیر کے لئے، گذرنے والے کو بیٹھے پر سلام کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ آپ مردوں کی جماعت کے پاس سے اور عورتوں کی جماعت کے پاس سے ہو کر گذرے۔ آپ نے دونوں کو سلام کیا۔" ایک مرتبہ ایسی مجلس پر سے گذرے جس میں مومن اور مشرک تھے۔ آپ نے سلام کیا۔ غرض کہ آپ سلام کرنے میں سبقت فرماتے تھے۔ آپ سلام کا جواب اتنی آواز سے دیتے کہ کرنے والا سن لیتا۔ صرف اشارے میں اکتفا نہ کرتے۔ اور اگر نماز میں ہوتے تو انگلی سے اشارہ کر دیتے تھے۔[1] اور جواب میں " وعلیک السلام فرماتے یعنی واو کو ذکر کرتے۔ جب رات کو گھر آتے تو اتنی آواز سے سلام کرتے کہ بیدار سن لیتے، اور سونے والے بیدار نہ ہوتے۔

مصافحہ جب دوستوں کے پاس جاتے تو مصافحہ کرتے۔ آپ نے فرمایا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی بخشے جاتے ہیں۔[2]

معانقہ جب کوئی باہر سے آتا تو آپ معانقہ کرتے۔ جب زید بن ثابت مکہ معظمہ سے آئے اور جعفر بن ابی طالب حبشہ سے آئے۔ آپ نے معانقہ کیا آپ نے ابوذر رضؓ سے بھی معانقہ کیا۔[3]

---

[1] واضح ہے کہ نماز کی حالت میں سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے۔ اگر دیا تو نماز فاسد ہوگی۔

[2] جمع الفوائد باب الاستیذان والتسلیم۔ ہمارے ملک میں عیدین کے موقعہ پر مصافحہ کرنے اور مبارکباد دینے کا دستور ہے بعض علماء نے اس کو بدعت قرار دیا ہے لیکن اس پر بدعت کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ یہ معاشرت کی ایک چیز ہے حاشیہ طحطاوی مراقی الفلاح میں اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور ملا علی قاری نے تذکرۃ الموضوعات میں، خوشی اور عیدین کے موقعہ پر جواز کے بارے میں مختلف آثار ذکر کئے ہیں۔ ج ۱ ۔

[3] ہمارے دیار میں عیدین کے موقعہ پر جو معانقہ کیا جاتا ہے، وہ درست نہیں ہے اور معاشرتی چیز مصافحہ سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔

چھینک آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب چھینک آتی تو آہستہ آواز سے چھینکتے اور آستین سے منہ کو ڈھانپ لیتے تھے۔ یا دونوں ہاتھوں سے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چھینکنے کو پسند کرتا ہے۔ اور جمائی لینے کو بُرا سمجھتا ہے جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے، اور جو سُنے وہ یرحمک اللہ کہے پھر چھینکنے والا یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہئے آپ نے ارشاد فرمایا۔

تین مرتبہ سے زیادہ جواب نہ دو وہ زکام ہے۔

آپ کا چلنا آپ کے چلنے میں حرکت کے ساتھ تھوڑی سی سرعت بھی تھی۔ آپ نہایت وقار کے ساتھ چلتے تھے۔ نہ اضطراب ہوتا اور نہ محض تیزی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

عباد الرحمٰن الذین یمشون	اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر
علی الارض ھونا	آہستگی سے چلتے ہیں۔

یعنی سکون اور وقار کے ساتھ، آپ کے پیروں کے نیچے زمین لپٹی چلی جاتی تھی یعنی مسافت جلد طے ہو جاتی تھی۔ جب صحابہ کے ساتھ چلتے تو ان کو آگے چلاتے اور خود پیچھے چلتے تھے کبھی جوتا پہن کر اور کبھی ننگے پیر چلتے۔ آپ گھوڑے پر زین کے ساتھ اور بلا زین کے بھی سوار ہوئے ہیں۔ اونٹ اور دراز گوش پر بھی سوار ہوئے ہیں۔ کبھی تنہا سوار ہو لیتے اور کبھی کسی کو ردیف بنا لیتے۔ کبھی آپ نے اپنی ازواج میں سے بھی کسی کو اپنے پیچھے سوار کیا ہے اکثر سواری اونٹ اور گھوڑے پر ہوتی تھی ٹھہرنے کے بارے میں زیادہ اہتمام نہ فرماتے بلکہ اسقدر کہ گرمی اور سردی سے بچاؤ ہو سکے۔ اور لوگوں کی آنکھوں سے آڑ ہو جائے۔

سونا اور بیدار ہونا آپ ہمیشہ باوضو سوتے۔ دن کے کپڑے اتار دیتے۔ اور رات کا لباس پہن لیتے تھے۔ دو ہاتھوں کو جمع کر کے ان پر سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے اور پورے جسم پر پھیرتے۔ داہنے ہاتھ کو تکیہ بناتے اور ہتھیلی کو داہنے رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اللھم باسمک اموت واحیٰی

اور یہ بھی روایت ہے "رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک" کبھی بستر پر، کبھی بوریہ پر اور کبھی خالی زمین پر سو جاتے۔ آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجوروں کے ریشہ بھرے ہوئے تھے۔

اگر آپ کوئی خواب دیکھتے، تو صحابہؓ سے بیان کر دیتے تھے اور تعبیر بھی بیان فرما دیتے۔ اور اگر کوئی دوسرا خواب دیکھتا تو اس کو سنتے اور اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ آپ نے فرمایا، اگر تم میں سے کوئی بُرا خواب دیکھے تو اس کو چاہیے کہ بائیں جانب کو تین دفعہ تھتکار دے اور استعاذہ کرے۔ اور اگر اچھا خواب دیکھے تو یا حبیبی یا لبیبی کہے۔ اور جب آپ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ البعث والنشور

آپ کسی حال میں بھی خدا کی یاد ترک نہ کرتے۔

خصائص النبی صلعم

ائمہ شافعیہ کی عادت ہے کہ وہ کتاب النکاح کے شروع میں آپ کے خصائص کو بیان کیا کرتے ہیں کیونکہ نکاح کے بارے میں آپ کے خصائص بہت زیادہ ہیں بعض مجتہدین کا کہنا ہے کہ حضور کے خصائص کے بارے میں کلام نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے معتد بہ فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن جمہور نے کہا ہے کہ ان کو بیان کرنا چاہیے۔ امام نووی نے اپنی بعض کتابوں میں ان کے جواز بلکہ استحباب کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ بعض جہلا کتابوں میں دیکھ کر عمل کر سکتے ہیں کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ یہ خصائص میں سے ہے۔ پس یہ بیان کرنا واجب ہے کہ یہ خصائص میں سے ہے تاکہ کوئی اس پر عمل نہ کر سکے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے بہت سے مخصوصات سے نوازا تھا ان کی چار قسم ہیں۔ واجبات ۔ محرمات ۔ مباحات ۔ فضائل ۔ فضائل کو اسی کتاب میں علیحدہ ذکر کر دیا گیا ہے بقیہ تین کو اختصار کے ساتھ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

واجبات

واجبات کی تخصیص میں حکمت خداوندی حصول درجات ہے۔ احادیث قدسیہ میں موجود ہے کہ :۔

لن یتقرب المتقربون بمثل اداء ما افترضت علیھم [1]

متقربین، فرائض کی ادائیگی سے زیادہ کسی میں تقرب حاصل نہیں کر سکے۔

بعض ائمہ نے کہا ہے کہ فرض کا ثواب نفل کے ثواب سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ اور یہ معنی حدیث سلمان فارسیؓ سے ماخوذ ہیں کہ آپ نے رمضان المبارک کی شان میں فرمایا ہے۔

جو آدمی اس میں کسی نیکی کے ذریعہ تقرب حاصل کرے وہ ایسے ہی ہے جیسا کہ فرض ادا کیا جس نے فرض ادا کیا وہ ایسا ہے جیسا کہ ستر فرض ادا کیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرض نفل سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ اسی قسم سے واجبات ہیں یعنی نماز وتر چاشت [2]، قربانی [3] اور اس کے لئے دلیل حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

تین چیزیں فرائض میں سے ہیں اور وہ تمہارے لئے نفل ہیں۔ قربانی، وتر، دو رکعت نماز چاشت

اور دوسری روایت میں رکعت الضحیٰ کی بجائے دو رکعت فجر کی ہیں۔ اور اس حدیث کو، امام احمد، بیہقی، دارقطنی، حاکم، ابن عدی نے روایات کیا ہے۔ اگرچہ وہ طرق ضعیف ہیں پس ان تین چیزوں کی خصوصیت احادیث ضعیفہ سے نہیں ثابت ہو سکتی۔ جبکہ احادیث قولیہ اور فعلیہ بھی اس کے معارض ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض معارض بسند ضعیف ہیں

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بعض مکتوبات میں وجہ بیان کی ہے کہ ادائیگی اوامر میں براہ راست وحی الٰہی سے تعلق قائم ہو جاتا ہے جس کی بنا پر زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے [2] چاشت کی نماز امت کے لئے واجب نہیں ہے۔ [3] قربانی امت پر واجب ہے نفل نہیں ہے لیکن آپ پر واجب تھی، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے اور امت پر صاحب نصاب ہونے کی حالت میں ہے۔

مثلاً حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

مجھے وتر اور صلوٰۃ ضحیٰ کا امر کیا گیا ہے، اگرچہ وہ میرے اوپر لازم نہیں ہیں۔

اور صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ وتر کو سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور یہ عدم وجوب کی علامت ہے۔ اور بعض صحابہؓ سے بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے نماز چاشت پڑھی۔ اور جب حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ نے نماز چاشت نہیں پڑھی مگر کبھی جب آپ سفر سے واپس آتے۔

وجوب وتر اور وجوب قربانی کے بارے میں ائمہ شافعیہ کا قول ہے کہ یہ حضور پر واجب تھے۔ اور ائمہ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ یہ اُمت پر بھی واجب ہیں۔ لیکن وجوب شافعیہ سے مراد فرض ہے اور وجوب حنفیہ سے مراد وہ ہے جس کا درجہ فرض سے کمتر ہے

۴ صلوٰۃ تہجد

چوتھی خصوصیت صلوٰۃ تہجد ہے۔ قرآن پاک میں ہے

ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک — رات کو تہجد ادا کیجئے یہ آپ کے لئے زائد ہے

یعنی فرض کے ثواب پر زیادہ ہے۔ بخلاف تہجد امت کہ وہ برائے نقصان ہے یعنی فرائض کی تکمیل کرنے والی ہے۔ آپ چونکہ معصوم تھے۔ اس لئے ان کے یہاں نقصان کا سوال ہی نہیں ہے اور ائمہ شافعیہ کا کہنا ہے کہ تہجد ابتداً واجب تھا۔ اور بعد میں اس کا وجوب آپ کے اوپر سے بھی منسوخ ہو گیا تھا۔ یہی تاویل حضرت عائشہؓ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔[1]

۵۔ مسواک

مسواک کرنا آپ پر واجب تھا۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں

ثلث علیّ فرائض وھن لکم سنۃ الوتر والسواک وقیام اللیل — میرے اوپر تین چیزیں واجب ہیں اور تمہارے لئے سنت ہیں۔ وتر، مسواک، اور نماز تہجد

اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سنن میں، خلافیات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تضعیف کی ہے لیکن ابو داود اور بیہقی نے سنن میں، ابن خذیمہ، ابن حبان، حاکم نے عبداللہ بن

[1] قاضی صاحب نے تفسیر مظہری میں تہجد کے عدم وجوب پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر یہ آپ پر واجب ہوتی تو نافلۃ لک کے بجائے نافلۃ علیک فرمایا جانا لازم ہے وجوب ثابت نہیں ہوتا ص ۲۶۸ ج ۵

خنظلہ کی حدیث روایت کی ہے کہ شروع میں آپ ہر نماز کے لئے وضو کرنے کے مامور تھے جب آپ پر دشواری ہوئی تو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا امر ہوا۔ اور وجوب وضو ساقط ہو گیا۔ لیکن امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے

مجھے مسواک کا امر کیا گیا۔ حتی کہ مجھے ڈر ہونے لگا

کہ کہیں میرے اوپر لازم نہ کر دی جائے۔

یہ حدیث عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا بعض ائمہ شافعیہ نے کہا ہے کہ مسواک آپ کے حق میں بھی مستحب تھی۔

۶۔ مشاورت اہم معاملات میں صاحب فہم و شعور حضرات سے مشورہ کرنا اس کے بارے میں ظاہر آیت یہ ہے

وشاورهم فی الامر — اور ان سے پیش آنیوالے امر میں مشورہ کیجئے

مفسرین کا اختلاف ہے کہ کس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ لینے کے مکلف تھے؛ بعض نے کہا ہے دشمن سے جنگ کرنے کے معاملات میں۔ اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ امور دنیا اور دین دونوں کے بارے میں مشورہ لینے کے مکلف تھے ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ان چیزوں کے بارے میں مشورہ لینے کے مکلف تھے جن کے بارے میں کوئی ہدایت خداوندی آپ کو نہ ہوتی تھی۔

۷۔ میت کا قرضہ اس میت کا قرضہ ادا کرنا جس نے کوئی چیز نہ چھوڑی ہو اس کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا

من توفی من المومنین	مومنین میں سے جس کی وفات ہوئی
فترك دينا فعلی قضاؤه	اور اس نے قرضہ چھوڑا۔ اس کی ادائیگی
ومن ترك مالا فلورثته	مجھ پر ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اسکے وارثوں کا ہے

اس میں اختلاف ہے کہ وہ قرضہ آپ اپنے ذاتی مال میں سے ادا کرتے تھے یا بیت المال میں سے۔ آخری قول کی بنا پر ہر بادشاہ پر واجب ہے کہ وہ بھی بیت المال سے

ادا کرے۔ واضح قول یہی ہے کہ واجب نہیں ہے۔

۸۔ مصابرہ | یعنی دشمن کے مقابلہ میں خواہ وہ کسی قدر ہو اور کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جم جانا۔ یہ آپ پر واجب تھا۔ اُمت پر واجب نہیں ہے

۹۔ منکر کو مٹانا | ہر منکر کو مٹانا، خواہ اس میں کتنے ہی خطرات کیوں نہ ہوں آپ پر واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے بارے میں فرمایا ہے۔

واللہ یعصمک من الناس — اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائیگا

زوجات کو اختیار دینا | اپنی زوجات مطہرات کو ...... اس بارے میں اختیار دینا کہ وہ یا تو آپ کو ..... اختیار کریں جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے۔

یا ایھا النبی قل لازواجک — اے نبی آپ اپنی ازواج سے فرمایئے
ان کنتن تردن الحیٰوۃ و — اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت
زینتھا الی قولہ اجرا عظیما — چاہتی ہو۔ الخ

جب انھوں نے حضور اور آخرت کو اختیار کر لیا تو حضور کے لیے ان زوجات کے علاوہ ان کی جگہ ازواج کو اختیار کرنا اور ان سے عقد کرنا حرام قرار دیدیا گیا

لا یحل لک النساء من بعد — اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال
ولا ان تبدل بھن من ازواج — نہیں اور نہ یہ کہ ان کے بدلہ کوئی زوجہ رکھیں

لیکن اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

انا احللنا لک ازواجک — ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ ازواج حلال کی
اللاتی اتیت اجورھن [1] — ہیں جن کا مہر آپ نے دیدیا ہے۔

---

[1] اس آیت کے بیان میں مصنف سے سہو ہوگیا ہے جو دعویٰ نسخ کردیا ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک آپ پر ادائیگی مہر واجب نہیں تھی اس آیت میں عادت شریفہ کا ذکر کیا ہے نہ کہ ادائیگی وجوب کا، کیونکہ اس آیت کے بعد جو آیت ہے خالصۃ لک من دون المؤمنین بھی یہی ثابت ہے۔ جمہور کا کہنا ہے کہ جیسا کہ اُمت کے حق میں چار زوجہ نصاب تھا آپ کے حق میں نو زوجہ نصاب تھا کیل۔ اکلیل ج ۵، ص ۲۳ ملخص

تخصیص محرمات میں

محرمات کی تخصیص میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ محرمات سے بچنے میں زیادہ اجر ہے بہ نسبت فعل مباح اور فعل مکروہ کے اسکے حرام منہیات میں ایسا ہی حکم رکھا ہے جیسا کہ اوامر میں واجبات کا حکم ہے۔

۱۔ زکوٰۃ آپ کے لئے زکوٰۃ لینا حرام تھا۔ اس وجہ سے کہ زکوٰۃ کو حدیث میں میل قرار دیا گیا ہے اور آپ کا اور آپ کی آل کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ وہ لوگوں کا میل قبول کریں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ترحم کی علامت ہے اور لینے والا ارزل اور فقیر اور مسکین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مال غنیمت کو آپ کے لئے حلال قرار دیا ہے۔ اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ زکوٰۃ کا حرام ہونا صرف آپ ہی کے لئے مخصوص تھا۔ یا دوسرے انبیاء بھی اس میں شریک ہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے کہ صدقہ نافلہ آپ پر اور آپ کی آل پر حرام ہے یا نہیں؟

۲۔ پیاز اور لہسن پیاز اور لہسن اور بدبودار چیزیں بھی آپ پر حرام تھیں۔ یہ ثابت ہے کہ آپ نے ان چیزوں کو تناول نہیں فرمایا جب یہ چیزیں آپ کی مجلس میں آتیں تو آپ فرما دیتے۔ آپ لوگ کھائیں میں نہیں کھاؤں گا۔ اس وجہ سے کہ میں جبرئیلؑ کے ساتھ بات کرتا ہوں، آپ لوگ نہیں کرتے ہیں۔

علماء شافعیہ کا فرمانا ہے کہ یہ چیزیں آپ پر حرام نہیں تھیں بلکہ مکروہ تھیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابوایوب کی حدیث ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاز اور لہسن کے بارے میں دریافت کیا، کیا یہ حرام ہیں؟ فرمایا نہیں لیکن میں ان کو مکروہ جانتا ہوں۔ اور مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آخری طعام آپ کا پیاز تھی۔

۳۔ تکیہ لگانا تکیہ لگا کر کھانا آپ کے لئے حرام تھا علماء شافعیہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے

اُمت کے بارے میں حرام ہے۔ اس باب میں کہ جس سے حرمت ثابت ہو کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے اجتناب کرنا دلیل حرمت نہیں ہے

۴۔ کتابت آپ نے تحریر نہیں فرمایا۔

لا تخط بیمینك اذا لارتاب المبطلون

اور نہ لکھ سکتے آپ اپنے داہنے ہاتھ سے پھر تو شک میں مبتلا ہو جاتے اہل باطل

صلح حدیبیہ میں کتابت کی توجیہ گزشتہ ابواب میں گذر چکی ہے۔

۵۔ شعر گوئی آپ نے کبھی شعر نہیں کہا۔ آیت مبارکہ

ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔

ہم نے انکو شعر نہیں سکھایا اور ان کے مناسب بھی نہیں ہے

شعر سے مراد وہ کلام ہے جو موزوں اور مقفی ہو۔ جو کسی شخص سے قصداً صادر ہوا ہو بعض علماء نے غیر رجزیہ اشعار کی قید لگائی ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کبھی کلام موزوں صادر ہوا ہے وہ رجزیہ کلام تھا۔

۶۔ ہتھیار نہ اتارنا جنگی لباس زیب تن فرمانے کے بعد پھر اتار دینا، اس میں مقاتلہ داخل نہیں ہے بحدیث ابن عباسؓ اور جابرؓ ہے

کسی نبی کے لئے جائز نہیں ہے کہ جب وہ جنگی لباس پہن لے اور لوگوں کو دشمن کی طرف کوچ کا حکم دیدے تو بغیر مقابلہ ہوئے اتار دے۔

اس حدیث کو امام احمد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۷۔ زینت دنیا کی طرف رغبت کرنا قرآن پاک کی آیت مبارکہ ہے۔

ولا تمدن عینیك الی ما متعنا بہ

اور آپ اپنی چشم کو ممتعات کی طرف نہ اٹھائیں

۸ خیانتِ عین یعنی نظر سے اشارہ کرنا۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے باب میں گذر چکا ہے۔ جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو امن دینے کا معاملہ پیش ہوا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

کسی نبی کے لئے خیانتِ عین جائز نہیں ہے

۹۔ زیادہ نہ لینا کسی کو کوئی چیز دیکر اس سے زیادہ لینا یہ بھی حرام تھا۔ آیت مبارکہ ہے

ولا تمنن تستکثر

اور کسی پر احسان نہ کرکہ اس سے زیادہ لے

جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ نہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے

حرہ کتابیہ۔ حرہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی حرام تھا۔ اسکی دلیل وہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا عقد جس عورت سے ہو وہ جنت میں میرے ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا

حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان ایک دن مفاخرت واقع ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ نے عائشہؓ سے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں فرمایا ہے "فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے" اس لئے میں افضل ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، یہ امور دنیا کے بارے میں ہے۔ لیکن مجھے آخرت کے اعتبار سے فخر ہے۔ میں حضور کے ساتھ بہشت میں ہونگی۔ اور آپ علیؓ کے ساتھ بہشت میں ہونگی اور ان دونوں درجوں کے درمیان جس قدر فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ یہ سنکر حضرت فاطمہؓ رونے لگیں۔ یہ دیکھکر حضرت عائشہؓ اٹھیں اور اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا، کاش کہ میں تیرے سر کا ایک بال ہوتی۔

بہرحال جب امر ثابت ہے کہ حضور کی ازواج آپ کے ساتھ بہشت میں ہونگی۔ لہذا آپ کے لئے حرہ کتابیہ حرام ہوئی۔ کیونکہ بہشت کافر عورتوں پر حرام ہے۔ ائمہ شافعیہ نے اس تخصیص پر اس طرح استدلال کیا ہے جس میں تامل ہے

مسلمان باندی سے عقد۔ مسلمان باندی سے عقد آپ کے لئے حرام ہے۔ اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ غلبہ شہوت کی وجہ سے زنا کا اندیشہ ہو۔ اور اس سے آپ معصوم تھے۔ طول حرہ کا نہ ہونا۔ اور یہ بھی آپ کے حق میں نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے حق میں مہر معاف تھا۔

مباحات میں تخصیص

آپ کے لئے بعض مباحات میں تخصیص کی حکمت وسعت ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ باوجودیکہ بعض مباحات آپ کے لئے خاص ہیں لیکن اس کے باوجود آپ

عبادات سے غافل نہیں ہیں۔ اور مباحات سے مراد یہ ہے کہ ان کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں

۱۔ **صوم وصال** اس کا بیان گذشتہ ابواب میں گذر چکا ہے۔

۲۔ **صفی** مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کسی چیز کو اپنے لئے منتخب کرلینا۔ اس بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ چنانچہ حضرت صفیہؓ اور ذوالفقار، صفایا میں سے ہیں

۳۔ **دخول مکہ بلا احرام** اور بلا عذر کے مکہ میں بلا احرام کے داخل ہونا مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں بلا احرام کے داخل ہوئے۔ دوسروں کے لئے اس بارے میں اختلاف ہے

۴۔ **حرم میں قتل** ابن خطل کو آپ نے فتح مکہ کے دن قتل کرادیا تھا۔

۵۔ اپنے علم کی بنا پر کسی معاملہ میں حکم دینا۔

۶۔ اپنے حق میں گواہی قبول کرلینا۔

۷۔ سونے سے وضو نہ ٹوٹنا

۸۔ مسجد میں حالت جنابت میں بھی داخل ہونا۔

۹۔ آپ کا لعنت کرنا بھی رحمت ہے

۱۰۔ چار عورتوں سے زیادہ بیک وقت نکاح میں رکھنا

۱۱۔ آپ کا نکاح لفظ ہبہ سے منعقد ہو جاتا تھا

۱۲۔ بے ولی اور بے گواہ کے آپ کا عقد صحیح تھا

تمت